

منیر با کمال لاله پیشرو تیاں سے بہادر ہر شے کے
مطبع لطیف خاص و عام ہوا + +
پنڈیہ انام ہوا ہوا

تاریخ طبع نتیجہ طبع باوقار نشی و نوبہ الیٰ الٰہ صنادید

میرزا محمد
راجہ پوتا سو اچھین یہ خانانہ نون
مفت الفاطی تھیں مطلب ہے چھپا

میرزا محمد
مفتی کا نام جو الٰہ ہے چھپا
میرزا محمد

مطالب

نمبر	مطالب	صفحہ
۳۵	راج پستی کے کاتب کی سہو پر افسوس۔	۴۲
۳۶	شاہ جہان کا واسطہ انندام قلعہ جتور کے سدا خان کو سمیٹنا۔	۴۳
۳۷	راج پستی میں اکثر واقعات آگے پیچھے لکھ رہے ہیں۔	۴۴
۳۸	رانا راج سنگھ نے جن جن مقاموں پر تانت و تاراج کی اوکی شرح۔	۴۵
۳۹	اول مقاموں میں سے سب راجہ کی عکس داری ہے اس کے نام۔	۴۶
۴۰	اس امر کی بحث کہ رانا راج سنگھ نے جب بادشاہی ملکوں میں دستبرد کی۔	۴۷
۴۱	اوس وقت سلطنت دلی کی کیا حالت تھی۔	۴۸
۴۲	کنو راج سنگھ کا اورنگ زیب کے پاس جانا۔	۴۹
۴۳	پر تشوہا کے منہ۔	۵۰
۴۴	سبب شاشتہ۔	۵۱
۴۵	سمبھو لکا قنارت۔	۵۲
۴۶	برت وہی سند ہے پرایچیت اور پروکشتا کی شرح۔	۵۳

خاتمہ الطبع

اول ستایش پرستی اور نیایش پرستی ہے بعد خدمت عالی درجت شایقین پاکیزہ
 میں یہ التماس کرتی ہے کہ اندرون نسخہ یادگار پستی تاریخ راج پستی کا رنامہ رانا یان
 راجپوتانہ تصنیف پچھو بھٹ مورخ یگانہ جسے کنویرج سنگھ نے سمبھٹ میں راج سمبھٹ کے مطابق
 کندہ کرایا اور جاوہر اسے برہمن عالم فن کی کوشش سے حسب خواہش مہراجن برہمن صاحب
 بہادر پوٹیکھل کیجیٹ سابق ہاڈوٹی اور کپتان جرنل بلیر صاحب اسٹنٹ گورنر جنرل
 راجپوتانہ کے سنسکرت زبان سے انگریزی زبان میں درایا اور جامع ہر گونہ استعداد منشی
 دیپ پرشاد صاحب نے انگریزی سے اردو میں خلاصہ لکھ کر پیرایہ دیباہ طرح سے صحت میں لکھا
 کیا رطب نامی و گرامی جناب فیضاب منشی نول کشور صاحب نے قلعہ کانپور میں اہتمام

صفحہ	مطالب	نمبر
۲۵۳۳	کوئٹہ رانا کا اور اس کے جانشینوں کا بیان	۲۰
۲۶۹۲۴	سافگارانا کی لڑائیاں	۲۱
۲۹۰۲۸	رانارتن سی کبریا جیت بن پیراودھی سنگھ کے حالات میں اور اکبر کی چڑھائی	۲۲
۳۰	راجہ مان سنگھ کیو اہم کی میواڑ پر چڑھائی اور رانا پرتاب سنگھ سے مقابلہ ہونا	۲۳
۳۱	بابت تحقیقات آنے اکبر کے اور امر سنگھ کا پکڑ لیجانا قبائل خاٹھانان کو اور شاہزادہ سلیم کا متعجب ہونا	۲۴
۳۲	شہباز خان کی میواڑ پر یورش کرنا اور رانا پرتاب سنگھ کی ہار وں میں جیتنا	۲۵
۳۳	رانا پرتاب سنگھ کی وفات بموجب اکبر نامہ کے اور امر سنگھ کا مسند نشین ہونا	۲۶
	راجہ مان سنگھ اور شاہزادہ سلیم کی چڑھائی	
۳۴	اکبر کا احوال جہانگیر کا با و شاہ ہونا اور اس کی فوجوں کی میواڑ پر یورش اور آخریں خود جہانگیر کا اجیر میں آنا اور شاہزادہ خرم کو رانا کی مہم پر بھیجا اوس کی فتوحات اور رانا امر سنگھ کی مصالحت کا بیان	۲۷
۳۵	پرتاب سنگھ کی وفات سراج پستی کی رو سے جہانگیر کے عہد میں ہونا اور اس کے صحیح و غلط ہونے پر مولف کی تحقیقات اور منہجری و سمیت کا تفاوت نکال کر اکبر نامہ کے تحریر کو صحیح رکھنا اور بہت سے واقعات کو سنوں کی مطابقت	۲۸
۳۶	مولف کی رائے بابت جنگ سیرم جنت کے	۲۹
۳۷	رانا امر سنگھ کا شاہزادہ خرم سے ملاقات کرنا اور کنور کوں سنگھ کا اجیر میں جہانگیر کی یار	۳۰
۳۸	بابت پناہ گیری شاہزادہ خرم کے رانا کے یہاں جب کہ وہ باپ سے باغی تھا	۳۱
۳۹	شاہزادہ خرم اور رانا کنور سنگھ کی ملاقات	۳۲
۴۰	بابت شادی دختران خاندان ملہ کے	۳۳
۴۱	مملوک کرانا جگت سنگھ کا	۳۴

حاشیہ کے مطالب کی فہرست

صفحہ	مطالب	نمبر
۳	بحث ایک قسم برہمنوں کی ہے	۱
۴	راج سمندر کی تعمیر کا سبب اور اگلے رکھیشروں کی شرح	۲
۵	بابو پران میں لکھے ہوئے ناموں کی شرح	۳
۶	بابت صحت فہرست کے	۴
۱۰	بابت اختتام کار راجہ برہمہ کے	۵
۱۱ و ۱۲	بابت اختتام سورج بنس کے راجہ سوہتر کے بعد	۶
۱۳ و ۱۴	بجے راج کے راجہ ہانی اور اسکی نئی ریاست قایم کرنے کی تحقیقات میں سائن	۷
۱۵ و ۱۶	گوہا کے حالات اور نوشیروان کی چڑھائی کی تحقیقات میں	۸
۱۷	بابا راول کی سرگذشت کا خلاصہ جو جب تواریخ کے	۹
۱۸ و ۱۹	بابا راول کا بیج رکھیشروں سے فیض پانا	۱۰
۲۰	بابا راول کے سنوں کی تحقیقات میں	۱۱
۲۱	بابا راول کا چتور میں جانا اور محمد قاسم سے لڑکر فتح پانا اور چتور میں قبضہ کرنا	۱۲
۲۲ و ۲۳	راج پرستی اور بھارت برہمن کی فہرست کا مختلف ہونا	۱۳
۲۴ و ۲۵	بھارت برہمن کی فہرست اور کمان راول کا ذکر	۱۴
۲۶	راول سمرنگ کے جلو میں اڑوہی تواریخ کے ایکشن پینس کا تفاوت	۱۵
۲۷	دونگر پور	۱۶
۲۸	بھارت برہمن کی بقیہ فہرست	۱۷
۲۹	ارسی اور راجی سنگہ رانا لکشم سنگہ کے جانشینوں کے اختلاف میں	۱۸
۳۰ و ۳۱	علاء الدین کی چتور پر چڑھائی رانی پداوت کے واسطے اور پھر وغیرہ کا مال	۱۹

فہرست مطالبِ راج پستی

صفحہ	نمبر	دیاچہ
۱	۱	سیا امرگ - رانا راج سنگھ کے خاندان کی تعریف اور پوران کی شیر گروئی منجبت
۲	۲	دوسرا امرگ - خاندان اکو پور کا نسب نامہ ہے راج تک
۵	۳	تیسرا امرگ - یہ راج کے بعد سے راول کرن تک نسب نامہ
۱۴	۴	چوتھا امرگ - راجہ رانا سے رانا پرتاب سنگھ تک کا حال
۲۲	۵	پانچواں امرگ - رانا امر سنگھ اور رانا جگت سنگھ کی سوانح عمری
۳۶	۶	چھٹا امرگ - رانا راج سنگھ کے حالات میں
۴۱	۷	ساتواں امرگ - رانا راج سنگھ کے فتوحات میں
۴۴	۸	آٹھواں امرگ - دو گرو پور باسواں دیو لایہ وغیرہ کی فرماں پذیر ی میں
۴۷	۹	نواں امرگ - راج سمندر تالاب کی شروعات میں
۵۱	۱۰	دسواں امرگ - رانا راج سنگھ کی اور تعمیرات کا ذکر
۵۳	۱۱	گیارہواں امرگ - راج سمندر تالاب کے عمارت وغیرہ کا بیان
۵۵	۱۲	بارہواں امرگ
۵۷	۱۳	تیرہواں امرگ - راج سمندر تالاب کی پشتہا کا ذکر
۵۸	۱۴	چودھواں امرگ
۶۰	۱۵	پندرہواں امرگ - ایسا ایسا ایسا ایسا
۶۱	۱۶	سولہواں امرگ - راج سمندر کی پرکاشنا کا ذکر
۶۳	۱۷	فاتیہ ستل اور چنپا تھون کے
۶۴	۱۸	پرہلا تھہ رانا راج سنگھ کا بقیہ بیان
۶۶	۱۹	دیسرا تھہ رانا راج سنگھ کے جانشینوں کا بیان حال کے مہارانا صاحب تک
۶۸	۲۰	تیسرا تھہ مہارانا کے خاندان کی فہرست
۶۹	۲۱	چوتھا تھہ - مشہور موصوفہ کے

حاشیہ

لاکھ لاکھ شکر ہے اوس خداوند حقیقی کا کرم جسکی فضل و کرم راج پرستی کا نتیجہ
مہتممون اور حواشی کے اختتام کو پہونچا اسکی تکمیل اور ترتیب جس طرح اس
پہچدان کے پیش ہمارا خاطر تھی اوسی طرح ظہور میں آئی۔

اب صاحبان علم ہر خواندگان فضل و کرم سے امید ہے کہ اسمین جہان
کیمین غلطی و کھین قلم اصلاح سے درست فرما دیں اور حق قویون ہے کہ اس پہچدان
نے کتاب ہذا کی صحت اور اوسکے مطالب کی تحقیقات اور تاریخی کتابوں سے
مطابقت کرنے میں کمال محنت کی ہے اور مہندی فارسی انگریزی سنون کے
ملانے اور اوسکے اختلافات کو دور کرنے میں نہایت خون جگر لکھا یا ہے جو
لوگ کہ تصنیف تالیف اور تحقیقات علمی کے مشکلات اور نشیب و فراز
کو جانتے ہیں وہ ہی اس پہچدان کے محنت اور مشقت کو سمجھیں گے یا صاحبان
انگریز، مہاراجا، ورام، اقبال، لم، جواہر، علم کے قدردان اور نکتہ نوازمین اس کا روست
کی داد دیں گے فقط مرقوم ۱۶۔ ماہ اگست ۱۸۸۷ء بمبئی پریس

نمبر	نام	تلمیذ	مقام	دور	کیفیت
۶	کامریا	کامریا	کامریا	کامریا	ابا جی کی اولاد کا نوٹ میں ہے۔
۷	دولہا	کشیمران	کشیمران	کشیمران	دیولہ والوں نے اپنے جائیداد کو دست کیڈ کا نہ پایا ستی اردی ورم ورم کا ہم کتا پڑا ہے۔
۸	میرا	میرا	میرا	میرا	ابنک ستر کی اولاد کے قبضہ میں ہے۔
۹	کھنڈا	کھنڈا	کھنڈا	کھنڈا	اس مکان سے کدو پ و غیرہ ملکا نہ وار ہو گے۔
۱۰	شاہ پورہ	سورمل	شاہ پورہ	شاہ پورہ	شاہ پورہ اب جیڈا کا نہ پایا ست امانی اڈوں کے قتل ہے۔
۱۱	کالو کریت	عزیز اس	کالو کریت	کالو کریت	ابنک بہتور ہے۔

یہ دو نکل مضلع باہر مین باہر مین کج است اور میو ارڈ کے واقع ہو یا پسے کے جانشینوں نے سکھوار
کے زور سے بھیلوں کو مٹنے کر کے اپنے علاقہ کو بہت وسعت دی یہاں تک چار پانچ لاکھ
روپیہ سالانہ آمدنی کی ریاست انکی پاس ہو گئی اور وہ مہارانا کی اطاعت سے نکل کر
رام پور کہہ چکے اور جی کمال دکنہ میں ان کو اولاد میں ملے مہاراجہ نے ان کو فرمایا ان کے چاہے
قبضہ ہوں ہے۔

سردار سنگھ کی اولاد اب تک ستارہ دین راج کرنی ہے سیدھی اولاد سناہی مرچا ہو
بڑے ابو العزیم اور نامی ہو گئے ہیں انہیں سے ملے۔

[illegible]

十

五

五

三

مسائل و مسائل

چند روزی

五



1

سازمان

九

一

④

سازمان اطلاعات

জিহা

+ مہینوں اس سال سے سارے سنوں میں جو سودیگر ملک کی اپنی ہے اور وہی اصطلاحات کی نو بہت جوں ہی ہے۔

۱۰۔ پوری دنیا پر جو پختہ پیشہ ورانہ اور علمی و فنی استعداد سے سیکھتا رہے وہ پیشہ جو سے بڑا تو نہ ہو مگر اس سے کم نہ ہو وہ علم و تجربہ کا جامع علم ہے۔

یہ دو ٹکڑے قطع بہا کر مین باندھ کر ایک جات اور دیو اڑ کے واقع ہو یا پے کے جائز نشینوں نے تلواریں
 کے زور سے بھیلوں کو بٹل کر کے اپنے علاقہ کو بہت دست دی بہا کر چاہے پانچ لاکھ
 روپے سالانہ آمدنی کی ریاست تو کی پاس ہو گئی اور وہ مہارانی کی اطاعت سے نکل کر
 رام پور کو چند راجہ کی طرف سے تھانہ کی اولیہ زمین مہاراجہ کے دربار کو فروغ دینا چاہیے بلکہ یہ
 بعض ہیں ہے۔

سدرن سنگ کی اولاد اب تک سے تارہ مین راج کرتی ہے سیدھی اور سمنہاری مرٹھ جو
 بڑے اور اعظم اور نامی ہو گئے ہیں انھیں سے ہے۔

سلور و انون کی بہت نسل بڑی بیٹا بچہ و در پشت کے بعد یو گروہ کا شکار نا تین پشت کے
 بعد تھیں کا شکار نا چار پشت کے بعد بچوں کا شکار ہو گئے بعد کوڑا لہو و دیو کو بندھا کر بچہ کا
 شکار ہو ا یہ سب بچے نڈاوت کلا ہونے انکا سر پرست سلور کار بوجی جو ریاست مین ہیں سے پکارا
 کا جو دار کلا ہے۔

۲	دو گر پور	باب جی	سارول کر سنگ	سمبٹ
۳	رام پور	چندر جی	سارانا جھون	سمبٹ
۴	سارو	سدرن سنگ	سارانا جی سنگ	سمبٹ
۵	سلور	پونڈا جی	سارانا لکھا جی	سمبٹ

+ سمبٹ اس سلسلہ سے سارو سے سدرن ہیں سوسر کی بھیلی تھی ہے اور یہ بھی اختلاف جی پور کے راجوں کی فہرست میں ہیں ہے۔
 + پور جی کی باہر جو بہت مین برطانویوں نے سارو سے سنگ تھانے کے درہیہ پورے پانچوں کو پور کار میں ہوا اور چھوٹا سارانا لکھا لاکھ ہوا۔ سارو کے جائز نشینوں نے اپنی محنت اور زور سے
 پانچوں کو کوڑا دست دیکر ایک جوار یا سے شکر کر لیا۔

کی نسل سے ہے

اس میں بیواؤں کے سواروں کی جو ماریاں کے خاندان سے ہیں قید سال بہت گزرتی ہے جس بات معلوم ہوئی ہے فلان سوار فلان

کفیت

تہذیب

تھا

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

تہذیب

نہ جانے دیا چنانچہ انہی کے سیکڑوں آدمی اس کے احسان کے ممنون اور مشکور ہیں۔
 عذر ششم میں اپنے ریاست کا ایسا انتظام کیا کہ کسی قسم کا فتنہ اور فساد نہ ہو
 پایا صاحبان انگریز بہادر اور اس سے بہت خوش رہے مگر اس میں گامی میں اس نے
 کپتان شور صاحب جنٹ کے مشورے سے علاقہ نیا ہیڑہ متعلقہ ریاست ٹونک
 کو دیا تھا سو دو تین برس بعد شہنشاہ کے دربار میں لارڈ کیننگ صاحب بہادر
 نے نواب ٹونک کو واپس دلا دیا بعد انتقال رانا سرورپ سنگھ کے ۱۹۱۸ء میں۔

مہارانا سمبھو سنگھ

چورانا سرورپ سنگھ کے بھتیجے اور فرزند تھے جن میں میواڑ کی ریاست ملی جو کہ برہم
 سندھ کی رانا سمبھو سنگھ بہادر خود دو سال تھے اس لیے نابالغ ہونے اور نئے میواڑ
 میں اجنبی کا بند و بست رہا اور صاحب اجنٹ بہادر نے جو کرنل ایڈن صاحب
 تھے رانا صاحب کی تربیت کی چنانچہ رانا صاحب ہندی فارسی انگریزی سنسکرت
 میں خوب ماہر ہو گئے ۱۸۶۵ء مطابق ۱۹۲۲ء میں جب وہ فضل الہی سے حد بلوچ
 کو پہونچے تو انکو ریاست کے سب اختیار دے گئے اب رانا صاحب کمال لڑ
 ضبط اور عدل انصاف کے ساتھ حکمرانی کرتے ہیں خدا انکو سلامت رکھے
 سال گذشتہ یعنی ۱۹۲۲ء میں بہادر نواب جیس میں دربار ہوا تھا تو مہارانا صاحب
 واسطے ملاقات لارڈ میو بہادر کے تشریف لائے تھے اور وادش سے اجازت
 خوب نام کر گئے کرنل جان نکسن صاحب بہادر بالفضل اس ریاست کے اجنٹ ہیں

فقط

کر انہیں فوج کے خراج کے بدلہ میں بیسٹرو کا پر گنہ لے لیا اور کرشن کنور ریائی کو نہ ہر
 بس سب سے پورا اور جو وہ پور کے راجہوں میں صلح ہو گئی بعد اس سرکرہ کے صاحبان
 بہادر اور رانا بھیم سنگھ سے ۱۸۷۸ء مطابق شہت میں ہمدانہ ہوا جسکی رو سے
 ن کا شلٹا میواڑ سے لٹکایا گیا اور رانا بھیم سنگھ کو طرح طرح کی افات سے چھوڑا کر
 لی ریاست میں امن و امان قائم کیا۔

رانا جوان سنگھ

۱۸۷۸ء مطابق شہت میں اس رانا کا انتقال ہوا اور رانا جوان سنگھ گری پر
 بیٹھا اسنے اپنی شادی ریوان علاقہ کچھیل کھنڈین جاگر تھی و ہوم و ہوم سے کی
 اور اپنی لڑکی کو راجہ محکم سنگھ والی کشنگدہ کے ساتھ بیاہ دی۔
 ۱۸۷۹ء مطابق شہت میں بروقت دربار گورنری کے
 ۱۸۷۹ء مطابق شہت میں بروقت دربار گورنری کے
 رانے سرکار کے اصرار سے اجیر ہو چکا لارڈ ولیم بینک بہادر گورنر جنرل ہندو کی
 ملاقات کی اس دربار میں رانا موصوف کی بہت عزت اور توقیر ہوئی جو کہ رانا جوان
 کے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اسنے سردار سنگھ باگھور کے راوی کے بیٹے کو جو
 مہاراج ناتھ جی رانا سنگھ ام سنگھ کے چھوٹے بھائی کا پوتا تھا متبے کیا اپنا نچہ
 سردار سنگھ۔

رانا سردار سنگھ اور سردار سنگھ

بعد انتقال رانا جوان سنگھ کے رانا ہوا مگر یہ بھی لا ولد تھا اس لیے اس
 سردار سنگھ لپٹے اور کو تھی کیا جو بعد وفات اس کے ۱۸۸۹ء میں گدی پر بیٹھا
 سردار سنگھ مر دنیاض اور کمال سنی تھا اسنے لاکھوں روپیہ خیرات
 ریاست کا نائب بنایا اور غیر ملک کے آدمیوں سے جو اسکی قدر و امان
 سے اسے پور میں آئے تھے اچھا سلوک بتا اور کسیکو

ارادہ کیا اور اسکو موقع واردات پر جلا کر اودے پور کو چلے آئے ایک کسبی رانا کے ساتھ سٹی ہوئی اوس نے جلتے وقت یہ کہہ کر لے عالم الغیب اگر راجا اجیت سنگھ نے رانا کو بیوہ مارا ہے تو وہ بھی اسی برس میں مر جاوے اوسکی دعا مستجاب ہوئی اور اجیت سنگھ چھ مہینے بعد چھک سے مر گیا۔

رانا بھیم سنگھ

ارسی کے بعد رانا بھیم سنگھ ایلٹ پریٹیا اور ستائیس برس راج کر کے ۱۸۵۶ء میں ۹۹ سال میں سرگیاشی ہوا اور۔

رانا بھیم سنگھ

نے ریاست پائی ان اتاون کے وقت میں میواڑ کی ریاست بہت ضعیف ہوتی تھی اور دنگر پور بالسنواڑہ دیویہ پرتاب گدہ کے راجہ جو پہلے انکے محکوم تھے خود سر ہو گئے خاص میواڑ کی سرور بھی بہت کم اطاعت کرتے تھے اور دھینو کارنور شور مرتید بران تھا رانا کی یہ حالت تھی کہ جو پانچزار روپیہ یا پانہ بغوض میں چند پرگنہ راجا رانا ظالم سنگھ جہا لا کوٹہ کا کا مدار اسکو دیتا تھا کہ اوس میں اوسکی گذراوقات ہوتی تھی مگر اس عرصہ میں جے پور اور جودہ پور کے راجاؤں میں کرشن کنور بای و خیر رانا موصوف کی نسبت پرہو اول راجہ بھیم سنگھ والی جودہ پور سے ہوئی تھی اور بعد انتقال راجہ بھیم سنگھ کے راجہ جگت سنگھ والی جے پور سے قدار پائی اور مان سنگھ بر اور بھیم سنگھ ستوفی نے یہ دعویٰ کیا کہ کرشن کنور بای سے میں شادی کروں گا دشمنی واقع ہوئی اور راجہ جگت سنگھ نے ماٹواڑ پر چڑھا کر کے مان سنگھ کو شکست فاحش دی اور بعدہ بایب حقیلش نواب امیر خان کے جو اول راجہ جگت سنگھ کے ساتھ تھا اور بعدہ مان سنگھ سے مل گیا راجہ جگت سنگھ اودے پور نہ جاسکا اور اپنی ریاست کو لوٹ آیا اور نواب امیر خان نے رانا بھیم سنگھ کو کتاب عہد نامجات راجپوتانہ۔

جس سے میواڑ کو طرح طرح کے نقصان پہونچے۔

رانا پرتاب سنگہ اور رانا راج سنگہ

۱۸۹۱ء مطابق ۱۲۷۲ء میں رانا جات سنگہ کا انتقال ہوا اور پرتاب سنگہ اور
 س سے تین برس بعد ۱۲۷۵ء مطابق ۱۲۷۸ء میں راج سنگہ ثانی گدی پر بیٹھا ان دنوں
 راناؤن کے وقت میں ملھار راؤ ملھار نے جاوینچ مندرام پورہ جھان پورہ وغیرہ
 یرگناٹ متعلقہ میواڑ پر تصرف کر لیا۔

رانا ارسی

۱۲۷۲ء مطابق ۱۸۹۱ء میں رانا راج سنگہ کے وفات کے بعد رانا ارسی سنگہ
 جانشین ہوا جو کہ یہ اگلے راناؤن کے نسبت کچھ اوالو الغزم اور صاحب حوصلہ تھا
 اس واسطے اس نے دعوائے استرداد پر گناٹ مذکور کے اہلیا بای پر جو ملھار راؤ کی
 جانشین تھی چڑھائی کی مگر اہلیا بای کے لشکر سے شکست کھائی۔
 ۱۲۷۴ء مطابق ۱۸۹۳ء میں رانا ارسی بھیت سنگہ باڑہ والی بوندی کی ماتیمہ سے
 مارا گیا مختصر بیان اسکا یہ ہے کہ رانا واجیت سنگہ نے واسطے مہاراجہ
 قوم مینہ کے موضع بھلیا کے قریب جو میواڑ کے علاقہ میں تھا ایک قلعہ بنایا تھا
 رانا ارسی اس مداخلت سے ناراض ہو کر کچھ عرصہ بعد اوس طرف شکار کھیلنے کو
 اور رانا واجیت سنگہ کو بھی واسطے شمول شکار کے بلوایا چند روز یہ دونوں
 کمال اشخاص و شکار میں مشغول رہے مگر جب رانا کے سردار واسطے مسہ
 قلعہ مذکور کے رانا واجیت سنگہ سے گفتگو کرتے تھے تو وہ بہت بڑا ماتا تھا
 اس معاملہ میں ایسی تکرار ہوئی اجیت سنگہ بہت برہم ہوا اور جب رانا ارسی
 پاؤں دیکر رخصت کیا تو وہ کچھ دور جا کر لوٹا اور رانا ارسی کو برہم مار کر کہا
 اور کمال سخت لپٹے گھر جانپوچا ارسی کے سرداروں سے کسی نے معا

دی گئی تھیں ان کا غلبہ مالوہ میں ہوا اور ان کی فوج نے گجرات میں بھی لوٹ مار مچا دی
 بابا رانا کو باجی رانا پیشوا سے موافقت کرنے کی ضرورت پڑی اور اس کے ذریعہ
 سے ساہو راجہ کے ساتھ عہد و پیمان ہوئے ^{۱۶۶۳ء} موافق ^{۱۶۹۱ء} میں رانا سنگھ کرم
 نے وفات پائی اور۔

رانا جگت سنگھ

اوسکی سبکدہشتی ^{۱۶۶۳ء} مطابق ^{۱۶۹۳ء} میں راجہ سوای جیسنگھ کا انتقال
 ہوا اور سوای ایسری سنگھ مسند پر بیٹھا جو کہ از روی عہد و پیمان ^{۱۶۶۳ء} مطابق ^{۱۶۹۱ء}
 کے بے پور کے مسند نشینی کا حق سوای مادھو سنگھ کو پہنچتا تھا اس واسطے رانا
 جگت سنگھ کو اوسکے باب میں کوشش کرنی پڑی چنانچہ مادھو سنگھ کو ایک جراثوج
 کے ساتھ بے پور کو بھیجا جب سوای ایسری سنگھ سے مقابلہ ہوا تو سلو فرکارا تو
 جو میواڑ کے سپاہ کا سردار تھا اور ایسری سنگھ کا خسر اپنی صف سے جدا ہو کر
 ایسری سنگھ سے جا ملا اور اوسکے ساتھ ہو کر مادھو سنگھ سے لڑنے لگا یہ حال
 دیکھ کر میواڑ کی فوج بھاگ نکلی اور مادھو سنگھ شکست کھا کر رانا
 کے پاس آیا رانا کو بہت رنج ہوا اور اسی وقت ملہا رانا و ملکر کو خط لکھا کہ جو تم ہمارے
 بھانجہ مادھو سنگھ کو بے پور میں مسند نشین کرادو تو تم کو کئی لاکھ روپیہ نقد اور کچھ
 علاقہ راج بے پور سے دلایا جائے گا مگر ملہا رانا یہ پیغام سن کر اوسے پور میں
 آیا اور رانا سے دستار بدل کر مادھو سنگھ کے ساتھ بے پور پر حملہ آور ہوا اور
 بعد واقعات چند ورچند کے مادھو سنگھ کو بے پور میں مسند نشین کیا مگر مادھو
 نے وہ شرطیں ادا نہیں کیں تب ملہا رانا وہاں سے کوچ کر کے اوسے پور میں آیا اور
 اون مہاراجہ کا مطالبہ رانا سے کیا رانا نے اوس وقت تو اوسکو پریر و شیریں
 باتوں اور وعدہ وعید سے خوش کر کے رخصت کیا لیکن ملہا رانا واپس آیا و بدستور
 عورتا رنج مالک و امیر نامہ۔

سوامی جی سنگ کو ہمراہ لیکر دیکھن کو روانہ ہوا جب بادشاہی لشکر نزدیک سے اوتا
 و نوراجہ بادشاہ سے ناراض ہو کر بے حکم وہاں سے چلے گئے تھے میواڑ میں آئے جو
 راجگان جے پور اور راناؤن کے مدت سے دشمنی چلی آتی تھی اس لئے رانا
 سنگ نے اونے لڑائی کا ارادہ کیا مگر اپنی مان کی فہمائش سے اس ارادہ کو چھوڑا
 ونگو مہمان سمجھ کر اپنے گھر لے گیا اور دشمنی کو دوستی کے ساتھ بدل ڈالی بروقت
 دل طعام کے جب رانا اونے ہم پیالہ اور ہم فوالہ نہوا تو انھوں نے اس معاہدہ
 ار کیا تب رانا نے کہا کہ جو تم آئینہ کو بادشاہوں سے رشتہ داری نہ کرو اور اس بار
 قسم کھاؤ تو مضائقہ نہیں ہم تمہارے ویسے ہی بھائی بند ہیں جیسے پہلے تھے انھوں
 نے اس بات کو منظور کیا اور عہد و پیمان پختہ کر لیا گیا اوسکے ساتھ یہ بات بھی بیان کی
 کہ اب بنامین بیاد شادی کی رسم بھی جاری ہو جاوے تاکہ بالکل معاہدہ جاتی رہے
 رانا نے کہا کہ اگر اس بات کا عہد نامہ لکھ دو کہ یہاں کی بیٹی سے جو اولاد ہووے
 وہ دوسری رانیوں کی اولاد سے ترجیح پا کر پند نشین ہو کرے تو ہمیں منظور ہے
 راجون نے اس بات کا بھی عہد نامہ لکھ دیا اور اسے رخصت ہو کر اپنے اپنے
 ملک کو روانہ ہوئے۔

بعد چندے مہاراجہ جیسنگ سوامی کی شادی اس رانا کی دختر سے ہوئی جس
 سوامی مادہ ہو سنگ پیدا ہوا مگر مہاراجہ مذکور نے برخلاف قرارداد کے اوسکی کچھ
 عزت اور توقیر کی بلکہ سوامی ایسری سنگ کی بنسبت جو دوسری رانی سے تھا
 مادہ ہو سنگ کو بہت نہ سبھا رانا کو یہ خبر نہک بہت رنج ہوا اور حکمت علی سے مان
 کو اوسکی مان نسبت اپنے پاس بلوایا اور یہ ارادہ کیا کہ بعد وفات سوامی جیسنگ
 شریز کے زور سے اوسکو جے پور میں مندر نشین کریں گے۔

رانا سنگھ ام سنگھ

۱۷۶۳ء مطابق ۱۱۶۷ھ عین رانا سنگھ ام سنگھ انداری ایدوئے چو

مالوہ وغیرہ صوبوں کو بہت سنا لوٹا کسوا ہو —

یہ لڑائی سنہ ۹۶۶ء مطابق سنہ ۱۵۵۶ء برسرِ کچھنہ کچھنہ قائم رہی اور دسے پور اور
 جودہ پور کے راجپوتوں نے بہادر شاہی افواج کا خوب خوب مقابلہ کیا جب غالب ہو گئے
 تو گجرات اور مالوہ تک جا مارا اور جب مغلوب ہو گئے تو سپارڈون کی گھاٹیوں میں
 گھس کر اپنے پر پرزہ درست کئے اور دھوکہ دین میں مرہٹوں نے مغلوں کے لشکر پر آفت
 ڈال رکھی تھی —

رانا امر سنگھ

سنہ ۱۵۵۶ء مطابق سنہ ۱۵۵۶ء میں رانا جی سنگھ نے وفات پائی اور امر سنگھ اوسکا بیٹا
 سندھ نشین ہو کر اپنے بزرگوں کے طور پر لڑائی بہرائی میں مشغول ہوا اسکے سندھ نشینی
 سے سات برس بعد اورنگ زیب راجپوتوں اور مرہٹوں کی سرکوبی کی فکر کرتا کرتا
 سنہ ۱۵۶۶ء مطابق سنہ ۱۵۶۶ء میں مر گیا اور اوسکے جانشینوں میں قضیہ قضا یہ ہونے لگا راجپوتوں
 نے دو برس تک مغلوں کے مقابلہ سے کچھ فرصت پائی اور اپنے استقلال کی تدبیر
 پر بہت صرف کی جب سنہ ۱۵۶۶ء مطابق سنہ ۱۵۶۶ء میں بہادر شاہ دکن کو جانے لگا
 تو راستہ میں راجپوتوں کو بہت سبقت سابق کے زیادہ مفسد اور آسودہ حال پاکیزہ نظر
 مصلحت وقت اونے تھفہ کرنا چاہا اول رانا امر سنگھ سے عہد نامہ کیا جسکے ذریعے سے
 وہ ملک جو عالمگیر نے اکبر کی اعانت کے جرمانہ میں رکھا تھا واپس دیا گیا اور وہاں کے
 ساری مذہبی رسموں کو ویسا ہی جاری کیا کہ جیسے اکبر کے عہد میں جاری تھیں اور جو فوج
 رانا سے بطور ملک کے بادشاہی لڑائیوں میں لیجاتی تھی اوسکا لینا آئندہ کو موقوف
 ہوا غرض کہ رانا کو ساری باتوں سے خود مختاری حاصل ہو گئی صرف نام کی اطاعت باقی
 رہی سو آئندہ کو رفتہ رفتہ وہ بھی جاتی رہی اسی طرح جودہ پور کے راجہ اجیت سنگھ
 سے جسکے لیے یہ سب کشت و خون ہو رہا تھا صلح قرار پائی اور بادشاہ راجہ اجیت سنگھ

۶۶ الفشن حب کی تاریخ سندھستان صفحہ ۱۰۷ اور کرنیل ٹاؤ صاحب کی تاریخ راجستان جلد ۲ صفحہ ۶۹ —

۶۷ تاریخ الفشن صفحہ ۱۱۱ اور ٹاؤ صاحب کی تاریخ راجستان جلد ۲ صفحہ ۳۵ —

دوسرا تتمہ رانا راج سنگہ کے جانشینوں کے بیان میں

رانا جی سنگہ

بعد اس مصالحہ کے جسکا بیان اول تتمہ میں ہوا بادشاہی فوج رانا کے علاقوں سے گئی اور رانا راج سنگہ اودے پور میں پہونچکے بہت جلد مر گیا جی سنگہ جو اسکا فرزند سید تھا ریاست آبائی پر بیٹھا اور بھیم سنگہ اور حکا بھائی کسی وجہ سے سیواڑ چھوڑ کر غیر میں بادشاہ کے پاس چلا گیا بادشاہ نے اوسکو راجہ کا خطاب دیا اور محکم خیم نامی ایک امیر کو واسطے تعزیت رانا راج سنگہ کے رانا جی سنگہ کے پاس بھیجا اوس نے وہاں پہونچکر رانا کو ماتمی کا خلعت پہنایا رانا نے بعد چند روز کے اوسکو رخصت کیا اور چار ہزار روپیہ نقد اور اونیس تھان پارچہ کے اور چار شتر عنایت فرمائے۔

معدہ اورنگ زیب اجمیر سے دکن کی طرف چلا گیا جہاں مرہٹوں کے تسلط اور شادون کے باعث اوسکی بڑی ضرورت تھی اور تھوڑی مدت گزرنے پر اودے پور کے دربار سے پھر لڑائی شروع ہوئی یہاں تک کہ ساری راجستان کی ریاستیں ہاشنا سے بے پورا اور مشرقی جانب کے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے علاوہ اورنگ زیب کے اخیر سلطنت تک بدخواہ رہیں اگرچہ ان ملکوں میں مشغول ہوئے فوجیں دوڑتی رہیں مگر باوصف اس کے راجپوتوں نے اوندکو نہایت تنگ کیا اور کجرا یہ احوال جواپر لکھا گیا اکثر الفشن صاحب کی تاریخ ہندوستان کے اردو ترجمے سے لیا گیا ہے۔

مفسر عالمگیری میں بھی یہ سب حالات تفصیل میں ہیں مگر جو دکتا بھاب اور رعایت سے اوسکی نسبت تاریخ الفشن جو بہت سے مشرک کتابوں کا خلاصہ ہے اور ایک بڑے مورخ کی تصنیف ہے اوسکی نسبت قابل اعتماد ہے۔

ماتا راج سنگہ اور درنگ نے یہ کہ پو فیصل ہوا اوسمیں شاہزادہ محمد غلام کی وصالت تو قابل اعتماد ہے اور انا کے جو راج سندھ والا بڑے پوئے محمد نام لکھا گیا اسے اثر عالمگیری۔

ماتا شاہزادہ اور انا کے جو راج سندھ والا بڑے پوئے محمد نام لکھا گیا اسے اثر عالمگیری۔

بیسے کے بگڑ جانے سے بڑی شکون میں گرفتار ہو کر اپنے جیادوری اور چالاک سے وہ چال چلا کہ اکبر کی فوج میں تفرقہ پڑ گیا اور جو بادشاہی سردار اسکے شامل ہونے تھے وہ بادشاہ کی ترغیب و تالیف سے اسکو چھوڑ گئے اسی طرح راتھوڑوں نے بھی جب مسلمان رشتیوں کو شریک نہ دیکھا اسکی رفاقت سے پہاوتھی کیا یہاں تک کہ اکبر بیدل ہو کر دکن کی طرف فرار ہوا۔

اکبر کے ہنگامہ سے پہلے اور اس کے فرو ہو جانے سے بعد بھی پورانی کاغذیں تیار میواڑ اور جوہ پور سے قائم رہا چنانچہ ان ملکوں میں بادشاہی فوج والے تاخت و تاج برابر کرتے رہے اور راجپوت اس تانت و تاراج کا انتقام مالوہ کجرات سے لیتے رہے آخر کار اپنے ظالم و شتموں کی غوی و خصلت کو کام ناکام اختیار کر کے مسجدوں کو توڑا اور قانون کو جلایا اور ملا لوگوں کی طرح سوسایا مگر تاہم اس قسم کی لڑائی سے بڑا نقصان اودے پور کو پہونچا جسکی زر خیر قلم و مغلوں کے قلم و کے متحمل واقع تھی اور مغلوں کی فوج اوسین متصرف تھی مگر جوہ پور کا ملک ان بہاری نقصانوں سے محفوظ رہا جو دہلی اور جیسلمیر پڑا تھا اب خود اہ رنگ زیب کو ایسی لڑائی کے انتقام کی خواہش ہوئی جسکے باعث سے اور بڑے کاموں میں دست اندازہ نہوسکا چنانچہ تدبیر و حکمت سے اودے پور کے رانا راج سنگ کو آشتی کی دینچا است پر آمادہ کیا اور جب کہ درخواست اونسکی طرف سے گذری تو فی الفور اس پر توجہ فرمائی چنانچہ جزییر سے اغماض برتا گیا اور ملک کے جس ٹکڑے کو جزییر سے منہ مواضع میں رکھا تھا اکبر کی اعانت کے جویانہ میں رکھا گیا باقی کل شریطین رانا کے حق میں مفید تھیں جس کے عزت کا لحاظ اس وعدہ سے کیا گیا اور حمد نامہ لکھا گیا کہ جب احبت سنگ جو ان ہو جائیگا تو اسکا ملک اوس کو دیا جائے گا۔ نیز — نیز —

نیز یہ ٹکڑا پر گنہ مانڈل گدہ اور پر گنہ بدمنور سے مرکب تھا — ماز عالمگیری —

نیز اور م صاحب کے پرچہ صفحہ ۱۰۶ — اور ماضی صاحب کی تاریخ راجستان جلد ایک صفحہ ۲۰۸ —

گئے اور کسی مقہوم راجہ نے اون مخصوص قیدیوں کی دستگیری نہ کی مگر راجہ سنگھ
جان سے اولکاشریک ہوا اور جزیہ کے دینے سے انکار کیا تب ماہ جنوری ۱۶۶۹ء مطابق
مئی میں اورنگ زیب جمیر میں آیا اور فوج کے مختلف کھڑے سپہ سالار کی لوٹ کھسوٹ
بھیجے اور راجہ سنگھ کو الماعت کی درخواست کرنے پر مجبور کیا چنانچہ جب اورنگ
مصلحت سمجھ کر صلح کی درخواست گذرائی تو عمدہ عمدہ شرطیں اس کو عنایت ہوئیں اور
کے عیوض میں تھوڑا کھڑا دار کے ملک کا قبول کیا اور کوئی کام اس کام کے سوا اسے

بمذہب ڈالا کہ جو وہ پورو لون کی آمد اور اعانت نکریے۔
بعد اس معاملہ کے بادشاہ ولی کو چلا گیا اور راجہ سنگھ نے پھر خود پورو والے کو
خفیہ مدد پہونچائی اور روزوں میں جو وہ پورو والے کا حال ایسا تیر تھا کہ اگر اس کو رانا
کی دستگیری کی توقع نہ ہوتی تو مایوس ہو کر اپنا وطن چھوڑ دیتا یا بات بادشاہ کے اوپر
کھل گئی تب اس نے ماہ جولائی ۱۶۶۹ء مطابق ماہ رجب ۱۰۷۹ھ ہجری موافق مئی ۱۶۶۹ء میں پھر جمیر
قصد کیا اور اس دفعہ ساری قوت و طاقت اپنے راجپوتوں کے پاس پکڑنے میں مصروف
کی شاہزادہ معظم کو دکن سے اور شاہزادہ اعظم کو بنگالہ سے وائسٹے زور دہی راجپوتوں کے
طلب کیا اور ایک بڑی فوج شاہزادہ اکبر کی زیر حکومت سیاتہی اور دیو پور کو روانہ کی اور ہر
شاہزادہ معظم نے جو دکن سے آتا تھا رانا کے ملک حزاب کرنے کو ایک طرف سے بھیج
اور گجرات کے نائب السلطنت نے گجرات کی طرف سے رانا پر حملہ کیا اسی طرح راجپوتوں
بھی چڑھائی ہوئیں راجہ سنگھ چاروں طرف سے دشمنوں کا غلبہ دیکھ کر اربلی پل
میں پناہ لیا اور اودے پور وغیرہ شہروں کو بادشاہی فوج نے تباہ کر ڈالے اس عرصہ
ماہ وار کے راجپوتوں نے اپنے ملک میں جمع ہو کر بادشاہی اخراج کا مقابلہ کیا تب
اکبر کو مارواڑ میں جانے کا حکم ہوا اس موقع پر راجہ سنگھ نے اپنی لک اور امداد
ماہ وار میں بادشاہی آدمیوں کو بڑی بڑی تختیاں پیش کیں اور انجام اس کا یہ ہوا
کی ترغیب سے شاہزادہ محمد اکبر اس کے شامل ہو گیا اور بادشاہی کے لالچ سے اس
باب کے اوپر خرچ کیا جو ایسی سے سیکھا تھا اورنگ زیب ایسے نازک وقت

خاتمہ مثل اوپر چند تمون کے

پہلا اتمہ رانا راج سنگہ کا بقیہ بیان

جو کہ ناتمام راج پرستی کا ترجمہ تمام ہو چکا اور رانا راج سنگہ کی پچھلی سرگذشت باقی رہ گئی اس لئے راجم الحروف کتب تواریخ معتبرہ سے وہ حالات فہمیدہ کر کے اپنے ترجمہ کو پورا کرتا ہے۔

واضح ہو کہ جہانگیر بادشاہ کے عہد میں بادشاہ موصوف اور رانا امر سنگہ سے بعد محاربات عظیمہ کے ۱۶۱۴ء مطابق سن ۱۰۲۱ھ میں صلح ہو کر جو کہ پہلے عہد و پیمان قائم ہوئے تھے اس پر طرفین کا عمل رہا اور یہی باعث تھا کہ ساٹھ شتر برس تک میواڑ میں امن چین اور بادشاہی فوجوں کو اس ملک کی طرف سے فراغت و جمعیت حاصل نہ ہوئی مگر عالمگیر نے اپنے عہد میں دو تین باتیں ایسی کیں کہ جس سے میواڑ کے ساتھ جو عہد و پیمان تھے وہ منسوخ ہو گئے اور تنہا راج سنگہ ہی نے اس کے مقابلہ پر اپنی فوج کو تیار نہ کی بلکہ راجستان کی سب ریاستیں ہستنا می راجہ بے پور کے اوس سے باغی ہو گئیں اس بنا و عام کی بنیاد اوس جدید محصول سے قائم ہوئی جو اورنگ زیب نے جزیہ کے نام سے ہندوؤں پر لگایا تھا اور راجوں کو بھی اوس کے ادا کرنے کی ہدایت تھی جو کہ رانا راج سنگہ و راجہ علی کا ایسا مطیع نہ تھا جیسے کہ اور راجے تھے اس لئے اوسے ادا سے جزیہ سے انکار کیا اور اورنگ زیب کے مقابلہ پر مستعد ہو بیٹھا علاوہ اس کے مہاراجہ جسونت سنگہ والی جو وہ پور کے انتقال پر جو جزیہ کے جاری ہونے سے چھ مہینے کے بعد واقع ہوا اورنگ زیب نے اوس کے دو خوروں سال بچے اور رانیوں کو جو کابل سے دہلی میں آگئے تھے محاصرہ کر کے چاہا کہ ان کو جبراً مسلمان کر لے اگرچہ جزیہ کی فطرت اور چالاک سے مہاراجہ کے زن اور بچے اورنگ زیب کے بچے سے نکل کر اپنے وطن میں چلے آئے مگر اوتکے اوپر بڑی آفت آئی کہ ملک ماڑواڑ میں جا بجا تھا

جہاں سوال کرنے والے ملتے ہیں اور کو خیرات تقسیم ہوتی جاتی ہے اس سے میں
 ہوں کہ اس راجہ کو اسید جگ کا بھی شمر حاصل ہوگا کسواسے کہ اس طرح پر خیرات
 ید جگ میں تقسیم ہوتی ہے اور وہ دورہ جو راجہ کے ہاتھ میں ہے تو مار کا ہے گا تو
 بڑی خوشی سے ڈھیل بجاتے ہوئے راجہ کے دیکھنے کو آتے ہیں اور ان کے
 نے سے جو بجوم ہوتا ہے اور چوہدار لوگ اسکو روکتی ہیں تو راجہ چوہداروں کو منع
 کرتا ہے کہ کسی کو مت ہٹاؤ اور وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے سری من نارین کو یاد کرتا ہوا

تالاب کے گرد دورہ پھیرتا چلا جاتا ہے۔
 کنوارا سنگہ جو نازک اندام جوان تھا بسبب پیادہ رونی کے تھک گیا رانا نے
 اس کے چہرے سے ماندگی کے آثار دیکھ کر اسکو پا لگی میں بیٹھنے کا حکم دیا اسی طرح پاٹ
 رانی پر مرائیں والی کو بھی پا لگی میں سوار ہونے کی اجازت بخشی باقی آپ درانیوں کے
 ساتھ آہستہ آہستہ تالاب کے گرد روانہ تھا اور اس کے گرد دورہ لپٹا ہوا جاتا تھا راجہ
 کے ماتر سب بھائی بیٹے اور رشتہ داروں کے گنتہ جوڑے انکی عورتوں سے بندھے
 ہوئے تھے اور جو کیفیت دست و نظر آتی تھی بیان میں نہیں آتی۔
 واسطے شب باشی کے پانچ ڈیرے ہر دو تھے کہ جہاں رات ہو جاتی تھی تو
 رک پر لیہ کرتے تھے غریب غلام جو کو کھانا پانی اور پوشاک وغیرہ ہر حکم پر دی
 تھی اور آپ رانا پہل آہا کرکے تھا یعنی اناج نہیں کھاتا تھا پھل اور میوہ کی قسم سے کسم
 تناول کر لیتا تھا چھ دن کے عرصہ میں یہ پریشنا پوری ہوئی اور دن روزوں میں سبب
 کے چوڑے کوس تک تالاب بھر گیا تھا رانا نے پانی کی اولاد دیکھ کر کنول بیج
 کیمیں مکان اور بنانے کا حکم دیا چھ دن چودس کے روز رانا نے اپنے مقنا
 ملادان اور سکت سا گردان کیا اور جو پوجن باقی رہی تھی اور کو تمام کر
 سے پھر شروع کئے۔

تمام ہوا

رانائے فرمایا کہ آپ ہی تجویز کریں پردہت نے کہا کہ اسکے دو نام ہو سکتے ہیں ایک راج
 ساگر دوسرا راج سمندر جو ہوم کے شروعات سے پانچویں دن میں نے نکالے ہیں
 اور سوقت کچھ کچھ پانی برستا تھا لوگوں نے جانا کہ راجہ اندر بھی یہی تماشہ دیکھنے آیا اور
 بعد اس کام کے راج سمندر کے پرکوشنا کی تیاری کی رانا نے حکم دیا کہ راستہ صاف کریں
 سو راستہ سے کنکر پتھر و زکے لگے اور سر ہنگاہ معافی ہو گئی اور جب ریب ڈال کر تالاب
 کا دور ناپا گیا۔

سولھواں سگ

راج سمندر کی پرکوشنا کا ذکر

جب رانا نے تالاب کے گرد و ورہ بھرنے کے واسطے علیے کا ارادہ کیا تو سواں جسو
 نے کہا کہ سمٹ میں رانا اودے سنگھ نے پالکی میں سوار ہو کر اودے ساگر تالاب
 کی پرکوشنا کی تھی سو آپ خواہ پالکی میں سوار ہو وین خواہ گھوڑے کے اوپر
 سواری کریں اور بعد فراغت کے اسکو خیرات کر دین پیادہ پا چلنے کے برابر ثواب
 ہو جائیگا راجہ نے میر دو باتیں سنیں تو چپ ہو رہا اور آخر کو پیادہ پا چلنا ہی منظور کیا۔
 بعد مولف راج پرستی اور سوقت کی کیفیت یوں لکھتا ہے کہ سام بید کے
 پڑھنے والے اور رت بج برہمن اور چودار آکے کھڑے تھے اور طرح طرح کے باجے
 بج رہے تھے اور کوئل گھوڑے اور بالکیان جلو میں موجود تھیں اور غور تین سر کے
 اوپر کلس لیے ہوئے کھڑی ہیں اور اون کلسوں پر پھول اور سنہرہ چڑھا ہو اسے اور راج
 کا گھٹ جوڑہ رانیوں کے ساتھ ہو گیا ہے اور اس کے ہاتھ میں سوت کا ڈورہ ہے لوگوں
 نے راہ میں راجا کے لیے پا انداز کے طور پر نرم نرم رومی اور ریشم کی گدیاں ڈال رکھی
 ہیں مگر راجہ اوپر پانوں میں رکھتا ہے بلکہ جو اس کے پانوں میں کپڑے کے موڑے تھے وہ بھی
 اوتار دینے ہیں اور بموجب حکم بید کے ننگے پاؤں چلا جاتا ہے اور راستی میں جو لوگ
 یہ بھی ایک رسم مختار سوم مفرزہ پر نشا کی ہے کہ عمارت نو تعمیر کو ڈورے سے ناتیے ہیں۔

سید رہوان سنگ

راج سمندر کے پرستہما کا بقیہ ذکر

رانا راج سنگ نے مصارف تہوتم کے لیے پانی لاسے کو سواری کی ہزاوس سواری کی جلو کا بیان یہ ہے کہ سب سے آگے بابے بیانے والے اور اوڑھے بعد پیادہ اور سواروں کے پیروے اور اونکے بعد بہن لوگ ہاتھیوں پر سوار تھے اون کے بعد سب فوج کے بیچ میں رانا راج سنگ مع منہان راجا ہون اور اپنے تمام بھائی بیٹوں جاگیر داروں اور عمدہ داروں کے ساتھ رانا کی سواری کی پیچھے تمام رانیوں کی سواریاں تھیں رنجپور بحث لکھتا ہے کہ جیسے راجہ جہڑ شتر کے راجہ میں رونق اور شوکت تھی ویسے ہی یہاں تھی فہ الجدا اس تزک و اختتام کے ساتھ پانی کی جگہ پر پہونچکر اول برن دیوتہ کے تذو نیاز جو مقرر ہے وہ وئی اور پانی کو گھڑوں میں بھرا اور وہ گھڑے عورتوں کے سر پر رکھ کر بیدی کی جگہ پر لائے اول گھڑوں کے سر پر طرح طرح کے کپڑے بندھے ہوئے اور اونکے اوپر پھول پھل رکھے ہوئے تھے پھر دیوتوں کی پوجا میں اور تن و ستور سے شریج کی گئی جو جگہوں میں مروج ہے اوس رات کو رانا راج سنگ نے جاگیرن یعنی بیدارنی میں لبر کی اور صبح کو اشناں اور سندھاکر کے مع ہاتھیوں اور بھائی بیٹوں اور اونکی عورتوں اور بیٹ بیٹوں کے اور پروت اور اویسکی آل اولاد اور عورت کے پوجن میں بیٹھا اور گودان کے کے تالاب میں جواہرات مہشی بھر کر ڈالے اور وقت گاہوں کے ہنکار شہد یعنی آواز رانا نے سنی اور اونکا پھیل اپنے پروت سے پوچھا پروت نے کہا کہ اس موقع پر کاسے کا ہنکار سب بتیں بید کے آنک کے برابر بھیل کر کھتا ہے راجہ نے خوش ہو کر اور گودان کہا بعد ايسے رانا نے پروت سے کہا اس تالاب کو نام نکالو پروت نے کہا کہ اس سنگ کیسے ہے یہ بھی ایک نام مرتد ہے مگر اوس تالاب یا جزیرے پوجن کے لیے اپنی لائے ہیں کہ یہی پرستہما ہوگی اور یہی پرستہما ہوگی جو اب پانی میں پوری ہو کر ہم دوسروں کے لیے آوے گی

یہ تمام ہوتا ہے کہ اس سنگ پر انابل اور طلع تھا

تلاش کے لیے بیٹھ گئے جب

ماہ سووی ستین سمٹ ۲۲ کو راج سنگ کی رانی روپ سنگہ راٹھور کی بیٹی نے جسکا لقب جو وہ پوری تھا تیش ہزار روپیہ صرف کر کے راج نگریں باولی بنوائی تھی اور اس کی پریشٹھا کی۔

ماہ سووی نوین کے دن منڈپون کے اوپر طرح طرح کے رنگین نشان اور بھج پڑھائے گئے جنسے وہ عجیب و غریب معلوم ہوتے تھے اور ہر قسم کے رنگ سے وہاں زمین کے اوپر سات منڈل بنائے گئے ان منڈیوں میں بارن منڈل کا ہونا ضرور تھا سو وہ بھی ہوا کیونکہ جل آسہ پریشٹھا میں بارن منڈل ضرور ہوتا ہے پھر رانا راج سنگہ مع اپنے پروہت کے پوچن میں بیٹھا اوس وقت اوس کے بھائی بیٹے جاگیر دار عہدہ دار قلعہ دار سب موجود تھے اور اسی دن رانا ذرت اور دیسی سدھی پرجیت کیا دوسرے دن یعنی چھاگن بدی دسین کو سرتی اور سمرتون کے احکام کے بموجب ہوم کا کام شروع کیا اول گمنیش پوچن کل دیوی کا پوچن کر کے پھر اور پوچنوں کی تو جہ کی جیسے سریرام چندرجی نے اپنے پروہت سبست جی سمیت اسید جگ میں بیٹھ کر پوچن کئے تھے ویسے ہی اس راجہ نے غریب واس پروہت کے ساتھ بیٹھ کر پوچن کئے اور سب برہمنوں کو جو اس تقریب سے حاضر ہوئے تھے طرح طرح کے دان دے سب بڑا دان وہ تھا جو غریب واس پروہت اور اوس کے رشتہ داروں کو دیا اور جس میں بڑا اور زیور اور قیمتی پوشاک اور سونے چاندی کے باسن اور ہر قسم کے جواہرات تھے علاوہ اونس کے اور برہمنوں کو بھی سونے کے خنیر اور پہونچی اور گوشوارے اور کھانے پینے کے لیے طلائی ظروف بخشے۔

پز جن اشہ کو نمین کہید اور سلو مر کے رشیوں کی تلا دان کا سال لکھا ہوا ہے ایسے مشکوک ہیں کہ مطلب انکا اچھی طرح سمجھ میں نہیں آیا۔

برہرت تو روزہ کو کہتے ہیں اور دیوی سدھی پر اچھت ہوتا ہے کہ نومن صاف دیا کرنے اپنے جسم کے گناہوں کو کفارہ دیا جاوے جو از سوی فرایض مذہبی کے واجب ہو۔

بہنے سائیکان واسطے مخالفت ہوم کے سولہ ستون اور چار دروازوں پر قائم
 ورد و نہا بہب واسطے تلامدان اور سپت ساگردان کے اور بنائے اور اوتسگر
 پوجن میں بیٹھنے کا صورت پھاگن بدی دھین سمٹ ۲۲ کو سپنچر کے دن قرار پایا تھا
 ہوم کرنے والوں کی تقرری اور تعیناتی بموجب حکم مندرجہ متس پان کے اسطور پر
 ہوی تھی۔ ہوم کرنے والے برہمنوں کے افسر و برہمن۔ گیا ایک یعنی اویسکے حکم کو
 یاد دلانے والے دو۔ دوارپال جو چاروں دروازوں پر بیٹھے ہوئے مخالفت کے
 منتر پڑھتے تھے چار۔ اور چاروں بید کے حافظ چار۔ یعنی ایک ایک بید کے
 پڑھے ہوئے۔ ہوم کرنے والے چوتیس برہمن اور چارے برہما کے سب کا
 دیکھنے والا اور اچھے برے کا بندوبست کرنے والا ایک برہمن اور ایک اچا سچ جس کا حکم
 سب پر جاری ہوتا ہے اور وہ حکم خلاف شاستر نہیں ہوتا۔

چودھوان سنگ ششما کا بقیہ ذکر

رانا راج سنگھ کی پٹ رانی رام رس دیوی اور دوسری رانی اکیا کنوری نے جو
 اندھ بھان پنڈا کی بیٹی تھی اس بگ کی تقریب سے چاندی کا تلامدان کیا اور بچہ
 عزیز داس پرومت نے دو منڈھپ بنوا کر اپنے بیٹے کے دو لاکھ ایک چاند
 کی دوسری سوسنکی رانا امر سنگھ کے بیٹے بھیم سنگھ کی رانی اور لٹوہ کے راجہ رانا
 کی مان نے بھی چاندی کے تلامدان کرنے لگا ارادہ کیا رانا راج سنگھ نے ا
 واسطے پردہ دار منڈھپ بنوا دی جن میں وہ رانی واسطے تلامدان کے شد
 ہوئی اور اوس شب میں رانا نے تلامدان کا سب سامان مرتب کر دیا
 جب سید اس کے رئیس بلورائے اور اس کے بیٹے رام چندر نے تلامدان کی
 کی تو رات کیسیری سنگھ نے اپنے بھائی سبل سنگھ سے کہا کہ تجھ کو رانا جی
 کا دوسرا و کیا ہے سو تو مجھے تلامکر پس وہ دو تو بھائی بھی مندرجہ

وہاں دیکھی تھی اور کہیں کبھی نہیں دیکھی تھی اس رانا کے گھر میں دولت ایسی بھیلے ہوئی تھی کہ گویا کبیر کا خزانہ کھلا ہوا ہے کچی تیل شد و دودھی کی بادلیاں اجکل دس پل کے اوپر موجود ہیں جنہیں نہ چیزیں بھری ہوئی تھیں۔

عمدہ اور نقیس شیرنی اور ہر رنگ اور ہر ذائقہ کے کھانے رانا راج سنگھ کے ہاں اس کثرت سے تیار ہوتے تھے کہ دیکھنے والے حیرت اور تعجب کرتے تھے اور ان طعام اور سامانوں سے ہر شخص کو اس کے مانگنے کے بموجب دیتے تھے راہوں اور سرداروں کو واسطے تناول طعام اور خاصہ کے پیشوائی بھیج کر بھی تو اخراج اور احترام سے بلاتے تھے غرض ہر روز یہی سامان موجود اور یہی طریقہ مری تھا خیرات اور راہوں کی رخصت کے لئے ہاتھی گھوڑے پارچہ اسلحہ جواہرات و مراد و غیر خلعت کے سامان مری فرط مہیا کیے گئے تھے۔

ایک راجہ نے جس کا نام بلارک لکھا ہے بیس مست ہاتھی رانا کے نذر کئے رانا اونین سے سترہ ہاتھی لپکڑ گے سکھ لیے اور باقی تین زنجیر واپس کر دئے دوسرے راجہ نے دو ہاتھی دئے۔

جن جن راجاؤں کو رانا نے بلوایا تھا وہ معہ گھربار اور لاؤشکر کے آئے تھے علاوہ ان کے بیشمار آدمی مثل برہمن پنڈت سوداگوں تماشہ بین کدیشیر چارن اہل منہر اور فقیر محتاج لوگ اطراف ہندوستان سے آکر وہاں جمع ہوئے تھے رانا راج سنگھ ہر فرد بشر کی خاطر داری بخوبی کرتا تھا مقصد راج نگر میں اسیوں کے ازو حاکم اور رتھ گھوڑے ہاتھیوں کی کثرت سے کوئی جگہ خالی نہیں ماتی تھی۔

سمت ۳۲ میں ماگھ سودی دوج کو رانا راج سنگھ کی رالی سرہی رام رس دیہی نے جو کہ پرام کی خاندان سے پر تھی ایک باوڑی کی پریشٹھا کی جو اوس نے دیہاڑی کے لکھا میں بنوائی تھی اوس کی تعمیر میں چوبیس ہزار روپیہ رانا کے صرف نے تھو پھر رانا نے اوس تالاب کے جل آتش پریشٹھا کی طرف توجہ فرمائی کارگیروں نے اوس کے حکم سے نوکندہ اور ایک بیوی چار ہاتھ لہنی اور چار ہاتھ چوڑی تیلر کی اور ایک

۱۷ء میں رانا راج سنگھ نے نال نامی ندی کا بند بندھا کر اسکو بھی راج سمندر میں ڈال
 راسی سال میں آدھی رات کے وقت گوتسی ندی بھی اگر اس تالاب میں داخل ہوئی
 ایک رات میں آٹھ ہاتھ پانی اوپر آیا تھا۔
 اسی سال میں ماہ سووی پور ناشی کو پانسو گیکہ بھر سونے کی زمین بنا کر مادیان کیا پور

عامت میں ہزار روپیہ صرف ہوئے۔
 ۳۱ء میں ساون سیدی چنچن کو رانا نے راج سمندر میں جہاز ڈالا اور سچ ہاتھ
 رانا کے مجلس اور جلوں کے لیے اچھے اچھے مکان بنائے تھے لاکھ روپے سورت اور کرا
 کے استادوں نے ملکر یہ جہاز تیار کیا تھا اسی سال میں سالگرہ کے دن رانا
 لکھ بھر سونے کا بسو چکر بنا کر مادیان کیا۔

تیرہواں سرگ

راج سمندر کی تشٹھا کے بیان میں

جو کہ اب راج سمندر پر تشٹھا کے لائق ہو گیا تھا اس لیے رانا راج سنگھ کو بہت
 خوشی ہوئی اور ایک بڑے جشن کا سامان مہیا کر کے اپنے دوست راجون کو بلوایا
 دے آنے لگے تو ہر ایک کی پیشوائی بقدر عیشیت عمل میں آئی یا اونکی پیشوائی کے لیے
 تجویز مناسب کر کے اپنے سرداروں اور عزیزوں کو بھیجا اور جبکا جیسا مرتبہ تھا او
 رہتہ بالکی ہاتھی گھوڑے وغیرہ سواری کے لیے بھیجا اور جب دے آئے تو اون
 طرح طرح کے ریشمی اور مٹلی ویرہ فیونین فروکش کیا یہ راجے بڑے بڑے قلموں کے مالک
 رانا کے خاندان والے سردار تھے۔

بازار کی دکانیں ایسی عمدہ سجائی گئیں تھیں کہ اونکے شامیانہ ہر قسم کی آرایش
 پریش سے آراستہ و ہر آستہ تھا اور اونین سب طرح کے اجناس اور سامان مو
 عمدہ عمدہ خوشبوئیں نغمہ ان مشک اگر عود و مندل اور کافور وغیرہ کے ہر جگہ
 مٹی اور عیولوں کے تروتازہ گلہ سہ جابجا رکھے تھے لوگوں نے چیزوں کی

نام تالاب کے کھاٹ کی مرمت کی اور چوپولیا تیار کر لایا اور وہاں کے پیر کوٹکی مرمت
اور درستی ہوئی اسمین اٹھارہ ہزار روپیہ اٹھے تھے راج پرستی کا مصنف
لکھتا ہے کہ میں نے اسکی تاریخ بھی رانا کے حکم سے لکھی تھی رانا نے اوسکو سنکر وہاں پھرو
پر کھودوانے کا حکم دیا نیز۔

گیا رہواں سرگ

اسی میں راج سمندر تالاب ورکا کمرولی کے پل اور سب عمارتوں کی لبنائی چوڑائی
اور بلندی کی مفصل مقدار اور اصطلاحوں اور قاعدوں کے ساتھ لکھی ہے جو سلیپ
سے علاقہ رکھتے ہیں سو وہ بغیر دیکھنے موقع اور نہ تو نے ترجمہ واقف سلیپ شاستر کے سمجھ میں آئی
اس لیے مجبوری قلم انداز کی گئی۔

بارہواں گ

اسمین بھی وہ ہی گفتگو ہے مگر اخیر کی عبارت سے اس قدر سمجھا گیا کہ وہ پل چھ ہزار
چار سو تیرہ ورعہ لبنا سنگ مرمر کا ہے اور اوس کے بارہ حصہ ہیں اور انکیں عمدہ
مکان اوپر بنے ہیں اور چھوٹے مکان اور شوالے وغیرہ کی تعداد اڑتالیس ہے اسمین
سنگین اور چوڑی اور پارچہ کے بنے ہوئے سب آگے اس مقام پر رانا اودوی سنگ نے بھی بند
باندھنے کا ارادہ کیا تھا مگر اوسنے اس بڑے کام کو اپنے حیلہ اسکان سے باہر دیکھ کر اودوی
ساگر نام تالاب و دے پور میں بنایا اب سو برس کے بعد رانا راج سنگ نے یہاں پل اور عمارت
بنا کر اپنے اور اپنے دادا کا نام روشن اور ارادہ پورا کیا۔

بہتر ان سمتوں میں اسوجہ سے کہ غلطی معلوم ہوتی ہے کہ اول تو ماہ سدی پور ناشی سمت ۱۸۲۱ء لکھو اور
بعدہ پھاگن ہدی ۱۱ سمت ۱۸۲۹ء اور بعدہ جیٹھ سدی ستھین۔ اور سال ہندی چٹیت سے پلٹ
جاتا ہے اس صورت میں کچھ سمت ہو سکتے ہیں یا مصنف نے آگے پیچھے کر دی یا شاید میواڑ میں گناک سے
نیا سال جاری ہوتا ہو۔

تاکہ چوتھہ توکل آگئی اور پانی تالا ب میں ناو کے لائق آج تک نہیں ہوا اگر یہ صورت
 پاسے گا تو آئندہ عمدہ صورت نہیں کیونکہ بعد چوتھہ کے سنگہ کا برہمیت آجا لگا
 یہ بڑی تشویش اور تکویتی خصوصاً رانا دت رام سنگہ کو جو اس تعمیر کا سردار تھا بڑی
 بوجی اوسنے رانا راج سنگہ سے جا کر عرض کی کہ مہاراج پانی تالا ب میں ناو کے لائق
 بن اور ناو ڈالنے کا صورت کل کا ہے اگر کل یوں ہی چلی جائیگی تو پھر سبب حائل
 دینے برہمیت سنگہ کے تیرہ مہینے تک اور صورت اس کام کا نہ نکلے گا آپ برہمن
 لوگوں سے اس امر کی چارہ جوئی کیجئے ورنہ ہم سب کی محنت اور خوشی یوں ہی ضائع
 جاسی گی راجہ نے غریب واس خدات سے اس معاملہ میں صلاح پوچھی اوسنے کہا کہ
 مہاراج براہ کشتیوں کا جب کہ عادیج ہی مہاراج فضل کرے گا رانا نے فوراً برہمنوں
 جب کہ کونے کا حکم دیا برہمنوں نے جب شریع کی جو کہ رانا کے سارے کام مطابق ہو
 آگئی کے تھے اس لیے اوسی دن دوپہر کے بعد ابر گھرا یا اور خوب بارش ہوئی سیانہ
 کہ وہ تالا ب بھر گیا چوتھہ کے دن رانا نے ناو میں بیٹھ کر تالا ب کی سیر کی لوگوں نے پ
 راجہ کو فایز المرام دیکھ کر بہت خوشی منائی۔
 ماہ چھیٹہ ۲۸ میں راجہ کے حکم سے تالا ب کی سوہیاں بند کر دی گئیں اور پانی کا مال
 بھی بند کر دیا۔
 سمت ۲۹ میں ماہ سودی پورنماشی کو چند رمان کا گن ہوا اوس وقت رانا راج سنگہ
 نے اڈا لکی سوٹکے بھر سونے کا کلیپ انا دان اور ایک سو اسی توکہ سونے کے پانچ ل
 اور بہا ولی نام کا نو برہمنوں کو دیا ایک ہزار اٹھائیس توکہ سونا ان دانوں میں
 مرن ہوا تھا۔
 سمت ۳۰ میں پچا گن بدی گیارہ سو کو بہوانی گرام پھاڑ کے پاس رانا
 حکم سے ایک اور بند باندھے کا کارخانہ قائم ہوا سو ایک ہزار اٹھائیس توکہ سونا
 بند باندھا گیا۔
 سمت ۳۱ میں چھیٹہ سدی ستین کو رانا راج سنگہ نے الٹنگ سادہ بوجی کے

دشوان سنگ

راناراج سنگ کے اور تعمیرات کا ذکر

دہان سے قریب سبرن سیل ایک پہاڑ ہے اوپر بھی راناراج سنگ کی ایک عمارت بطور قلعہ کے راج مندر نامی بنائی تھی سو ستم^{۲۳} میں ماہ منگسر کی مانڈ و سہمی کو راج مندر میں داخل ہونے کا مہورت تھا اوس دن راج سنگ رانا محل مذکور میں رونق افروز ہوا اور ستم^{۲۴} میں کار تک بدی موج کو اوسی محل میں سو سنگ بھر سونے کے پانچ کلپ برکش اور سو سنگ بھر سونے کا ایک مہا بھوت گمٹ نکھا اور ایک ہزار روپیہ بھر سونے کا ہر نیا سو چھو بڑ ہمنون کو دان میں دیا ان سب میں گیارہ ہزار چھ سو تیر روپیہ صرف ہوئے تھے ستم^{۲۵} میں بیساکھ سو دہی ۳ کو راج سمندر تالاب کے اندر کی سیڑھیاں اور باہر کے پستے کی تعمیر شروع ہوئی اور چھپہ کے اخیر اور اسارہ کے شروع میں سات کا پانی اوس تالاب میں آیا اور پانچ چھ مہینے ون میں بل کا مونہہ پھرون سے پھرا لیا اور پل کے اوپر بڑے بڑے اوستادون نے سنگ مرمر کی چوکیاں تیار کر کے ایک عمدہ ترکیب سے جڑ دین وہ مکان نوچو کیا کھلاتا ہے کیونکہ اوپر نوچو کیاں سنگ مرمر کی جڑی گئی ہیں اور وہ مٹی جو پل کی بنیا دے نکلی تھی اور جا بجا ڈھیر پڑی تھی وہ سب اسی میں لگ گئی۔

ستم^{۲۶} میں راناراج سنگ نے اپنی سالگرہ کے دن ایک ہزار بیس توکر خالص کا ہم ہستی رتھ وان کیا بڑا

ستم^{۲۷} میں اسارہ بدی چوتھ کو رانا کے ناو میں بیٹھنے کا مہورت مقرر کیا تھا اور ناو بھی تیار ہو گئی تھی لیکن تیج کے ون تالاب میں پانی کم تھا اس لئے لوگوں نے مٹرو بڑے لینے ایک گروہ۔

بڑے لینے پیل کا درخت طلائی۔

بڑے لینے سونے کا رتھ مہا تھیون کے۔

تھی۔ پہلے نیو اوسکی ایسی گہری کھودی گئی تھی کہ اوسین پانی نکل آیا تھا اور پانی
 بننے سے پہلے نیو اوسکی ایسی گہری کھودی گئی تھی کہ اوسین پانی نکل آیا تھا اور پانی
 بننے کے لیے جا بجا کھلیں کھڑی کی گئیں تھیں اوسکے ذریعہ سے پانی نکالا جاتا تھا اور
 یہ سیکھ ہال اپنے گھڑوں کے بہت نصب تھے جنکو بلوین سے حرکت دیکر پانی کھینچا جاتا
 رہن کہ سارے ہندوستان کے علم و ہنر اس پل کے بنیاد سے پانی نکالنے میں مل
 سے تھے اور اس کام کے آدھوں بہت کچھ قدر تھی جو دور دور سے آکر ترکیبیں بتائے
 اور جا بجا پختہ نہرین بناوین کہ وہ پانی جو نیو سے نکالا جاتا تھا اونہیں جاری تھا اور

میں دار لوگ مفت اوس پانی سے اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے تھے۔
 غرض کہ بعد تیار ہو جانے نیو کے سمٹا ہن بیسا کہ سودی تیرس کو سو سووار کے دن
 پل باندھنے کا سورت تھا جب وہ ساعت کہ بہت مہل۔ رک اختیار کی گئی تھی آئی تو غریب
 داس پودست کے بٹے بیٹے رنجوڑا سے اپنے ہاتھ سے پانچ بیسی سل وہاں پہنچے
 اور اولن پر گئے قسم کے جو اہرات رکھے گئے اور ہماروں نے بنیاد کی تعمیر شروع کی پھر
 پل میں ہاتھیوں کے ذریعہ سے پھر پھر گئے جب سات دن کے عرصہ میں یہ نیو
 پھر دن سے بھر کر اوپر تک آگئی تو پھر پل کے اور دیواروں کو اوٹھانے لگے اور قبل از
 پل کے ندی کا موٹہ بند کر دیا تھا۔

رام چندر جی نے تو اپنے قوت بازو سے سمندر میں پل باندھا تھا اور رائے بہت سے
 آرمی کی حکمت سے زمین میں مل بنایا۔
 جب کہ وہ نیو اس قدر گہری کھودی گئی تھی کہ زمین سے پانی نکلنے لگا
 تھا تو ایک طرف کی نیو میں جو مغرب روئے تھے پانی کے ساتھ میں تھے
 مچیاں سانپ سفید اور زرد لکڑی آئین تھیں سلیپ شاستر کے لڑ جاتے والوں نے
 یہ تکم دیا تھا کہ اس شگون سے ایسا جانا جاتا ہے کہ اس تالاب میں پانی ہمیشہ بہ
 رہے گا اور اوسکے بنانے سے مسراج کی تعریف اور نیکی لائی جا بجا مشہور ہوگی
 اوس مقام پر سیب جاری ہونے اوس کارخانہ کے شہر سے زیادہ آبادی اور رونق
 بہت سیب شاستر میں اہل بنائی کی ترکیبیں اور انکی مساوت و خواست کے احکام ہیں۔

توان سگر

راج سمندر تالاب کے شروعات کے بیان میں

۱۹۹۸ء میں منارا انجلیت سنگہ کے حین جیات کنور راج سنگہ جلیہر کو واسطے شادی کے جاتا تھا اور سوقت اوسکی عمر بارہ برس کی تھی راستہ میں ایک مقام پر چھیل و مکیرہ کو راوہ کیا کہ جو اپنے گانوں کی سرحد میں ایک بڑا تالاب بنوایا جاوے تو خالی از مفید عام نہوگا۔ گو کہ نو اسنو ارشوالی بہگاد و امور چھنا چپ بنو نہ کھیر ہی چھپا پر کھیر ہی تاسنول مید اور بہا گانوں نو ہن ریا سونکی کھیلے کانکر دلی مذہب بعد جب یہہ رانا مسند نشین ہوا تو ماگتہ سمٹ ۱۷۱۸ء میں روپ پتیر بھونج جی کے ورشن کو گیا اتفاق سے اوسی سر زمین میں گذر ہوا اور وہ ہی بات یاد آئی جو اول تجویز کی تھی تو اپنے پروہت سے اوسکا اظہار کیا اور کہا کہ یہ ایسی ایک بہت بڑی مہم ہے کہ اس میں لاکھوں روپیہ خرچ کو چاہئے اور بہت ملندگی رہے۔ دن اسی کام میں برابر مصروفی رہی تو یہ انجام کو پہونچے کہ کوہلی کے بادشاہ سے ہمیشہ مقابلہ رہتا ہے اوسکی فوجوں کی مداخلت اور ممانعت سے اس قدر فرصت کہان جو اس طرف متوجہ ہووین پروہت نے رانا کو ایسی ترغیب دی اور اوسکی بہت بڑی کہ وہ اس کار خیر کے پورے کرنے کو پڑی سرگرمی سے مستعد ہو گیا اور پہلے پہل گو متی ندی کے پل باندھنے کا ارادہ کیا جو دو بڑے پہاڑوں کے درمیان میں ہو کر آتی تھی۔ پس متی ماگتہ سووی ستین روز چار شنبہ کو کہ یہ صورت عمارت کے لیے بہت مفید تھا اس کام کی بنا ڈالی اور ستادوں اور سماروں نے وہاں بنیاد کھودنے اور پل باندھنے پر عہد باندھا موزورونکی کچھ تعداد نہ تھی جیسے راجہ سگر کے ساتھ ہزار بیٹوں نے زمین پر کر باندھ لی تھی ویسی ہی یہاں ایک مخلوق زمین کھودنے پر اولٹ پڑی تھی اور رانا سراج اس کام کو بہت بڑا سمجھ کر آپ اوسکا اہتمام کرتا تھا اور اپنے ہوشیار و متحد آدمیان پر اونکی لیاقت کے لایق اس کام کو تقسیم کر دیا تھا جب نیو کھڈ کرتیار ہو گئی تو رانا نے اپنے روبرو پل بند ہونا شروع کیا۔

بتا کر مسح دو ہزار اور سب سامان اور اپنے وزن کے موافق گج سوتیوں کی قیمت خیرات کی اور لم تھی دان میں دیا۔

سمت^{۲۵} میں ماگھ سودی دسوی کو مچھی گانو کے تالاب کی پرستھا پنہ میں چاندی کی تلاکی اور اس تالاب کا نام جناسا گر رکھا اور غریب واس پر روت کو گن ہنڈا اور دیو پورہ دو گانو دسوی اور اس کی تیاری میں چھ لاکھ اٹھاسی ہزار روپیہ صرف ہوئے تھے راجہ نے اپنی والدہ کے نام پر جو انتقال کر گئی تھی یہ تالاب بنایا اور اس چشمہ فیض اور اس خیرات کا ثواب اپنی ماں کی روح کو بخشا۔

اوسی دن اودے پور میں رانا کے حکم سے کنوجی سنگ نے رنگ سرور تالاب کی پرستھا کی اور ایسے ایسے دان کئے کہ جیسے سخی اور فیاض کرنے میں اور اوسکی ملکیت کو سخاوت اور فیاضی سے کمال فرحت حاصل ہوتی ہے۔

پچا گن سودی پور نامشی سمت^{۲۶} کو یہ کتاب جمین راج سمند تالاب کے پرستھا کا حال لکھا ہے اور نام اوسکا راج پرستنی ہے تمام ہوئی اس سرگ کے اخیر میں رانا اودی سنگ سے لے کر رانا راج سنگ تک کسی نامہ اور میوا کی زبان میں اتنا اور لکھا ہے سمت^{۲۷} میں ماگھ بدی ستین کو بدہ کے دن رانا راج سنگ نے راج سمند کی تعمیر شروع کی اور سمت^{۲۸} میں ماگھ سودی پور نامشی کو جمہرات کے دن راج سمند کی پرستھا کی اور چھ دن میں اوسکا ڈورہ پچیر کر سونے کا ملا دان دیا اور سب برہمنوں اور بھٹ چارنوں کو انعام دئے۔

اور یہ نام بھی لکھے ہیں رنجور بھٹا اور اوسکا میٹا چھٹی نامتہ گیہر کلیان رگیدہر موہن سنگ کی شوجی سندرجی لالہ جی سوم پورہ واس اودے پور۔

یہ بڑے بہت ہندو میں یہ ایک رسم اس واسطے مقرر ہے کہ عمارت کے بنانے میں جو بجے سے جائز تعلق ہوتے ہیں اور مذاب و دور ہجانی کی غرض سے خرافیض موزہ بکالائے میں اور بی ثباتی عالم اور بی دنیا کی مریض نظر کر کے اوس عمارت کے مذکور ہوتے ہیں اور جو عمارت کہ مثل سراہی اور لٹ اور تالاب وغیرہ کے سفید عام ہو جو نواد کا ذاتی اور غیرسانی کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔

ماہ چھ گن سمیت امین رانا راج سنگھ نے دوپٹاڑی کا کھانا منہ پر لپیٹ کر روٹ اور لوہے کی گھڑی
بدھوایا اور وہاں دروازہ بنا کر گواشت پڑھا دی۔

سمت ۱۷ امین رانا راج سنگھ فوج لے کر کشن لکھ پڑ گیا اور روپے سنگھ رات کو مہینے پر
پہنچی بیٹی بادشاہ کو دینے کے لئے رکھی تھی اور سچ اپنی شادی کی تھی۔

سمت ۱۸ امین رانا نے میول ویس میں بڑا لشکر کشی کر کے وہاں کے مزان کو مٹا دیا
لیا اس لڑائی میں بہت مہینی مارے گئے اور رانا وہ ملک سچ مال خیریت کے لئے
بہادر سپاہیوں کو دے آیا۔

سمت ۱۹ امین رانا دت رام سنگھ رانا راج سنگھ کا سردار سردی کو گیا لکھ۔ اچ کا
بیٹا او دے رہاں او سکے ساتھ تھا او سننے لکھ راج کو سردی کی منہ سے اوتارا او
آپ او سکی جگہ منہ نشین ہوا جس پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ رانا اپنے مخالفین کا مددگار
اور دشمنوں کی نیست نالو کرنے والا ہے نہ ہنہ۔

سمت ۲۰ امین رانا راج نے انوپ سنگھ راجہ گبیلہ کے بھائی کنور بہادر سنگھ کو مہینے
جے کنوری بائی اپنے بیٹے دے او اٹھانے لڑکیاں اپنے خاندان کی اور او سکھو
دین او س شادی میں جب رانا راج سنگھ اپنے بھائی بھٹوں سمیت واسطے تناول
طعام کے گھیلوں کے ساتھ بھی تو بہت سے گھیلوں میں ایسے تھے کہ کسی کے
ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے مگر اس مقام پر انھوں نے متفق ہو کر رانا سے کہا
کہ آپ کے یہاں کا کھانا ایسا ہے کہ جیسا جگنا لڑے کا پر شا دھوتا ہے ہم او سے
تناول کر کے پاک ہو گئے راجہ نے اس تقریر سے خوش ہو کر اونکو ہاتھی گھوڑے
اور زیور بخشے۔

سمت ۲۱ امین مانگھ بدی ماوس کو سورج کا گھن ہوا رانا نے سونے کی گاسے
بڑا میول ویس شاید مگر سے اور میر واٹے کے پہاڑے علاقہ سے مراوہ جہاں میرون او چھوٹی
قوم آبا اور او دے پور کی ریاست سے ملتی ہے۔

بڑا اس تغیر متبدل کی وجہ مولف راج پرستی نے کچھ بھی نہ لکھی۔

وہ سب چیزیں یاوسی کو دی دیں۔

سمٹ^{۱۶} میں رانا راج سنگھ نے راول گرد و ہروالی ڈوڈا کو پور کو بلوا کر مع اور ٹھا کر دن کے اپنا
صلح کر لیا راول نے بھی براہ اطاعت اور فرمانبرداری کے رانا کی خوب خدمت کی اور جو خیر
عمدہ اوسکے پاس تھی وہ راکو نذر میں دی۔

۱۷ء میں رانا راج سنگھ اپنی فوج لے کر بساڑی کی سیر کو گیا سلطان سنگھ چون
سبل سنگھ راوت لکھنا تھے سنگھ راوت محکم سنگھ چوڈاوت اور عم سنگھ سکناوت یہ سب اگلے
تھے ہری سنگھ راوت دیولپہ والا اگر راجہ کے پانوں میں بڑا اور پچاس ہزار روپیہ اور ایک
نہر فیمل مع فیمل مادہ کے نذر کئے۔

سمٹ^{۱۸} میں جٹ میا کھ سو دی نو میں منگل کے دن مہارانا کے حکم سے بانسواڑہ کے
کلیے کو فتح چند متری مع پانچ ہزار سوار اور کئی سواروں کے گیا اور راول کی فوج کو شکست
دی آخر راول سمری نے ایک لاکھ روپیہ نقد اور ایک فیمل مع مادہ فیمل کے دیگر
صلح کر لیا اور دس گاناواو سکے خالصہ ہو گئے رانا نے وہ وٹس گاناواو اسکا ملک وٹس
ہزار روپیہ واپس کر دیے۔

چرہ یہی فتح چند رانا کے حکم سے فوج لیکر دیولپہ کو گیا وہاں کے ٹھا کر دن سے لڑ کر فتح پائی
اور یہی سنگھ فرار ہو گیا مگر ہری سنگھ کی ماں اپنے پوتہ پر تاب سنگھ کو لے کر رانا کے پاس
آئی رانا نے پر تاب سنگھ کو چھاپنے مصاحبوں میں داخل کیا اور فتح چند نے مہربان
ہو کر اسی میں ہزار روپیہ مع ایک مادہ فیمل کے تیرا نہ میں لیا ان مدد خدمتوں کے بجا لانے
سے رانا کے ولین فتح چند کی بہت کچھ جگہ ہوئی۔

بعد ازاں ان کے راج سردی کا راجہ رانا راج سنگھ کی مہربانیوں اور حسن اخلاق سے
خود بخود اسکا صلح و محکوم ہو گیا۔

بڑا بڑا شاید کہ بانسواڑہ سے مراد ہے جو مہمان نسبت آگے بھیجے ہوئے ہیں۔

جنہ اغلب ہے کہ پر تاب گڑھ اسی پر تاب گڑھ کا بلایا گیا ہے اب دیولپہ کی راست کا مدد مقام ہے۔

۵ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جین فتح سنگھ نے راوت ہری سنگھ سے لیا۔

آنکھوان سرگ

رانا راج سنگھ کی مالک شیر سے واپسی پر دو گرو پور و غریہ لکھنے میں لگا رہی

ماہ بیٹھ گیا میں رانا راج سنگھ کے تیرے چہان پر اندری پرستہ ہو کر ان پر غم آئی۔
اورنگ زیب دہلی میں تخت نشین ہوا رانا راج سنگھ نے اسے سنگھ کو تیرے چہان پر غم آئی۔
دلی کو بھیجا اور سنہ دہان پہونچ کر بادشاہ کو رانا کی پیشکش دے دیا بادشاہ نے وہاں پہونچ کر
اختیار نامہ اور ہاتھی گھوڑے رانا کے واسطہ اور اسکے حوالہ کے پھر اسے سنگھ دلی سے نہتہ
ہو کر اپنے وطن میں آیا اور بچو لایا تھا وہ رانا کے نذر کیا ہوئے۔

اسی سال میں اورنگ زیب اور اس کے حقیقی بھائی شجاع کے درمیان ابراہیمی قیام
ہوئی رانا راج سنگھ نے اورنگ زیب کی نیشو شنوہی کے لیے اپنے بیٹے سردار سنگھ
اورنگ زیب کے پاس بھیجا اور سنہ اورنگ زیب کے روبرو لڑ کر شجاع کو منسوب کیا
اورنگ زیب نے خوش ہو کر اسے بانقشانی کے حملہ میں سردار سنگھ کو خلعت مع ہاتھی وغیرہ کے
واجب سردار سنگھ رانا کے پاس آیا تو کچھ بادشاہ سے لایا تھا رانا کی خود تین بیٹے کیا رانا نے

بڑھاپا میں مذی کا حال معلوم ہوا شاید کہ پھیل سے مراد ہے۔

پھر جب اورنگ زیب نے اکبر آباد پہونچ کر اپنے بڑے بھائی داراشکوہ پر فتح پائی اور خلعت اس کی طرف جمع
ہونے لگی تو کنور لال سنگھ راج سنگھ رانا کا بیٹا اپنے باپ کی طرف مبارکباد کے لیے اورنگ زیب کے پاس حاضر ہوا
خلعت فخر مع ایک عتقہ مراد کنور لعل سنگھ کو دیا اور رانا کے لیے سر پہ مرصع ہینچا اور کچھ بدو بعد سر پہ اور منج
طرہ کنور لعل سنگھ کو بھی عطا کیا بعد اورنگ زیب داراشکوہ کے تعاقب میں پنجاب کی طرف گیا کنور لعل سنگھ بھی ساتھ ہوا
سنان میں تلک مذی کے کنارہ پر رانا راج سنگھ کا منصب شش ہزاری شش ہزار سوار کام ہو گیا جس میں ایک ہزار سوار و اسے
اور سہ اسے تھے اور دو کروڑ دام کا ملک عطا ہوا سر شجاع کی لڑائی و پیش ہوئی کنور سنگھ اور میں بھی موجود تھے
اورنگ زیب نے شجاع پر فتح پا کر کنور لعل سنگھ کو موتیوں کی سج ہو کر لگی سک دیا و زحمت کیا مراد عالم سے
دو کروڑ دام پہونچ لاکھ سو پہونچے میں معلوم نہیں کہ یہ ملک دو گرو پور اور بانسواڑہ کا تھا یا علاوہ اسکے۔

اور جو باقی رہی اس کو رانا کے سپاہیوں نے خوب لوٹی اور ان کی حق پرش سے بہت
کچھ زمین پر بھی گر گئی تھی وہ گھوڑوں کی تاپوں سے چاروں طرف اوڑھی اوڑھی
پھرتی تھی۔

اس لوٹ میں بہت سے مسلمانوں سے راجپوتوں کے ساتھ جو کہ خوب مال لوٹا
تھا مگر راجپوتوں نے مطلق ہو کر انھوں سے چین لیا مسلمانوں نے رانا راج سنگھ
سے فریاد کی چنانچہ رانا نے ان کی لوٹ راجپوتوں سے اونکو واپس دلوا دی۔
پھر ٹونک بکر سانجھ لال سوٹ پٹو کیڑی ریتھنور فتح پور بیانہ اجمیر کو بھی رانا کی
فوج نے تاخت و تاراج کیا اور ان شہروں کے رہنے والوں سے خاطر خواہ مال
لیا۔ اجمیر کے جہن جن، تماموں پر رانا امر سنگھ نے دو دو پہر ٹھہر کر لوٹ مار کی تھی اور
علاقوں پر رانا راج سنگھ چار پہر ٹھہرا اور خوب دل کھول کر اونکو لوٹا اخیر چپائی نہ ہی
تک جا کر واپس چلا آیا۔

پھر اب ٹونک علیہ ریاست ہے سانجھ جن ہے پور جوہ پور کا قلع ہے لال سوٹ چاشو تھیر میں ہی کا
راج اور اجمیر کیڑی فتح پور میں سرکار و قندار کی عمارت ہے، بیانہ بھرت پور کی ریاست میں شامل ہے مگر میں
اونیا۔ وکارا۔ راجہ جوہ پور والہ کا بجائی ہے وکیل ہے ان دنوں یہ سب بادشاہی مکان تھے ان کو
لوٹ کر رانا نے اپنے دلکا و غصہ نکالا۔ وکارا جوہ بھارت چنے میواڑ کے شاہان وہلی کی فوجوں نے بھٹ
بھٹ اوسکے، لین چلا آتا تھا۔

سہروردہ اس امر میں بحث کی جاتی ہے کہ رانا راج سنگھ وراثت میں بادشاہی علاقوں میں کس وقت میں واقع
ہوئے اور اس وقت وہلی کے سلطنت کا کیا حال تھا جو حساب کی رو سے سنگھ کے بعد راج سنگھ نے پورا
اور بھارت کی مشہور ہجری کے مطابق تھے اس سال میں شاہ جہان ایسا سخت بیمار ہو گیا تھا کہ تمام ہندوستان
اور سکے مرنے کے خبر متشہر ہو گئی تھی داراشکوہ سلطنت کے امور کو انجام دیتا تھا اور مرزا شجاع اور
مرزا بخش اور آرنک نیب داراشکوہ کے متین و بجائی داراشکوہ سے سلطنت چینی کے لئے اپنے اپنے تمام
روانہ ہو چکے تھے اور ان کے فتنہ و آشوب سے ہندوستان کا کام انتظام پر عمل درشتہ میں ان کم ہو گیا تھا
وقت میں راج سنگھ نے فرصت کو غنیمت سمجھا اور جو کچھ کرنا تھا وہ کام کر لیا۔

روانہ ہوا مانڈل گڈہ والون کو زیر کر کے اونسے نذرانہ کے بائیس ہزار اور بیڑہ والون سے
 بیس ہزار اور شاہ پورہ والہ سے بائیس ہزار روپیہ لیے بنلا اور ٹوڈہ کے اوپر بیڑہ ہزار
 فوج بھیجی اسے سنگھ وہاں کے راجا نے ساٹھ ہزار روپیہ جرمانہ کے دے دیے اور
 ایک سردار نے جاگرویر پور پر حملہ کیا وہاں کے راجا نے لشکر لے کر پورہ پہنچا
 دن تک لڑائی لڑی تو ٹوڈہ عین غلامی ہر قسم کے مال اسباب کے ہیرہ موتی وغیرہ
 جواہرات اہل فوج کے کثرت ملے آئے۔ اس شہر میں لشکر اس افراط سے بھری تھی کہ
 جہاں تک بیوپاریوں سے ملے ہوئے تھا فوج کے ڈر سے کنوؤں اور تالاؤں میں ڈال دیے۔

پھر ان تین علاقوں میں تو رانا کے ہی جاعوز و اقربا جاگیر تھے مگر مانڈل گڈہ والون کی نسبت شبہ نہ تھا۔
 ٹوڈہ میں اگرچہ قدیم سے سلطنت کی چوٹی سے ریاست تھی مگر ان دنوں میں کچھ مدت پہلے سے
 سکیم و سرکھ تھا معلوم نہیں کہ یہاں کس وجہ سے اسکی عداوت ہو گئی تھی جو کہ اسے سنگھ و دیو راجہ جیم وادراہ
 اس سنگھ کا بیٹا تھا اور راجہ جیم نے شاہ جہاں کو ایام کثرت میں ایسا ساتھ کیا کہ جان سے بھی دریغ نہ کیا اس نے
 چاہتا ہے کہ شاہ جہاں کا بادشاہ ہو کر اسکی بیٹی راجہ کے ساتھ رہے اسکی کیا ہو گا اور ٹوڈہ اور سویت پور کو اسکی
 شہر و زمین نہایت آباد و پر رونق تھا اسکی راجہ و بادشاہ فرنگ کے لچے نے جو جہانگیر کے عہد میں یہاں آئے
 ٹوڈہ کا حال بڑی تعریف کے ساتھ لکھا ہے۔

جب کہ رانا نے اس پر لشکر کشی کی تو اسے سنگھ کچھ دن پہلے نذرانہ کے کنا سے راجہ جیم وادراہ کے ساتھ
 دارا شکوہ کی طرف سے مالوہ کا عہدہ دار تھا اور رنگ زیب سے شکست کھا کر اپنے وطن میں آ گیا تھا یہ بات فارسی تاریخوں سے
 معلوم ہوتی ہے۔ اب ٹوڈہ میں ہمارا راجہ بچہ پور کی عداوت ہے اور پہلے کے مانند آباد ہیں۔

پھر پورہ اول چوٹی سیستی تھی اسکا مال و بیڑہ اسنے اپنے نام پر سبائی تھی چند پشت تک اسکی اولاد یہاں رہی
 کرتی ہی پھر مسلمانوں نے اونسے جین لی ہو کہ یہ سیستی بہت اچھی موقع پر تھی اس لیے فتح ہوئے چھوڑ کے اگر کسی
 میں وہاں کی رعیت اور ساہوکار یہاں آئے اور ایک مدت بعد رفتہ رفتہ آبادی کی کثرت سے پورہ بڑا شہر ہو گیا کہ ہر قسم کے
 اشیاء اور لوگوں سے آباد و سرسبز ہو گیا تھا اور وہاں کے بادشاہوں کو طرے یہاں مل رہا تھا اگرچہ سے رانا راجہ سنگھ نے
 اسکی رونق اور لطافت سب جاتی رہی اور بڑے بڑے ایسا خراب ہو گیا کہ اسکی ہزاروں کنڈا و جڑے پڑے ہیں یہاں
 جو بنے لکھا ہوا ہے اسکی آویں سے سناہو اور اب یہاں بھی ہمارا راجہ پور کی عداوت ہے۔

سمت میں کاتک سودی کو اکٹنگ مہادیو جی کے مندر میں رانا راج سنگھ نے
 بیس نامہ پیر سوئے باقی دان کیا اور برہمانڈ کا بھی دان دیا۔
 سمت میں پوس سودی گیارہ سو کو رانا نے اسمید جگ کرنے کی تیاری کی تھی مگر
 پنڈتوں نے کہا کہ گجگ میں اسمید جگ کرنا منع ہے اس لیے رانا نے وہ سفید سیاہ
 کوش گھوڑا جو جگ کے لیے آیا تھا مع زین پوش زرین اور زور جڑاؤ کے مد
 سودن بھٹ تیگک برہمن کو دان کر دیا اور چوڑھتری چتر وغیرہ تو کچھ سامان
 اس گھوڑے کے تیار ہوئے تھے وہ سب دسے ڈالے برہمن نے اس
 گھوڑے پر سوار ہو کر انا کو اچھی اچھی دعائیں دیں اور جب وہ اپنے گھر کو جانے
 لگا تو رانا گھوڑے کی لگام پکڑ کر ترو قدم او سکھو پونچا نے گیا بعد مد سودن کاشی
 جی میں جا بسا اور اس کے حق میں دعائیں دیتا رہا وہ اس دان میں سب ملا کر ایک
 لاکھ ۲۵ ہزار روپیہ خرچ ہوئے تھے۔

ساتواں سرگ

رانا راج سنگھ کی سواری رفته حات کے بیان میں

اس سرگ کے شروع میں رنچوڑ بھٹ نے رانا کی سواری اور اس کے لشکر کی
 آراستگی اور سوار پیا وون کی شان شوکت اور تقارہ نوبت کی زور شور اور توپ
 بند و قبان وغیرہ آلات حرب کی تعریفیں بڑی فصاحت بلاغت اور شاعرانہ لکافات
 سے کی ہیں۔

✽ خلاصہ یہ ہے کہ رانا راج سنگھ لشکر جمع کر کے سمت میں پیا کھ سودی
 دسین کو بڑی دھوم دھام کے ساتھ اپنے ملک کے دورے کو اودے پور سے
 ✽ محنت نے اکثر جاقات کو اسے پیچھے لکھا ہے چنانچہ پچھلے سرگ میں جو اسمید جگ کا ذکر بیان
 کیا تو وہاں سمت لکھا ہے: ساتواں سرگ سمت شروع کیا

ہیں پھر کیسے ہو گا مدد سودن بخت نے کہا اسی خان سفودہلی کے بادشاہ کے لاکھ
سوار اور رانا کے بائیس ہزار پیدا کر نے والے نے برابر پیا کیے ہیں خان سیہ سنگر
ولمیں خفا ہوا پھر جے سنگھ اور خان نے کہا کہ رانا کو ہمارے ساتھ چل کر بادشاہ کی ملازمت
کرنا لازم ہے جب رانا راج سنگھ کو اس گفتگو سے اطلاع ہوئی تو اوسنے بادشاہ کو
خوش کرنا مصلحت سمجھ کر اپنی بیٹیوں کو بادشاہ کی ملازمت کے لئے بھیجا اور سلطان
سنگھ رانا کا بڑا بیٹا شاہزادہ داراشکوہ کی معرفت شاہ جہان سے ملا۔

پھر رانا راج سنگھ نے اپنی ماں جناوی رانی کو چاندی کی تلامین بیٹھائیں اور
ہاتھی کی قیمت خیرات کروائی اور سوقت روپ سنگھ راٹھوڑ مانڈل گڈہ میں تھا رانا
نے اوسکے سر پر اکھوڑا اس مہاجن کو مع فوج کے بھیجا جب وہ قریب پہونچا تو روپ سنگھ
وہاں سے بھاگ گیا۔

سیر المتاخرین مرات العالم میں لکھا ہے کہ سنہ ۶۴۲ ہجری مطابق سنہ ۱۶۵۲ء موافق سنہ ۱۱
میں شاہ جہان واسطے سیراجپور کے گیا وہاں سنا کہ چتور کی قلعہ کی مرمت ہو رہی ہے
جو کہ یہ بات خلاف قرار وادھی اور عمدہ جا نگیر بادشاہ میں جب کہ کرن سنگھ ولد رانا امر
نے ملازمت کی تھی تو یہ بات ٹھہر گئی تھی کہ رانا امر سنگھ اور بعد اوس کے جو گوئی اوسکا
جانشین ہو چتور کی مرمت اور درستی نکرے اس لئے حمایہ الملک سعد اللہ خان وزیر کو
تیس ہزار سوار کے ساتھ واسطے مہار کر دینے قلعہ مذکور کے اوس طرف روانہ کیا
اوس نے چودہ ہزار دن کے عرصہ میں قلعہ مذکور کو گرا دیا اور رانا نے خبردار ہو کھڑا راشکوہ
سے رجوعات کی بادشاہ نے داراشکوہ کے واسطے سے اوسکی تقصیر عفو فرمائی ساتھ میں
راج پرستی نے قلعہ کا کچھ ذکر لکھا اور سب بات کچھ مطابق ہے۔

اوس زمانہ میں روپ سنگھ راٹھوڑ کشن گڈہ کا راجہ تھا مگر مانڈل گڈہ کے قلعہ
میں اوس کا موجود ہونا مجبذ اس کے اور کسی طرح پر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ بادشاہ
کی طرف سے وہاں کا حاکم ہو گا اور مانڈل گڈہ میں بادشاہ ہے عملہ اسی سے
ہوگی۔

نہایت داس خواص وال :-

اس رانے تخت نشینی سے پہلے ایام راسی زادگی میں واسطے سیر بر موسم
سرب زت بلاس نامی ایک باغ لگایا تھا اور اوسکی باورچی کا نام کھیشہ پڑوسی رکھا تھا
اوس تلکہ در راہ ہمیشہ جیس لکڑیا کرتا تھا۔

سمت اوس کے مینے میں یہ تبرہ پوچی کہ شاہ جہان بادشاہ اجمیر میں آیا اور اوس
وزیر سعد اللہ خان چپورہ کی طرف روانہ ہوا ہے رانا راج سنگھ نے مدد سودن بخت کو واسطے
ال جواب کے اوس کے پاس بھیجا سعد اللہ خان نے اوس کو دیکھ کر کہا کہ رانے اگر
غریب واکن ہو بھیجا ہے اوس سے راسے سنگھ کی طرف ہونہ کر کے جواب دیا کہ ایک تورا
پرتاب سنگھ کا بھائی سکت سنگھ غریب تھا اور ایک میگمہ سنگھ نامی راوت، دیوار وغیرہ
تھا اور یہ بھی اولن ہی غریبون کا کام تھا کہ دہلی کے دو بادشاہ آئے اور کو پناہ دیکھ اپنے
پاس رکھے اور پھر اپنے مالک بنا کے پختہ خان نے کہا سچ ہے اور پوچھا کہ رانے کے
سوار کس قدر ہیں جواب دیا کہ بائیس ہزار ہیں خان نے کہا کہ باپوشا کے لاکھ سوار
راجون کا قاعہ ہے کہ جو بیٹا خواص بیٹے نرم سے ہوتا ہے اس کا نام اور پندیں ہمیشہ
اس کا نظ اوس کے نام کے ساتھ لگا رہتا ہے تاکہ اوسکی اعلیت کی تمیز ہے۔
ہیچے ہینے دودہ کا دریا۔

سنگھ کو مطابق سمت میں رانا راج سنگھ کو شاہ جہان نے منصب راسی خیر ار سوار اور خطاب انا کا مرحمت کیا
ہیچے افسوس ہے کہ اس مقام پر کاتب نے بڑا ظلم کیا ہے کئی اشوک ایسے ناموزون اور غلط دیکھے
ہیں کہ ان کا مطلب کسی طرح پر ابھی طرح حل نہیں ہوا یعنی مدد سودن بخت کا پہلا جواب ایسا مشکوک
اور مہمل نہ ہو گیا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا لکھنا ہر اوسنے جہانگیر بادشاہ اور شاہ جہان بادشاہ کے اور
بد ملز کی جو ایام بناوت میں کچھ کچھ مدت رانا کے گھر ممان رہے ہیں شاہ جہان کا ممان رہنا
تو ہذا اسی کتاب سے ثابت ہے اور جہانگیر کی نسبت اگرچہ کچھ نہیں لکھا مگر عجیب نہیں کہ اوسنے
اپنے باپ سے باغی ہو کر رانے سازش کر لی ہوگی اور وہ اوس وقت رانا کی مہم کے
اور مہمند بھی تھا۔

رانا موصوف نے بھی بہت دان دئے تھے۔

اسی برس میں بیاکھہ سدھی پونوں کو رانا جگت سنگھ نے ایک مندر بنا کر اوس میں گنا تھہ جی کی تصویر
استھاپن کی اور بارہ ہزار مادہ گاؤ اور پانچ گناؤں گنا تھہ جی کو نذر کئے اور مادان ورکلیپا دان
برن شوٹا ہا جمنوں کو دئے اور مدہ سودن بھت کو دوان دیا اور کرشن بھٹ کو کوہنیرا گانوت
مرتن دھوٹا کے مرحمت کیا۔ فقط اس سگ کے اخیر میں یہ لکھا ہے۔

اووے سنگھ پرتاب سنگھ امر سنگھ کرن سنگھ جگت سنگھ راج سنگھ
جے سنگھ جمنوں نے راج سمندر تالاب کے نوچو کیا محل واقع برسر بل کے طاقون
میں یہ راج پرستی جو اوس تالاب کی پرشخیا میں رینچوڑا سے بھٹ لئے
کی ہے سمت میں بھاگن سودھی پور ناشی کو تچرون پر کھو دوا دی۔

خوکر رانا راج سنگھ چھٹا سگ

سنہ ۱۸۷۱ میں راج سنگھ نے چاندی کا ملا دان کیا اور پچاگن بدھی ورج کو انجی ہن
کی شادی کرن سنگھ بھوڑیٹھ کے بیٹے انوپ سنگھ کے ساتھ کر دینی سکے ساٹھاکھڑا کیا
اور اپنے خاندان کی دین۔

سنہ ۱۸۷۲ میں پوس بدھی گیارس کو اندر بھان پنوار کی بیٹی سدا کنوری سے
جورانا راج سنگھ کی رانی تھی کنورجے سنگھ پیدا ہوا علاوہ اس کے راج سنگھ
کے یہہ اور بیٹے تھے جیم سنگھ گج سنگھ سوہج سنگھ اندر سنگھ بہاؤ سنگھ
بھلہ ہرن اسویئے سونے کا گھوڑا۔

بھلہ رتن دھوئے تیراؤ گامے۔

یہہ رانا شاہ شاہ جہان کا سمہر تھا اور اسنے جہانگیر بادشاہ کو بھی نوٹ کیا تھا چنانچہ رانا کرن سنگھ
کے عہد میں کئے بار دہلی کو گیا تھا اور اکشد اوقات بادشاہی مہات میں بے معروف رہا اسنے
سنہ ۱۸۷۳ میں وفات پائی۔

سنت میں رانی جامبوتی دوار کا جی کے درشنون کو گئی چننا پنچہ دیوالی کے آسپ
میں اوس نے رنچھوڑ جی کی پرستش کی اور چاندی کی تلا کر کے برہمنون کو دی
اور بہت قسم کے دان دے اور اسی رانی نے یو نا تھہ گشائین کی دختر مساہ
بہنی کو موقع آہر سے دوہل کی زمین دیکر اوس کے خاوند مدہ سودن بھٹ کے
نام پیشہ کر دیا۔

سارا نا بکت سنگہ روز سند نشینی سے ہر سال چاندی کی تلا کرتا تھا مگر سنت
میں اسارہ بدی اماوس کو سو راج گرہن ہوا اوس دن ادسنے امر کشک میں جا کر رہا
ماذھاتا کے استہا پن کے ہوئے جو ترلنگ مہادیو جی کی پوجا کی اور وہاں سوئے
کی تلامین بیٹھیہ کر تلا دان کیا تب سے ہر برس سوئے کی تلا کرتا تھا اور ہر سال
اپنی سال گرہ کے دن مہا دان کرتا تھا جس میں یہ چیزیں ہوتی تھیں سوئے کا پ
پکیش سوئے کی زمین سوئے کی ساتون سمندر سوئے کا سبوجکر۔

بعد رانی جامبوتی پرتھون کو گئی کا تک کے سینے میں ستمہر کی جاترا کی دیوالی
گوکل اور گوردھن نا تھہ کی دیکھی اور ان کوٹ بھی وہاں گیا پھر کانگ سودی پور نامی
کو سورون گھات پر گنگا جی کا اشنان کیا اور چاندی کی تلا کی بیکانیہ کے راجہ کرن
کی بیٹی اور رام پورہ کے راجہ ہی سنگ کی رانی اند کور بائی نے بھی اپنی نانی بنجانی
کے ساتھ تلا کی رنچھوڑ بھٹ کتا ہے کہ اوس نے وہ تلا دان اور آنا مہیشور کا دان
اپنے نانی کے روبرو بڑی خوشی سے مجھکو دیا تھا بعدہ رانی نے ہر باگ کاشی اور
اجودھیا کی زیارت کر کے وہاں بھی تلا دان سکے اور وہاں سے لوٹ کر اپنے گھر آگئی۔
پھر رانا بکت سنگہ نے اپنی رانی کے ساتھ بیٹھیہ کرایا مہیشور کا دان کیا اور
بولت کی مان پٹی اور باپ مدہ سودن کو دیا اسی طرح رانا امر سنگ کی رانیون اور خود

کہ اور خاندان والوں کی بیویوں کی شادی بیاہ کا اختیار ہی رانا ہی کو تھا اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ اوسے
لینے دختر کا بیاہ دیکھ پاس پاس خاندان کے لڑکیوں کی ایک شخص کے ساتھ کر دیا ہے اور کبھی ادنیٰ
کی تعداد یکا س سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔

وفات اپنے پر بزرگوار کے مسند الیالت پر بیٹھا اور حکام صاحب کھڑے راج فوج لے کر ونگر پور کے اوپر گیا اور پیرا راول کو شکست دیکر بھگا یا اور اسکی خندیل جبرو کے گوگر اگر تمام سامان لے آیا اور ونگر پور کو بھی غلبہ ہوا اسی طرح رام سنگہ راتھور ہمارا ناگ کے حکم سے دیوایہ کے طرف فوج لے کر گیا رات حبونت سنگہ اور اس کے بیٹے مان سنگہ کو مار کر بھگا دیا اور دیوایہ کو لوٹ لیا۔

تمت ۱۸۵۷ء میں گانگ بدی و فوج کو ہمارا ناجت سنگہ کے مان راج سنگہ پیدا ہوا اور ایک برس بعد اسی پیدا ہوا انکی مان مرتبہ کے راتھور راجا کی بیٹی تھی جس کا نام جنادیہ موہن داس ترم سے پیدا ہوا۔

پھر رانا نے اسے راج سردہی کے راجہ کو مغلوب کر کے تو نگا والی لے لیا اور اسکو مندم کر کے اس کے تھپرون اور مصالح سے اپنے یہاں میر و مندر نام محل بنایا اور پیچھو لانا لے کے کنارے پر ایک عمارت بنائی جس کا نام موہن مندر رکھا۔

راجہ بجٹ سنگہ کا مصاحب بھاگ چند نامی فوج لے کر باسنواڑہ کو گیا وہاں اسوقت راول سردہی مالک تھا سو شہر چھوڑ کر مع نوکر چاکرون کے پہاڑوں میں چلا گیا اور وہاں ہی صلح کا پیغام بھیجا آخر دو لاکھ روپیہ جہر مانہ کے اس کے اوپر قرار پائی راول نے وہ پیسہ ادا کر کے آئندہ کے لیے دربار او دے پور کی زیر دستی قبول کی۔

بعد اس کے رانا نے اپنی دختر کی شادی راول سردہی کے بیٹے بہادر سنگہ سے کر دی اور اس کے ساتھ ستائیس لڑکیاں اپنے خاندان کی بھی دیں اور ایک لنگ مساد دیو جی کے مندر کے اوپر سونے کا کلس اور سونے کی دیہا چڑھائی۔

یقین ہو تا ہے کہ رانا کرن سنگہ نے ارجن بھی اپنے بھائی کو اس موقع پر اس کے ساتھ کر دیا ہوگا۔
تو نگا والی سردہی میں کوئی عمارت ہوگی۔

اب واضح ہو کہ اول رانا لوگ اپنی دختر میں کی شادی بے پور جوہ پور کے راجون کے ساتھ کیا کرتے تھے مگر جب سے انھوں نے بادشاہوں کو پٹیاں دیں تو راناؤں نے اسے قطع قلع کر دیا اور جب انکی بیٹیاں سیاہ ہوتی تھیں تو انکا بیاہ کسی اشرف اور خاندانی راجپوت کے ساتھ کر دیتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے

پر جا کر چاندی کی تالا کی تھی اور وہاں کے برہمنوں کو فدیہ ہیرہ نام گانو جاگیر میں دیا تھا اور سرنج کو دیوٹی تھی پھر لکھے راج والی سر دے کو اپنا مطیع کیا اور جہان گیر بادشاہ سے اوسکا بیٹا نورم پیانگی ہو کر رانا کے یہاں پناہ گیر ہوا رانا نے اوسکو اپنا دوست کر کے رکھا اور جب جہانگیر بادشاہ جہان بخت ہوا تو ارجن نامی اپنے بھائی کو ساتھ کر کے اوسے دہلی میں پہنچا دیا کہ وہ وہاں جا کر بادشاہ ہوا اور شاہ جہان نام رکھا۔

مہارانا جگت سنگھ

مہارانا جگت سنگھ متی بھادون سدی ۱۶۶۲ء کو بیہوت سنگھ راتھوڑ کی بیٹی سے جسکا نام بہانوتی رانی تھا پیدا ہوا اور متی بیسا لکھ سو دی تیج سہت کو بعد

۱۶۸۰ء میں شاہ جہان کا اپنے باپ سے بغاوت کرنا فی الواقع درست ہو کر رانا کے یہاں اوسکا پناہ گزین ہونا نہیں معلوم کس سال وسمت میں ہوا اگر مولف راج پستی سہت لکھتا تو وہ تحقیق ہو جاتا مگر یہ ظاہر ہے کہ شاہ جہان ۱۶۲۷ء ہجری مطابق ۱۶۲۷ء و افق ۱۶۲۷ء سے اپنے باپ کی وفات تک ۳۲ سال ہجری مطابق ۱۶۲۷ء و افق ۱۶۲۷ء میں واقع ہوئی سات آٹھ برس باقی رہا اور اسرحد میں کئی بار اوسکا ہندوستان کن اور دکن سے ہندوستان کو آنا جانا ہوا عجیب نہیں کہ جواشاہ سفر میں وہ رانا کے گھر جو راستہ میں پڑا وہاں رہا یا کر ناموٹا وہ اسکے رانا کا بھائی راجہ جگم سنگھ اور جگم سنگھ کے صاحبزادے اور اس کے صاحبزادے اور جگم سنگھ کے مقابلوں میں شاہ جہان کا ساتھ دیا کسی نے نہ دیا۔

۱۶۵۷ء توڑک جہانگیر کے آخر میں لکھا ہے کہ جب جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہو گیا تو شاہ جہان دکن سے واسطے تخت نشینی کے ہندوستان کو روانہ ہوا جب رانا کی عہد داری میں مقام کو گھوڑہ پہاڑ کے دیسے ہوئے نورانا کرن سنگھ نے اگر ملازمت کی جو کہ شاہ جہان اول ہی سے اوس سے بہت خوش تھا اور اسے عہد شاہزادگی میں اوس کے باپ اسرنگھ سے اسی مقام پر لکھو ملیم کی تھی اور اوس کے بھائی بھتیوں نے بھی ایام تکبوت اور مملکت میں اوس کا خوب ساتھ دیا اس لیے شاہ جہان اوس سے نہایت اخلاص اور اخلاق کے ساتھ پیش رفت و خلعت گران بہا دیکر کیا اور آپ ہی ہندوستان کو کوچ کر گیا۔

اور وہاں کی رعیت سے تاوان بھی لیا اور سکا بیٹا کرن سنگھ تھا اوستے سر منج وناہیہ وغیرہ
مالوہ کے بہت سے ملکوں کو ماتحت و تاراج کر کے خراب کر ڈالے تب جہانگیر کے حکم
سے خورم نے رانا کے ساتھ صلح کی موضع گوگوندہ میں رانا امر سنگھ اپنے قیام گاہ سے آیا
اور خورم اودے پور سے غرض دونوں سرداروں نے بڑے تپاک سے ملاقات
کی بعد ازاں رانا امر سنگھ اودے پور میں جا بسا اور سکھ چین سے راج کیا اچھی شہی
میں ہوئی نام اپنے گرو لکھنشی ناتھ بھٹ کو جاگیر کے طور پر دیا اور بہت دان کئے

سہارا کرنا سنگھ

بعدہ کرن سنگھ سند نشین ہوا اس نے اوایل عمر میں گنگا جی کے سوروں لکھاٹ
بندہ یہ حال اکثر تذکر جہانگیری سے ملتا ہے مولن راج پرستی کی تحریر بہت ہی مختصر ہے ہرات کا ایسا
خلاصہ کر کے لکھا ہے کہ سیر اور پانوں معلوم نہیں ہوتے چنانچہ رانا امر سنگھ کا باوجود محصور ہونے کے مالوہ وغیرہ
کو لوٹنا اور کرن سنگھ کا مالوہ میں بٹ مار کرنا اور پھر رانا کا خورم سے ملکر اودے پور میں جا بسنا یہ سب حال
اس میں بہت باتیں ایسی ہیں جنکی مطابقت تو ابیح سے نہیں ہوتی اونکی نسبت تو یہ سمجھ سکتے ہیں کہ موزوں
نے ناپائیدار و ناکونہ لکھے ہونگے باقی رانا اور خورم کے ملاقات کی مطابقت نجونی ہوتی ہے نیا ز مند نے اس
تمام حال کو بڑی شرح و بط کے ساتھ اپنی کتاب تاریخ میواڑ میں لکھا ہے خلاصہ یہ ہے کہ بعد مصالحہ کے شاہزاد
خورم اودے پور وغیرہ رانا کے شہر اور قصبہ جو فتح کر لیے تھے اوسکو دیکھ کر کنور کرن سنگھ کے اجیر کو روانہ ہوا
اجیر میں جہانگیر بادشاہ موجود تھا کرن سنگھ نے شاہزادہ کے ذریعہ سے اوسکی ملازمت کی بادشاہ نے کرن سنگھ کے
حال پر عنایت کر کے اوسکو ایسی ایسی چیزیں عنایت فرمائیں کہ جس سے وہ بدل و جان بادشاہ کا بخیر امان ہو گیا اور بعد
رضعت کے اپنے گھر آیا پھر کنور بگت سنگھ اوسکا بڑا بیٹا اجیر میں بادشاہ کے پاس گیا بادشاہ نے اوسکو بہت
عزت اور سرفرازی بخشی غرض کہ جب تک رانا امر سنگھ زندہ رہا اوسکے بیٹے اور پوتے کی آمد رفت اسطرح ممانعت
بادشاہ کے پاس ہوتی رہی آخر ۱۶۲۸ء ہجری مطابق ۱۶۱۶ء موافق ۱۶۲۲ء میں رانا امر سنگھ نے پچیس برس
راج کر کے وفات پائی اور کرن سنگھ اوسکا بڑا بیٹا اوسکی جگہ سند ریاست پر چھا جہانگیر بادشاہ نے اوسکو
ماتمی بھلاہٹ بھیجا۔

میں نے آپ کو سلام کرتے وقت اسکی پکڑی مرستے اتار لی تاکہ اسکی حرمت باقی
 کیونکہ یہ پکڑی جس سر کی جو وہ کسی ہندو مسلمان کے آگے جھکنا نہیں
 کی نیکنامیوں کا ذکر ہے جو پوتے سرگ میں لکھا گیا۔

پانچواں سنگ

امر سنگ بعد پرتاب سنگ کے مندر نشین ہوا اسکی لڑائیوں اور میا کیوں کا
 پوتے سرگ میں لکھا گیا ہے بعد اوستے عبداللہ خان سے بہت بڑی لڑائی کی پھر
 بادشاہی فوج نے چوبیس جگہ تھانہ بھاگ کرانا امر سنگ کو گھیر لیا اوس حالت میں رانا
 نے بادشاہ کے ایک بڑے امیر قاجم خان کو مارا اور اوٹ واڑہ میں جا کر مایہ پورہ لوٹ
 کتاب کو یہاں تک سال سمت کی قید سے نہیں لگی اگر سال سمت کے اوپر ان واقعات کا مدار رکھا
 تو کبھی غلطی میں نہیں پڑتا۔

اب یہی بات کہ جب جہانگیر بادشاہ کی چہرہ نمایاں رانا پرتاب سنگ کے وقت میں نہوین تو
 رانا پرتاب اور امر سنگ کی اون لڑائیوں کو جو انھوں نے سلطان سرم چغت و غیرہ سے کیں کیا سمجھا
 اس بارہ میں میری رسلے ناقص تو یہ قیاس لگاتی ہے کہ جو ان واقعات کو رانا پرتاب سنگ نے نہ
 کرین تو یہ اس وقت میں ہوئے کہ اکبر بادشاہ کی فوجیں قبل از گنتہ ہجری کے میداؤ میں آتی تھیں
 سلطان سرم چغت و جبکہ دہلی کے بادشاہ کا چچا کر کے لکھا ہے نہیں معلوم کون تھا کیونکہ اس قسم
 نام اکبر نامہ ترک جہانگیری وغیرہ میں نظر آیا کہ اگر اغلب ہے کسی فوجیکے چھوٹے امیروں میں سے کوئی ہوگا
 نام میں اس کے بسبب تحریر ہندی کے البتہ غلطی ہو گئی ہے اور اس وقت جہانگیر کا بادشاہ ہونا جو مولیٰ راجہ
 قرار دیا ہے اس خطا جو دباغ عرض و ایم اگر اس وقت جہانگیر بادشاہ کا عہد تھا تو یہاں رانا پرتاب سنگ نہ تھا رانا
 امر سنگ تھا پس یہ سب مبرا اس کے ہی وقت میں ہوا مولیٰ موصوف نے بھول کر اسکی جگہ رانا پرتاب سنگ کا نام
 سلطان پر ویز کے نام لکھا کیونکہ خورم پر ویز سے بہت عرصہ کے بعد آیا تھا عبداللہ خان جبکہ نام راجہ
 کے معنی ہے لکھا جو خورم سے پہلے بادشاہی فوج کا افسر ہو کر میواڑ میں آیا تھا اس صورت میں سلطان
 پر ویز یا خورم کے ساتھ کوئی شخص ہو جبکہ امر سنگ نے ہمارا۔

کے رانا اودھ پور میں جا بسا اور وہ چوڑا اسی بہادر سپاہی کو سی وغیرہ شہزاد کے چلے گئے اوس عرصہ میں کوئی بھٹا کمین سے آیا تھا اوسکو رانا پرتاب سنگھ نے اپنے بدن کی پوشاک مع گپڑی کے انعام کے ساتھ دی تھی وہ بھٹا بادشاہ کے پاس بھی گیا جبوقت کہ بادشاہ سے سامنا ہوا اوسنے اول وہ گپڑی اوتار کر ہاتھ میں لے لی اور پھر بادشاہ کو سلام کیا بادشاہ نے یہ حال دیکھ کر اوسکا سبب پوچھا اوس نے عرض کی کہ یہ گپڑی رانا پرتاب کے سر کی ہے جس نے اپنا سر کیونہیں جھکایا اسوا کا ہے علاوہ اسکے بھارت بڑی کی ٹکھہ فہرست میں اور راناؤن کے سنہ سال تو لکھے ہوئے ہیں مگر رانا پرتاب کا نام وہاں بھی سنہ سے خالی ہے غرض ایسے ایسے وجوہات سے مجھکو لگتا ہے ہجری کے مطابق سمت پیدا کرنے میں بڑی وقت ہوئی آخر میں شمس قمری سنوں کی تفاوت کو دریافت کر کے اور اوسکا حساب لگا کے یہ بات حاصل کی کہ سنہ ۱۶۵۳ مطابق سنہ ہجری کے تھے مگر پھر بھی مزید احتیاط کے ایسے ذریعہ کی تلاش تھی کہ جس سے اسکی تصدیق ہو جاوے اور کسی طرح کا شبہ باقی نہ رہے سو خدا کی قدرت سے ایک معتبر فہرست بڑی جستجو کے بعد ہم ہوئے کہ جس میں اکثر راناؤن کے نام بقیہ سال سمت کے لکھے تھے رانا پرتاب سنگھ کی سند نشینی کا سمت دیکھا گیا تو ۱۶۲۸ تھے اور رانا امر سنگھ کی سند نشینی کا ۱۶۵۳ پس یہی سمت رانا پرتاب سنگھ کے انتقال کا ہے جو خلاف توقع لگتا ہے سے مطابق ہو گیا اور یہ بھی تحقیق ہوا کہ مولف نے جس قاعدہ کو مقرر کر کے یہ حساب کیا تھا وہ قاعدہ کلیہ نکلا اور اس اسی طرح بہت سے سمت بنائے اور انکی تصدیق بخوبی ہو گئی اب یہ ارادہ ہے کہ اس قاعدہ کے رو سے ایک جہتری ایسی بنائی جاوے کہ جس سے ہجری اور عیسوی اور ہندی بنے دوسرے معلوم ہو جائیں اور شائقین تواریخ کو ایک ملک کے واقعات سے دوسرے ملک کے واقعات کو مطاب کرنے میں از روئے سنہ اور سمت کے کامل مدد ہو سکیں۔

پس اس حساب سے اکبر بادشاہ کا مرزا اور جہانگیر کا بادشاہ ہونا اور شاہزادہ پرویز کا میوا میں ۱۶۶۲ء مطابق سنہ ۱۶ء میں ہوا اور مہابت خان کی نیپڑائی سنہ ۱۶۶۸ء مطابق سنہ ۱۶ء میں اور شاہزادہ خرم کی لشکر کشی سنہ ۱۶۶۸ء مطابق سنہ ۱۶ء میں اور ان سے مصالحت سنہ ۱۶۶۸ء مطابق سنہ ۱۶ء میں واقع ہوئی اس صورت میں یہ واقعات رانا پرتاب سنگھ کی حیات میں کس طرح ہو سکتے ہیں مولف راج پرستی نے اپنے

تب رانا پرتاب سنگھ نے کنوارا مر سنگھ کو اوسکے پاس روانہ کیا اوسنے دیکھ کر کہا یہ وہ
 ہی جوان ہے جس نے میرے بھالامار تھا اور میں بہادر کے ہاتھ سے مر کر اوس مقام
 کو جاؤں گا کہ جہاں تلوار کے مارے ہوئے جاتے ہیں بعد رفع سونے اس لڑائی

سنگھ میں پھر جہانگیر نے ایک با استعداد فوج روانہ کی یہ فوج میواڑ میں چھ سات برس برابر پڑی ہی
 اول افسر و سکا مہابت خان تھا بعد اوسکے عبداللہ خان ہوا پھر راجہ باسو جو تمام روستائے پنجاب سے
 سوز تھا افسر ہو کر آیا راجہ بانو نے اس مہم کے سر کرنے میں یہاں تک تگ و تکلی کہ اپنی جان بھی کھودی
 تب ماہ محرم ۱۰۲۲ ہجری میں خود جہانگیر بادشاہ اجمیر میں آیا اور شاہزادہ خرم کو بارہ ہزار سوار کے ساتھ
 میواڑ میں بھیجا شاہزادہ نے جا بجا تعانہ بٹھا کر رانا امر سنگھ کا قافیہ ایسا تنگ کیا کہ وہ صلح کی درخواست
 کر کے سنگھ اجمیری میں اوسکے پاس چلا آیا اور متاع غنا و منسا و کا جس کا انجام بدشتی کے ساتھ بنا دیا
 دیکھو ان تحریات کی رود سے جہانگیر کا تخت یہ بیٹھنا رانا پرتاب سنگھ کی وفات سے دس برس بعد
 اور شاہزادہ خرم کا میواڑ میں تعینات ہونا اعجازہ برس کے بعد واقع ہوا اور اس عرصہ میں جو جو متاع
 ملک میواڑ میں پیش آئے وہ سب رانا امر سنگھ کے عہد میں گذر گئے اور ان کتابوں میں بھی ہر گز
 رانا امر سنگھ کا نام ہے خصوصاً تو نک جہانگیری میں جہانگیر بادشاہ نے رانا پرتاب سنگھ کا نام بے کہیں
 ایسے موقع پر نہ لکھا کہ جسے رانا مذکور کا اوسکے وقت تک زندہ رہنا ثابت ہو کہ پس ان واقعات کی رو سے
 جو مسلسل اور ترتیب وار بیان کیے گئے ہیں راج پرستی کے مذکورہ بالا تحریر غلطی کا گمان ہوتا ہے
 اور حقیقت میں وہ غلط ہے رنجور بحث نے اس مقام کے اوپر منصب و قانع نگاری سے سہواً
 یا عقداً بڑی غلطی کی ہم اوسکے بیان کو ایک دوسری حقیقت سے بھی غلط ثابت کر سکتے ہیں جو پوری
 دشواری اور غور و فکر سے حل میں آئی ہے یعنی اس بات کا معلوم اور ثابت کیا کہ نبی ابو الفضل کی
 تحریر کے بموجب رانا پرتاب سنگھ کا انتقال ۱۰۲۱ ہجری ۱۰۲۱ میں ہو گیا تو اوس وقت منہدی سمت کیا تھی
 تو کہ میرے پاس کوئی کتاب یا کوئی ذریعہ ایسا نہ تھا کہ جسے رانا پرتاب سنگھ کی وفات کا سمت بتا
 معلوم ہو جاتا اور نہ راج پرستی نے خود کیسی سال سمت نہ لگے اور جو جس انگیزہ کی کتاب یا ارد
 تاریخوں میں سنہ عیسوی کیوں کہیں اس بحث کے مفید مطلب پاسے جاتے تھے تو اوپر اسوجہ سے
 یقین کامل نہوتا تھا کہ آیا سنہ اوس سمت سے مطابق ہوئے یا نہیں کہ جو رانا پرتاب سنگھ کی وفات

چغتہ کو جو بادشاہ دہلی کا چچا تھا باقی پر سوار دیکھا (اسکا نام سیرم بھی لکھا ہے) وہ رانا کے مقابل آیا رانا نے بھی مع وہ سردار سونگھی اور پڑا کے اوس پر حملہ کیا اور اوس کے ہاتھی کے سر پر ایک بہالا مارا کہ ہاتھی اوس کے عدم سے گر گیا تب وہ سیرم چیتہ گھوڑے کے اوپر سوار ہوا کتور امر سنگھ نے بڑھ کر اوس کے سر پر ایسا بھالا مارا کہ سر کو مع خود کے چیر کر دوسری طرف نکل گیا امر سنگھ نے اوس کے نکالنے میں بہت زور کیا جب وہ نہ نکلا تو رانا پر تاب سنگھ نے کہا کہ دشمن کی پانوں سے داب کر بھالا کھینچ لے وہ یہ سنکر بہت خوش ہوا اور بھالے کے عدم کو بھول کر امر سنگھ کی بہادری اور نیزہ افگنی پر آفرین کرنے لگا جب امر سنگھ نے بھالا کھینچ کر نکال لیا تو وہ پھر اوشکر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ میں اوس شخص کو پھر دیکھنا چاہتا ہوں پر تاب سنگھ نے اوس وقت اشارہ الپہ کے پاس امر سنگھ کو توبہ بھیجا اور کسی اور بہادر سوار کو بھیجا کہ اسکو توبہ بھیجا اوس آدمی کو بھیجا

اور جو اکبر نامہ توڑک جہانگیری وغیرہ میں بابت واقعات میدار کے کہیں کہیں جو کچھ لکھا ہے وہ سراسر برعکس اسکے ہے اوسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رانا پر تاب سنگھ کا مرنا اور امر سنگھ کا بسند نشین ہونا کتنا عجیب من واقع ہوا اور کتنا میں اکبر بادشاہ نے شاہزادہ سلیم عرف جہانگیر بادشاہ اور راجہ مان سنگھ کو میواڑ کے واسطے روانہ کیا رانا امر سنگھ کے سبب حاجب سلطان سلیم اودھ پور کے اوپر حملہ آور ہوا تو رانا امر سنگھ نے دوسرے طرف سے لنگر پالپورہ وغیرہ بہت سے بادشاہی علاقوں کو لوٹ لیا تب سلطان سلیم نے ناتھو سنگھ وغیرہ امیروں کو رانا کے تعاقب میں بھیجا رانا یہ خبر سنکر بہاڑوں کی طرف لوٹا اور اس بار گشت میں بادشاہی فوج پر شہنوں بھی مارا مگر کچھ فائدہ نہ اٹھایا تا کہ پٹاؤں میں چلا گیا اور سلطان سلیم اپنے باپ سے باغی ہو کر مہاراجہ مان سنگھ کی تجویز سے بنگال کی طرف روانہ ہوا۔

۱۶۶۲ء مطابق سنہ ۱۰۷۲ھ میں جہانگیر بادشاہ بعد انتقال اکبر بادشاہ کے تخت پر بیٹھا اور اپنے بیٹے سلطان پرورد کو بیٹی سزار سوار دیکر اودھ پور کی مہم پر روانہ کیا اور رانا شنکر رانا امر سنگھ کے چچا بھی کجوسی دہ سے اگر وہ سے چلا آتا تھا اوس کے ساتھ دیکر بھیجا اور کہدیا کہ رانا امر سنگھ کو نکال کر رانا شنکر کو میواڑ کا حاکم کر دینا قصہ چند روز تک شاہزادہ پرورد اور رانا امر سنگھ کے درمیان میں مجاول اور قتال رہا آخر اگلے سنگھ ولد رانا امر سنگھ کے حاضر ہو جانے پر صلح ہو گئی شاہزادہ اوس سے لے کر اگر وہ چلا گیا۔

بعد ازان شیخ بھاگیر واپسی میں تخت نشین ہوا اور واسطے لڑائی کے اودسے پور کی طرف آیا اور اپنے بیٹے خورم کو واسطے فتح میواڑ کے چھوڑ گیا اوس نے پرتاب سنگھ کو برسرِ کھیر لیا مگر پرتاب سنگھ چوراسی سپہ سالار کو لے کر دیویر کے کھاٹہ میں گیا وہاں سلطان

بعد کو ح کریمانے اور لے مرقوم العذر کے رانا پرتاب سنگھ نے پھر بادشاہی عاملوں کو چاروں کے علاقوں میں تھے مزاحمت پہونچائی اور اکثر پرگنہ و علاقہ اول سے چیدیں لیے یہ خبر سنکر اکبر بادشاہ نے پھر شہناز خانہ مع فوج روانہ کیا رانا پرتاب سنگھ نے ایک سخت لڑائی اوس سے کی اور بعد قریب ایک برس کے ہر فرس اور مقام پر وہ بادشاہی فوج کے ساتھ لڑتا رہا آخر شہناز خان نے جا بجا فوج بٹھا کر اوسکا ایسا تانہ تنگ کر دیا کہ پرتاب سنگھ میدان سے کنارہ کر کے پھارون میں چلا گیا اور شہناز خان کچھ فوج میواڑ میں چھوڑ کر اگرہ کی طرف کوچ کر گیا تب رانا پرتاب سنگھ نے پھر پھارون سے سر نکال کر اپنا علاقہ منبہ اور بادشاہی فوج سے پھر جھڑپ شروع کی بادشاہ نے اس فوج کو جتنا تھکا دیا کہ پرتاب سنگھ کے چچا کو بھیجا اوس نے یہاں آکر چند روز رانا سے چھڑپاڑ کی اور پھر گرات کو چلا گیا۔

بعد اوسکے اکبر بادشاہ نے میواڑ کو کوئی فوج نہ بھیجی اور وہ چودہ پندرہ برس براہ پنجاب میں مقیم رہا میان رانا پرتاب سنگھ کی بنائی اوس نے ابو لوالہ بزمی اور مہیشا رسی کے ساتھ دشمن کے خوشنوں سے فرست پاکرتے۔ یہ سب علاقہ اپنا بادشاہی عاملوں سے چھڑا لیا اور پھیلے دنوں میں خود جو نقصان ہوئے تھے اودکو مع کیسے چین سے رہنے لگا اور شہر اودسے پور کو بخوبی آباد کر کے اپنے باپ کے نام کو روشن کیا۔

ابو افضل اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ یہ سن سنہ ہجری کو رانا پرتاب سنگھ کا بیوہ گارسپری ہوا معلوم ہوتا ہے کہ اوسکے بیٹے امر سنگھ نے زہر دیکر اوسکی لذت حیات کو سکرات ممت سے مہل کی اور یہ بھی مشہور ہے کہ ایک سخت کمان کے چل چڑھانے میں اوسکو سخت کوفت پہونچتی تھی۔

راج پرستی کے مصنف کی تحریر سے یوں واضح ہوتا ہے کہ رانا پرتاب سنگھ جہانگیر بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد تک زندہ تھا بلکہ اوسنے شاہزادہ خورم کے ساتھ لڑائی بھی کی یہی سب کار وہ ادھر لکھا ہے۔

اور خان خانان نے جتو رقعہ کر لی ۴۰ ایک فغہ موقوف پاکر کنو راہر سنگھ خان خانان کے قبایل کو
کرتار کر کے لے گیا مگر ان بہنوں کی طرح رکھ کر چند روز کے بعد لغزت تمام والپن بھیج دیے
خان خانان شیخ سلیم کو اوسکی بہت اور جزات کے اور بڑا تعجب ہوا #

رانا اودے پور کو خالی کر کے پہاڑوں میں جا چھپا بادشاہ رانا کے تعاقب میں راجہ بان سنگھ اور اوسکے باپ
بھگوان داس کو چھوڑ کر بالوہ کی طرف چلا گیا۔ ایتھے شیخو کا چہرہ جانا ثابت نہیں ہوتا اور نہ نام اوس وقت
جہانگیر کا تھا کیونکہ جہانگیر کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر بادشاہ اوسکو شیخو بابا کہتے تھے دیکھو تو کج جہانگیر
کا آثار۔

۱۶۱۲ء میں اکبر بادشاہ کی فوج نے جہانگیر کی شہنشاہی خان اور
مرزا خان اور قاسم کے آبی بھتی کو بھیل میر کو فتح کر لیا اور اودے پور و گونڈہ وغیرہ مفت انہوں
کو دیا اور ایک روایت سے رانا بھی کو بھیل میر کے قلعہ میں بادشاہی فوج سے لڑ کر نابیناوارہ کے پہاڑ
میں چلا گیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس رانے جتو زمین بادشاہی محل اور ٹھکانا بنادخل کر لیا تھا۔

شہر بات جو محل سے بہت کچھ فاصلہ ہے اگرچہ مصنف کتاب نے نہیں لکھا کہ رانا امر سنگھ
خان خانان کے قبایل کھان سے پکڑ کر لے گیا تھا اور پھر کس مقام پر خان خانان کے پاس بھیج دیے مگر ایسا
قیاس میں آتا ہے کہ سنگھ نے جو مرزا خان اور قاسم خان میواڑ میں آئے تھے تو کسی مقام پر سبب
عدم احیاء مرزا خان کے اوسکے قبایل کو امر سنگھ کرتار کر لے گیا ہوگا یا مرزا خان کے قبایل اوس دو
کسی ایسے موقع پر لگے ہونگے کہ جہان امر سنگھ کا جنوبی قابو تھا اگر یہ مرزا خان وہی مرزا خان ہے
کا میا جو وے کہ جب کا خطاب خان خانان تھا تو یہی رانے البتہ بہت عجیب پڑے گی اسے اور امر سنگھ کی
جزات پر شیخ سلیم کے تعجب ہونے سے محو بھی تعجب آتا ہے کیونکہ اوس وقت میں شیخ سلیم نے
نشا ہزادہ جہانگیر کا میواڑ پرستیں ہونا کتب تو اسے کے خلاف ہے بعد اس واقعہ کے تو البتہ ایک دفعہ
اوسکی چوٹائی میواڑ میں ہونی سو وہ عہد رانا امر سنگھ کا تھا نہ رانا پرتاب سنگھ کا اس سے پایا جاتا ہے کہ یہاں
کچھ غلطی ہو اور رانا پرتاب سنگھ کی وفات اور رانا امر سنگھ کی مستثنیٰ میں تو البتہ بڑی غلطی ہے سب کا ترغ کرنا
آسان نہیں جیسا کہ آئیہ لکھا جائے گا۔

اوس بھائی سے فرمایا کہ جو تو نے میرے واسطہ اتنی جانفشانی کی ہے اس لیے میں تجھ کو
بلبہ کا خطاب دیتا ہوں اور یہی ہی خطاب میری اولاد کو بھی ملا کر لگا بعد اوس کے اکبر بادشاہ
یمن آیا اور رانا پر تاب سنگھ کو زور آور دیکھ کر اپنے بیٹے شیخو کو چھوڑا آپ اگر ہ چلا گیا شیخو

سے پورے کے راجہ بادشاہ کو بیٹی دینے لگے تھے راجہ ان سنگھ کے شریک ہر گھانا نکھایا ہوا اور عجیب نہیں کہ ان
باتوں میں یہ بات شکایت ران پر لگئی ہوگی جسکی گزشتہ کے لیے راجہ ان سنگھ بادشاہ کے یہاں سے راجہ
استیصال کا بیرواؤ تھا کہ لڑائی کو آیا ہو یہ اور راجہ ان سنگھ کا یہاں لڑ کر گشتی کیا تا تو اس میں لکھا ہی میں
خواہ وہ خود اس امر کا سلسلہ عینان ہوا چہ او بادشاہی نے اس کو بھیجا ہوا راجہ ان سنگھ سے بھی لکھتا ہے کہ آخر شیخو
بحری مطابق ۱۲۳۷ء و افق سن ۱۶۲۳ء میں اکبر بادشاہ نے راجہ ان سنگھ کو میواڑ فتح کے لیے
بھیجا جب وہ مقام گونگوندہ میں پہنچا تو رانا سے مقابلہ ہوا رانا کی فوج بادشاہی لشکر سے ایسی دل زور توڑ کر
لڑی کہ کسی کبھی نہ لڑی تھی اگر اس موقع پر یہ مشہور کیا جاتا کہ یہ اکبر بادشاہ راجہ ان سنگھ کی مدد کو پہنچا
تو راجہ ان سنگھ کا مدد فوج کے کام تمام ہو گیا تھا مگر میواڑ کی فوج اس جھوٹی شہرت کو سچ سمجھ کر بہت ہار گئی
اور بادشاہ کے نام سے اوسکی محبت بکھرنے لگی رانا پر تاب سنگھ طرح دیکر اس کو ہستان میں چلا گیا کہ
جہاں اودے سنگھ بھی چند روز رہا تھا ان دنوں میں راجہ رام شاہ والی گوا دیا رانا کے گھر مقیم تھا اوس
لڑائی میں رانا کے ہر اہل عظیم سے لڑ کر مدھیوں کے مردانگی کے ساتھ مارا گیا یہ بات لکھتا ہی ضرور ہے
کہ اس وقت رانا کے فیملی زمین رام پر شاہ نامی ہستی ایسا مشہور اور لافانی تھا کہ اکبر بادشاہ نے اوسکی
تقریب شکر ایک بار راجہ طلب کیا تھا مگر رانا نے نہ بھیجا اس وجہ رانا کے ہاتھیوں اور بادشاہی ہاتھیوں کی
لڑائی ہوئی تو فیملی رام پر شاہ والے بادشاہی ہاتھیوں کو زخمی کر کے اور بہت آدمیوں کو مار کر سبب اسے بچنے
فیملی کے غنیم کے لشکر میں گرفتار ہو گیا۔

راج پستنی کے نمونہ سے اس لڑائی کا نتیجہ کچھ نہیں لکھا کہ آخر کو اوسکی فتح ہوئی اور نہ سال
سمت دین کیا اور جو اکبر بادشاہ کا نام ہے سو اوسی تصدیق اکبر نامہ میں ملتی ہے کہ بعد چلے جانے
راجہ ان سنگھ کے میواڑ سے رانا پر تاب سنگھ پہاڑوں سے نکل آیا اور اپنے ملک کے اون حصوں کی است
کی تہہ کرنے لگا مگر یہ بادشاہی تعزیر میں تھے اور زمین داس والی ایڑ بھی اوس سے شفق ہو گیا اکبر بادشاہ
یہ خبر سن کر خود میواڑ میں گیا لگوٹھ کے مقام پر سردار اور ناگزیر اوسکی ملازمت میں حاضر ہوئے

رانا پرتاب سنگہ

چونکہ درمیان رانا پرتاب سنگہ اور مہاراجہ مان سنگہ والی آمیر کے کھانے پینے کی ٹکرار پر رنج آگیا تھا اس واسطے مان سنگہ اکبر بادشاہ سے عرض کی کہ رانا کے اوپر چڑھ آیا اور کمانیہ سپہو پھونک کر وہ کوٹ پر رانا کی فوج سے مقابلہ ہوا لڑائی میں کنوارا سنگہ رانا کے بڑے بیٹے نے راجہ مان سنگہ کے ہاتھی پر بھالامارا اور رانا پرتاب سنگہ نے بھی وہی حربہ کیا ان دونوں بھائیوں کے صدمہ سے راجہ مان سنگہ کا ہاتھی بھاگ گیا کچھ دیر بعد سکت سنگہ رانا کے حقیقہ بھائی نے اوس سے کہا کہ آپ اپنے پچھاڑی کے نیلے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ تو عین مصلحت ہے کس لیے کہ راجہ مان سنگہ کے آدمی آپ کی تلاش میں دوڑے چلے آتے ہیں رانا پرتاب سنگہ اوس گھوڑے پر سوار ہو کر ایک طرف کھڑا ہو گیا اتنے میں راجہ مان سنگہ نے واسطے مقابلہ رانا کے دو غل بھیجے اور غلوں سے سکت سنگہ اور پرتاب سنگہ دو فوجیں کر کے لگے آخر سکت سنگہ نے دونوں کو مار ڈالا تب رانا نے فی الحالہ اکبر بادشاہ چتوڑ میں اپنا مکان بیٹھا کر اگر کو چلا گیا اور رانا اودھ سنگہ نے بہاروں سے نکل کر اودھ سے پور میں نشست اختیار کی اور اسی بات کو غنیمت سمجھی کہ ساری میواڑ کی بلایا چتوڑ پر ملی مگر دشمنوں کی ترکتاز سے سب علاقہ اوسکا ویران ہو گیا تھا سمت مطابق ^{۱۶۲۸} شہ ع میں اودھ سے سنگہ تیس برس راج کر کے مر گیا اور رانا پرتاب سنگہ اوسکا جانشین ہوا۔

* اکبر بادشاہ کی چڑھائی کا احوال اکبر نامہ سے نقل کیا

* ۹۸۵ ہجری مطابق ۱۵۷۳ء موافق ۱۶۳۳ میں اکبر بادشاہ نے مقام گجرات سے راجہ مان سنگہ کو میواڑ کی طرف بھیجا جب راجہ مان سنگہ ڈونگر پور کو فتح کرتا ہوا اودھ سے پور کے قریب پہونچا تو رانا پیشوا نی کر کے شہر میں لے گیا اور بادشاہ کا خلعت پہن کر بہت خوش ہوا اور راجہ کی دعوت کی ابو الفضل لکھتا ہے کہ وہ راجہ مان سنگہ کے ساتھ کچھ غدبکیا چاہتا تھا مگر راجہ کے خیر خواہوں نے مطلع ہو کر اپنے آقا کو اودھ سے شہر سے بچا لیا۔ مولف راج پرستی نے اس مقام پر بہتان و فقر و غم کے اور کچھ نہ لکھا کہ درمیان راجہ مان سنگہ اور رانا جی کے بوقت تناول کچھ رنج آگیا تھا اودھ کے انتقام کے لیے راجہ بادشاہ کی فوج میواڑ پہونچا لایا تھا ان مجمل تحریریں مہرہ بدلتہ شکلتے ہی کہ رانا نے اس بہت سے

جاگیر کے دیا اور تھلاوان وغیرہ بہت کچھ دان کے جیل راٹھور اور قتا سیدو یا اسکے ہی قلعہ
 وار تھے جو اکبر بادشاہ سے چتر کوتھ دعوت چٹوڑ میں ایسے تھے :-
 صرف چٹوڑ برس کے قریب حکومت کی اسپین خواہ کیا بہتیت کے ایام حکمرانی زیادہ ہوں خواہ بن ہیر کے
 انکے بعد کلام مطابق سہ ماہین رانا اور سے سنگ چٹوڑ کے راج گدی پر بیٹھا اور شہر ادو سے پور کو آباد
 کر کے وہاں اپنی بود و باش اختیار کی اور چٹوڑ کے قلعہ کو بہادر شاہ کی چٹوڑ میںوں سے ہمار ہو گیا تھا
 ترمیم کر کے واسطے سپاہ روز بد کے آلات جنگ اور مردان کا رستہ دستور اور مضبوط رکھا۔ اس طرح
 میں اکبر بادشاہ نے تخت نشین ہو کر ہندوستان کی اکثر طوائف الملوک کو جو اس وقت میں موجود تھے دو
 کر کے اپنا تسلط اور اقتدار ایسا قائم کیا کہ دو دور کے لوگ اس کے مطیع ہو گئے اور امیر مار وار بیکار
 جیسلمیر دیتی کے راجپوت نے اس سے کسی کے دربار میں حاضر ہو کر بادشاہی خدمت سب چشم قبول کی مگر
 رانا اودیشیا نے باوجود دیکھ اسکی دولت اور شوکت اگلے رانا دن کے مانند نہی تو بھی اپنے بزرگوں کے
 غلم اور شاہوہ باقی رکھنے کو اکبر بادشاہ کی ہرگز ایسی سبکی اور فرمانبرداری گوارا نہ کی کہ جیسے اور اس کے
 معہ قوم راجہ اور بھاکر لوگ کرتے تھے اور نہ خود بادشاہ کی ملازمت کو گیا ہاں جب اسکا زیادہ زور دیا
 تو اپنے چھوٹے بیٹے سکت سنگ کو بھیجا اکبر بادشاہ کو اگرچہ اول سے ہی اسکی خود مختاری کی تاب
 نہ تھی مگر اب اور زیادہ تر اسکی طرف سے دلیں خفا ہوا آخر کار شہر جیری مطابق شہر لہم موافق
 میں اس نے چٹوڑ کے اوپر لشکر کشی کی رانا اودیشیا چٹوڑ کی حفاظت کے لیے جیل راٹھور اور قتا
 سیدو یہ کو بھیج کر آپ جنگلوں اور پہاڑوں میں چلا گیا اور اکبر بادشاہ نے اگر اس قلعہ کا
 محاصرہ کر لیا جیل نے کئی مہینوں تک اسکا ایسا مقابلہ کیا کہ اسکی فوج قہر سے مایوس ہو گئی ایک
 رات مہید دلاور راجپوت قلعہ کی فضیل پر کھڑا ہوا اور چون کا منہ و سبست کر رہا تھا اس وقت اکبر بادشاہ
 کی نظر اس پر پڑی فوراً مذوق اوٹھا کر ایسی گولی ماری کہ جملہ شہر قضا کا نشانہ ہو گیا
 اس کے مرے ہی قلعہ کا انتظام بگڑ گیا ہر جگہ سے مورچہ اور عہدہ گئے اور راجپوت لوگ زسیت سے
 امید ہو کر اپنے مورخوں کو مارنے اور جلانے لگے صبح ہوئی ہی اکبر بادشاہ کی فوج قلعہ میں گس گئی
 دراج پوت لوگ جہاں تک ہو سکا کو برباد کیا کہ موت کے منتظر بیٹھے تھے انکے مقابل ہوئے
 اور دو باقی بے تکرار ان سے دل کھول کر لڑے کہ دشمن بھی اسکی بہت اور مردانگی پر آفرین کرتے تھے

اپنی سب خد متروکی اوسکے بعد رانا رتن سی اور رانا رتن سی کے بعد رانا کبیرا جیت سیواڑ میں سندھ
 نشین ہوئے وہاں کے بعد رانا اودے سنگھ ہوا اودے شہر اودے پور کو آیا دیکھا اور اودے
 سو گرتا لالاب بنوایا اوسکی پرش شہا میں جیتو بھٹ اور لکھنمی ناتھ بھٹ کو بھوڑ واڑہ گانوں بطور
 اور اوسکے ملک کے مورخ کہتے ہیں کہ اودے مالوہ اور دہلی کے لشکر کو اٹھا رہا رنکست دی اور ایک پر
 خطہ میں اوسکی عکاسی تھی۔

مہارانا سنگھ کے بعد رتن سی سنگھ ۱۵۸۸ء مطابق شمس میں گدی پر بیٹھا اور پانچ برس کے قریب راج کیا اودے
 میں گجرات کی سندھ پر سلطان بہادر تھا جس نے اپنی پڑھائیوں سے راجپوتانہ دکن مالوہ اور سندھوستان
 میں ہل چل ڈال دی تھی اول اول تو ان دونوں مہاشاہ بہادروں کے درمیان میں اخلاص اور اتحاد قائم
 رہا مگر چند روز کے بعد ہی وہ موافقت منافقت کے ساتھ میل ہوئی اور ایک دوسرے کے خون کا
 پیاسا ہو گیا اس دشمنی کی بنا سبب دی راجپوت کا قضیہ تھا جو رانا سنگھ کی مدد سے راجی میں جلیبہ چھین
 سازنگپور وغیرہ مکانات مالوہ پر متصرف ہو گیا تھا اور سلطان بہادر گجراتی اوسکو گرفتار کرنا چاہتا تھا اور
 رانا رتن سی اوسکی حمایت کرتا تھا آخر اس جنگبڑے نے یہاں تک طول پکڑا کہ سلطان بہادر نے سبیل
 پر اور رانا رتن سی نے اوسپر لشکر کشی کی مگر سلطان بہادر نے لوٹ کر رانا کو ایک دو منزل پیچھے ہٹا دیا
 اور سبب دی پر خاطر خواہ فتح پائی اس عرصہ میں رانا رتن سی راہو رنمل والی بولمی کے ماتھے سے شکار
 میں مارا گیا اور اوسکا بیٹا کبیرا جیت ۱۵۹۰ء مطابق شمس میں مسند نشین ہوا چند روز کے بعد سلطان
 بہادر نے اوسپر فوج کشی کی اور چوڑے کام عرصہ کر لیا بعد سخت محاربات اور خونریزی کے وہ قلعہ بموجب
 روایت ابو الفضل کے ۳ رمضان ۹۲۲ھ کو فتح ہوا اور رانی کرنا و قی میں ہزار عورتوں کے ساتھ آگ میں
 جل کر سستی ہو گئی اور ۳۴ ہزار راجپوت شمع رانی پوشاک پہن کر لڑائی میں کام آئے خد کی قدرت سے
 اوسی سال میں بہادر گجراتی ہمایون بادشاہ سے مالوہ گجرات میں جا بجا شکست کھا کر ہیرہوں میں فرنگیوں
 کے پاس چلا گیا اور میواڑ والوں نے اپنے علاقہ گجراتیوں کے تحت سے نکال لیے کبیرا جیت کو بعد
 بن برسنے ریاست پائی حبیب کا نام ہی راج پرستی کے مؤلف نے نہیں لکھا معلوم ہوتا ہے کہ اوس نے
 بہت تھوڑی مدت سلطنت کی اگرچہ بہارت برہمنی کے فرست میں اوسکی مسند نشینی کے سن و برج نہیں مگر
 رانا کبیرا جیت کے سمت سے جو ۱۵۵۲ء مطابق شمس میں جا آتا ہے کہ کبیرا جیت اور بن برسنے

اج کو بھارانا کے رائے مل ہوا اور اوسکے بعد رانا سنگھرام سنگھ چٹوڑ کی سند پر بیٹھا
فتح پناہی یعنی دونوں لشکرواپس لوٹ گئے مگر مرآت سکندر ری والاسپتے تاریخ گجرات میں لکھتا ہے
کہ دونو بادشاہوں کا عہد نامہ ۸۶۱ ہجری مطابق ۱۴۵۸ء موافق سن ۱۸۱۱ء میں زمانہ سبوق الذکر سے
سترہ برس کے بعد ہوا اور رانا نے دونو بادشاہوں سے صلح کر لی اگر اس اختلاف کو چھوڑ کر قبول
مارشمن صاحب کے راجپوت مورخ اور ابوالفضل کی تحریر کو مانو تو رانا نے فتح کامل پائی اور اوس
فتح کی یادداشت کے لیے چٹوڑ میں بڑی اونچی جگہ پر ایک ستون بنوایا جو شہر کے بیچ میں
نمایت موزون مکان تھا اور اس ستون کی تیاری میں دس برس گزرے تھے بعد ازاں جو
میں بھی گجرات اور مالوہ کے بادشاہوں کے ساتھ اکثر جہت آرائی رہی۔ گو نہ ہلمیر کا قلعہ جو
اوس وقت میں برائے تھیں اسی انا کا تعمیر کیا ہوا ہے۔

جغرافیہ جامہ بمان نمائی جو تھی جلد سے جہان میوا کا ذکر ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میران پانی
جو علم تصنیف اور فقیری میں ایک کاملہ عورت ہو گزری ہے اسی رانا کی رانی تھی۔
جو کہ گو نہ ہا کو اوسکے بیٹے نے مار ڈالا تھا اس لیے راناؤں کے نسب نامہ میں اوس ناخلف
کا نام تاریخ لکھنے والے نے نہیں لکھا مگر اوس کا گناہ چھپانے سے اور ظاہر ہو گیا فقط تاریخ مارشمن
معلوم ہوتا ہے کہ وہ نالایق پدرکش اودا ہے جس کا نام مولف راج پرستی نے کہ یہ بھی ایک ادا
خاندان کا مورخ ہے اپنی کتاب میں نہیں لکھا اور بھارت ہندی کی فہرست میں رانا کو بھٹا کے
بعد موجود ہے معلوم ہوتا ہے کہ اوسے ۸۶۹ ہجری مطابق سن ۱۸۱۱ء تک پانچ برس کے
قریب راج کیا اوسکے بعد اسے مل نہ نشین ہوا اسی سن ۸۷۰ء مطابق سن ۱۸۱۲ء تک راج کیا
اسکے اخیر وقت میں ایک دفعہ ۸۷۹ ہجری مطابق سن ۱۸۵۸ء موافق سن ۱۸۷۵ء میں سلطان ناصر الدین وائے
سندھ وئی چٹوڑ پر چڑھائی کی رانا نے اوس سے صلح کر لی اوسکے بعد سالگارا سال مذکور میں
چٹوڑ کی گدی بیٹھا جو اوپر الہ غری اور علو ہمتی اور نام آوری میں رانا کو نہا سے بہت بڑھ کر تھا
اوسنے مالوہ اور گجرات کے بادشاہوں سے بڑی بڑی لڑائیاں کیں اور ایک لڑائی میں جو
موجب تحریر مارشمن کے ۱۸۱۹ء مطابق سن ۱۸۷۵ء موافق ۹۲۵ ہجری میں ہوئی تھی سلطان محمود وائے
مالوہ کو شکست دیکر گرفتار کر لیا اور پھر بچھا کر لے کر کسی شخص کے محض جو انگریز اور علو ہمتی

رکھ دی تھی لڑائی کے بعد جیل و سکو وہاں موجود بھی تو نہ ملی اس لئے رانا اسی نے بجائے اس کے
پر جو کچھ سیاہ صورت قائم کی۔

اس کے بعد تیسرے رانا اور اس کے بعد لاکھا جی اور لاکھا جی کے بعد پوکھ رانا سندھ نشین ہوا
اور اس کا ایک بھائی باگمہ سنگھ نامی تھا سوراٹا نے اس کے نام سے ناگدہ میں باگمہ تالا ب
تیار کر کے اسے اور پر سنگھ مرمر کا ترپولہ بنوایا اور ایک لنگ سہادیو جی کے مندر کا
ہر کوئی بھی تعمیر کرایا بعد میں یہ رانا دوار کا جی کے تیرتھ کو گیا اور وہاں سے سنگھ اور عمار
کے جاترا کی اس مقام پر اس کی رانی ایک سداہینے و روش کا مل کی توجہ سے حاملہ ہوئی
اور اس سے کوئچہ کرن نامی بیٹا پیدا ہوا جس کے سر سے گنگا جی کا تل چوتا تھا سوکل سی کے
بعد وہ سندھ پہنچا اور کوئچل میر بسایا۔

۱۰ راناؤن کے خاندان میں کوئچل رانا بھی ایسا ہوا اور نامی راجہ ہو گزرا ہے کہ اس کی لڑائیوں اور
بہادریوں کے حالات مستور کتب تواریخ میں موجود ہیں مولف نے اس لا اور رانا کے واقعات جہاں
تک کتب متفرقہ میں ملے اپنے کتاب تاریخ میواڑ میں جمع کئے ہیں اب اس مقام پر اس کا یہ قدر ذکر
لکھنا مناسب سمجھا کہ راناؤن کے کچھ کچھ لکھتا ہوں۔

۱۱ رانا ۱۱۹۹ء مطابق سن ۱۸۸۰ء میں سندھ نشین ہوا تھا اور ۱۲۹۹ء مطابق سن ۱۹۸۰ء
پچاس برس سلطنت کی کے اپنے بیٹے کے ہمت سے مارا گیا اور اس کو اپنے پڑوسے گجرات اور مالوہ
بادشاہوں سے تمام عمر مقابلہ رہا اور اکثر معرکوں میں اس نے اپنے غنیوں پر خوب فتح پائی
ایک دفعہ ایسا ہوا کہ محمود شاہ والی مالوہ اور قطب الدین سلطان گجرات دونوں ہم متفق ہو کر اس کے
رانا کو بہما کے چتور پتہ پڑا کہ اسے دلاور رانا نے اس متفقہ لشکر کا مقابلہ ایک لاکھ بیس ہزار کے
مالوہ کی سرحد میں کیا اور اس کو سب طرح شکست دیکر مجبوراً غلجی مالوہ والے کو پکڑ لیا اور پھر برادہ
کے اور سب بھرت چھوڑی نہیں دیا بلکہ اس کا سب مدد اور دولت بھی دی اس فرائض کی نار
میں بڑا اختلاف ہے راجپوت مورخ اور ابو فضل و رانا کا فتح یاب ہونا لکھتے ہیں کہ وہ
سرحد ۱۲۹۹ء۔ مطابق سن ۱۸۸۰ء میں ہوا اور علی محمد خان مولف تاریخ گجرات اور مورخ تار
فرشتہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لڑائی ۱۲۹۹ء۔ مطابق سن ۱۸۸۰ء میں واقع ہوئی اور کسی نے خاطر

لشکر کے کرتیو پر چڑھ آیا لکشم سنگھ نے اوس شے لڑائی کی اور مع بارہ بھائی اور سات تاہیوں کے
 اوس سرکرہ میں کام آیا بعدہ اوسکا پوتا ایسے کا بیٹا اربہ بیویوں اور گھریا تھا گدی پر بیٹھا ہوا
 لڑائی میں غنیمتوں کے ڈر سے اکلنگ مہا دیو جی کی بلو تہی صورت اندر سرور تا الہ سبائین
 مرزائی پداوت کا قصہ اور اوس پر علاوالین خلجی کا فریفتہ ہو کر چتوہر پر چڑھا انا اور رانا سے لڑائی کرنا تمام
 ہندوستان میں مشہور ہے مگر رانا کے نام میں ویسا ہی اختلاف چلا جاتا ہے ابوالفضل وغیرہ مسلمان
 مورخ تو اوسکا نام رتن سین لکھتے ہیں اور انگلیزی مورخ مخصوص مارشمن نے اوسکو رانا بھیم کر کے
 لکھا ہے اور مولف راج پرستی اگرچہ اوسکا نام رتن ہے لکھا ہے لیکن اوسکو چتوہر کا راجا نہیں
 بتاتا اوسکی روایت کے بموجب اوسکا بھائی لکشم سنگھ رانا تھا اور بھارت ہرشی کی فرست میں ہے
 یہ ہی نام لکھا ہے بھیم کا نام نہیں اس صورت میں عجیب یہ کہ بھیم اوسکا دوسرا نام ہو اور تواریخ فارسی میں
 لکھا ہے کہ علاوالین بعد اوس کے کہ رانا رتن سین لڑائی میں مارا گیا چتوہر کی ایالت مالدیو جو ہاں عالم
 جالور کو دے آیا تھا مگر اوس سے وہ ملک آباد اور رعیت وہاں کی منطیع اور منتقا دہند سے تباہ کرنے
 لاچار ہو کر ہمیر ول رانا دھن کو جو پہاڑوں میں تھا بلوایا اور اپنی بیٹی دیکر رعیت کی استمالت پر مترو
 کیا اوس کے ذریعہ سے وہ ملک بچہ آباد ہوا اور ہمیر بعد انتقال مالدیو کے اپنے ملک کا مالک ہو گیا
 اور جب علاوالین خلجی مر گیا تو اوس نے خود مختار ہو کر اپنی ریاست کو بڑی وسعت دی چنانچہ بموجب قوت
 مارشمن کے اوسوقت رانا ہمیر کے سوا اور ترہستان میں کوئی خود مختار راجہ نہ تھا اور چتوہر کی ریاست
 حبیبکو علاوالدین نے خاک میں ملا دی تھی اس راجہ کے عدل و انتظام سے طاقت ور ہو کر دوسرو
 پر جس تک ترقی باقی رہی۔ انتہی راج پرستی میں ہمیر کا نام ہی درج نہیں اور بھارت ہرشی کی قمر
 میں بعد اچے سنگھ کے ہمیر کا نام لکھا ہے اور مولف راج پرستی اسی رانا کو لکشم سنگھ کا پوتا
 بیان کر کے اوسکا جانشین قرار دیتا ہے اس پہنچ نہیں اختلاف میں یہ بات تحقیق نہیں
 ہوتی کہ آیا رانا ہمیر یہ ہے اچے سے یا اوس سے ہے یا کوئی شخص علاوہ ان کے تھا اور وہ رتن سی
 کی اولاد میں تھا یا لکشم سنگھ کی اولاد میں خیر کچھ ہی ہو گا بھیم یہ یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ رانا ہمیر
 اوسوقت میں بڑا نامی شخص تھا اور اوسکا خود مختار ہونا تاریخ الفشن سے بھی ثابت ہوتا ہے
 دیکھو تاریخ الفشن صفحہ ۶۸۸۔

چوتھا سرگ

۱۵ کوئہا رانا	۸ بھوم سنگھ رانا	۱ سری راسہ رانا
۱۶ رامی مل رانا	۹ جی سنگھ رانا	۲ نرپت رانا
۱۷ سنگھ رام سنگھ رانا	۱۰ لکشم سنگھ رانا	۳ جسکرن رانا
۱۸ رتن سنگھ رانا	۱۱ ارسی رانا	۴ ناگیال رانا
۱۹ کبریا جیت رانا	۱۲ جتیر سنگھ رانا	۵ پن بال رانا
۲۰ اودھی سنگھ رانا	۱۳ الاکھا رانا	۶ ہر تھی مل رانا
۲۱ ہر تاب سنگھ رانا	۱۴ موکل سی رانا	۷ بھون سنگھ رانا

رانا لکشم سنگھ کا گدہ منہ لیک خطاب تھا ان کے چھوٹے بھائی رتن سے کی رانی پرستی تھی
 دہلی کے بادشاہ علاؤ الدین نے اوس سے مانگی مگر اوس نے عاف انکار کیا تب علاؤ الدین

بقیہ فرست بھارت برسی

۱۲ رتنا سنگھ	۴ موکل جے	۱ رپ دل کمر
۱۳ کبریا جیت سنگھ	۵ کوئہا	۲ لکشم سنگھ
۱۴ ابن میر	۶ اودا	۳ اجی سنگھ
۱۵ اودھی سنگھ	۷ رامی مل	۴ میر
۱۶ ہر تاب	۸ سانگ سنگھ	۵ کھل سنگھ
		۶ لکشم سنگھ

۸ ناگیال رانا کی فرست میں ارسی کا نام اجی لکھا ہے اور اوس کی سندیشینی کے نو بکرمی جن جسکا
 سندھو سے تیرہ سو پورے اور انگریزی میں سو رتھوں نے علاؤ الدین کی چھوڑ پڑائی سنہ ۶۷۰ میں قرار دیا
 اور اپنے سنگھ یا ارسی بعد اوس سرگ کے سندیشین جو اوس سے سب سے سون میں تین چار
 تمام تہا رہتا ہے۔

لشکر کے کہ چتو پر چڑھ آیا لکھشم سنگھ نے اوس شے لڑائی کی اور مہنہ بارہ بجائی اور سات سال تک
 اوس مہر کے مین کام آیا بعدہ اوسکا پوتا ایسے کا بیٹا اسی ہونہ رو گیا تھا گدی پر بیٹھا ہوا تھا
 لڑائی مین غنیمتوں کے ڈر سے اکلنگ مہا دیو جی کی بلو تھی صورت اندر سرور و رانا السبعین
 مہرائی پدماوت کا قصہ اور اوسپر علاء الدین خلجی کا فریفتہ ہو کر چتو پر چڑھ آنا اور رانا سے لڑائی کرنا تمام
 ہندوستان مین مشہور ہے مگر رانا کے نام مین ویسا ہی اختلاف چلا جاتا ہے ابوالفضل وغیرہ مسلمان
 مورخ تو اوسکا نام رتن سین لکھتے ہیں اور انگریزی مورخ خصوصاً رشتہ مین اوسکو رانا بھیم کے
 لکھا ہے اور مولف راج پرستی اگرچہ اوسکا نام رتن ہے لکھتا ہے لیکن اوسکو چتو رکارا بانہین
 بتاتا اوسکی روایت کے بموجب اوسکا بھائی لکھشم سنگھ رانا تھا اور بھارت ہرشی کی فرست مین بھ
 یہ ہی نام لکھا ہے بھیم کا نام نہیں اس صورت مین عجیب مین بھیم اوسکا دوسرا نام ہو اور تواریخ فارسی مین
 لکھا ہے کہ علاء الدین بعد اوسکے کہ رانا رتن سین لڑائی مین مارا گیا چتو کی ایالت مال دیو جو بانہین
 جالور کو دے آیا تھا مگر اوس سے وہ ملک آباد اور رعیت وہاں کی تسلیم اور منقاد و منوسے تباہ
 لاچار ہو کر ہمیر دل رانا تخت کو جو پہاڑوں مین تھا بلوایا اور اپنی بیٹی دیکر رعیت کی استمالت پر مترو
 کیا اوس کے ذریعہ سے وہ ملک بھیم آباد ہوا اور بھیم بعد انتقال مال دیو کے اپنے ملک کا مالک ہو گیا
 اور جب علاء الدین خلجی مر گیا تو اوسنے خود مختار ہو کر اپنی ریاست کو بڑی وسعت دینی چنانچہ بموجب روایت
 رشتہ مین کے اوسوقت رانا ہمیر کے سوا اور ترہنہ ہندوستان مین کوئی خود مختار راجہ نہ تھا اور چتو کی ریاست
 کو علاء الدین نے خاک مین ملا دی تھی اس راجہ کے عدل و انتظام سے طاقت و مہر و دوستو
 اس تک ترقی باقی رہی۔ انتہی راج پرستی مین ہمیر کا نام ہی درج نہیں اور بھارت ہرشی کی فرست
 مین بھیم کے لکھا ہے اور مولف راج پرستی اسی رانا کو لکھشم سنگھ کا پوتا
 مانتا ہے کہ اوسکا جانشین تدارو دیتا ہے اس طرح مین اختلاف مین یہ بات تحقیق نہیں
 کہ آیا رانا ہمیر یہ ہے اے سے یا اسی ہے یا کوئی شخص علاوہ اسکے تھا اور وہ رتن سی
 لاد مین تھا یا لکھشم سنگھ کی اولاد مین خیر کہہ ہی ہو مگر ہم یہ یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ رانا ہمیر
 ت مین بڑا نامی شخص تھا اور اوسکا خود مختار ہونا تاریخ الف سن سے بھی ثابت ہوتا ہے
 تاریخ الف سن صفحہ ۶۲۸ -

چوتھا سنگ

۱۵ کوئٹہ رانا	۸ بھوم سنگہ رانا	۱ سری رلہ رانا
۱۶ رامی مل رانا	۹ جی سنگہ رانا	۲ نریت رانا
۱۷ سنگہ رام سنگہ رانا	۱۰ لکشم سنگہ رانا	۳ جکر رانا
۱۸ رتن سنگہ رانا	۱۱ اری رانا	۴ ناگیال رانا
۱۹ اکبر ماجیت رانا	۱۲ جتیر سنگہ رانا	۵ پن بال رانا
۲۰ ادوی سنگہ رانا	۱۳ لاکھا رانا	۶ ہرنی مل رانا
۲۱ ہر تاب سنگہ رانا	۱۴ موکل سی رانا	۷ بھون سنگہ رانا

رانا لکشم سنگہ کا گدہ منہ لیک خطاب تھا اوسکے چھوٹے بھائی رتن سے کی رانی پرستی تھی
دہلی کے بادشاہ علاؤ الدین نے اوس سے مانگی مگر اوسنے عساکر کیا تب علاؤ الدین

بقیہ فہرست بھارت برسی

۱۲ رتنا سنگہ	۷ موکل جے	۱ رپ دل کمر
۱۳ اکبر ماجیت	۸ کوئٹہ	۲ لکشم سنگہ
۱۴ ابن جیر	۹ ادوا	۳ اسی سنگہ
۱۵ ادوے سنگہ	۱۰ رامی مل	۴ جیر
۱۶ ہر تاب	۱۱ ساگا سنگہ	۵ کھل سنگہ
		۶ لکشم سنگہ

۱۰ بالیزادہ کی فہرست میں اسی کا نام اسی سنگہ لکھا ہے اور اوسکی سند نشین کے تحت ۱۲ بجومی ہرن جسکی انگری
سند پورے تیرہ سو پورے اور انگریزی میں رتھون نے علاؤ الدین کی جتیر پر پٹائی سنہ ۷۴۷ میں قرار دی ہے
اور اسی سنگہ یا اسی بعد اوس سے کہہ کے سند نشین ہوا تو اس حساب سے سنون میں تین چار برس کا
تفاوت رہتا ہے۔

مکراؤسکے ہمراہیوں کے ہاتھ سے بارہ زخم کھاکر گر گیا یہ سب سب حال راجا نامی جہاںشاہیوں
میں مفصل لکھا ہے ۔

اسکا بیٹا کرن راول تھا اسکے دو بیٹے ہوئے بڑا بھائی راول جو دو نگر پور میں نشین
ہوا دو نگر پور کے راول اوسکی اولاد میں ہیں ۔
چھوٹا راہی جو اپنے باپ کے کہنے سے موکل سے رانا والی مندور کے اوپر چڑھائی کر کے
نکیر میں رہتا تھا آخر اکیڑن سسرل نامی بی بی وال برہمن کے کہنے سے جو شگونوں کا علم نہ جانتا تھا
مندور کی طرف کو توجہ کر گیا اور موکل سے رانا کو لڑائی میں مغلوب کے اپنے باپ کے پاس لے آیا
راول کرن نے اوسکے نام سے رانا کا خطاب ور کر کے اپنے بیٹے راہی کو بخشا اور موکل
کو جزا جگداری پر مستعد کر کے چھوڑ دیا اوسدن سے راہی اور اوسکی اولاد کو رانا کہنے لگے۔
تمام ہوا تیسرا سرگ اسکے آخر میں کچھوڑ بھٹ نے پھر اپنا نسب لکھا ہے ۔

اوسکے دس کے لوگوں کے ولیدین مسلمانوں سے لڑتے وقت اوسکا نام لینے سے بہاوری و درواری پیدا ہوئی
تھی کہتے ہیں کہ کمان نے برہمنوں کے کہنے سے اپنے بیٹے کو مسند نشین کر کے راج سپرد کر دیا مگر بعد کو واسے لے لیا
کیونکہ برہمنوں کے کہنے میں کچھ غریب معلوم ہوا تھا اسلیے ہتھیرون کو مار ڈالا اور باقی ماند و نکلے خاندان کو خراب کرنا
چاہا آخر اوسکے بیٹے نے اوسکو مار ڈالا اور اوسکے باپ کے سپہ سالار نے ولی نعمت کا انتقام اوسے لیا ۔

۴۔ سرداران میواڑ کی فہرست میں جو درج خاتمہ کی گئی ہے ایسا لکھا ہے کہ مہاراول سمر سنگھ سنگھت امین
آگدی پر بیٹھا تھا اور اوسکا دوسرا بھائی کوہ کرن نامی نیپال میں جا کر مسند نشین ہوا جسکی اولاد آج تک
نیپال میں خود مختار مالک چلی جاتی ہے اگرچہ یہ فہرست اوس فہرست کی نقل ہے جو اوپر چور کے دربار
سے سمرٹ امین تیار ہو کر سرسہری لارنس صاحب زیڈنٹ راجپوتانہ کی خدمت میں بھیجی گئی تھی مگر
اسمیں سنوں کی بڑی غلطی ہوتی ہے کیونکہ راج پرستی میں اوپر لکھا ہے کہ یہ راول سمر سنگھ پر تھی
برج کے ساتھ شہاب الدین سے لڑ کر مارا گیا یہ معرکہ ۱۲۵۷ء مطابق ۱۸۴۱ء میں ہوا تھا اس صورت
میں کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ اکیسویں پتیس برس قبل از جنگ مسند نشین ہوا اگر اوسکے مسند نشین کے
سمت ۱۳۰۶ء ہوں عجب نہیں ۔

۵۔ دو نگر پور اکیس علیہ ریاست راجپوتانہ کی رزیدنٹی میں ہے ۔

راول سمرنگہ کو مہاراجہ پرتھوی راج والی دہلی کی بہن پرتھانامی بیابی تھی اس قرابت سے راول سمرنگہ بارہ ہزار مہراجوں کو لے کر اوس لڑائی میں راجہ پرتھوی راج جو مان کی مدد کو گیا تھا جو اوس سے اور غرین کے بادشاہ شہاب الدین غوری سے ہوئی تھی راول نے عین معرکہ میں شہاب الدین غوری کو اپنی قوت بازو سے پکڑ لیا تھا

۱۳ بر سنگ	۱ بٹا
۱۲ پیہ سنگ	۲ آگول
۱۵ در سنگ	۳ بھج
۱۶ بکرم سنگ	۴ کال بھوج
۱۷ سامنت سنگ	۵ بہرتری بھٹ
۱۸ کمار سنگ	۶ سمایکا
۱۹ تنور سنگ	۷ کھان
۲۰ پدم سنگ	۸ آلات
۲۱ جیسر سنگ	۹ نہاہن
۲۲ پنج سنگ	۱۰ سکت برہم
۲۳ سر سنگ	۱۱ شیخ برہم
۲۴ کرن سنگ	۱۲ نہرہم
	۱۳ کیرت برہم

ان دونوں میں کچھ غلطی معلوم ہوتی ہے۔

اوس فہرست میں باپا کے بعد سے کرن تک ۲۵ نمبر میں کھان راول نے سلسلہ مطابق سلسلہ سے لیکر ۳۲ تک راج کیا اور کو مسلمانوں کے ایک بڑے جنگی لشکر سے جبکہ سپہ سالار سہیل محمود والی خراسان کہلاتا ہے اور مارشمن کے نزدیک وہ ہارون رشید کا بیٹا مامون رشید ہے جو اپنے باپ کی نیابت میں خراسان کا حکم تھا اپنی طاقت کا امتحان کرنا پڑا اور ایں راجاؤں کی دسے عوام کا رفاقت میں تاخیر ہوئے تھے غنیمت سے معاف جنگ مقابلہ کر کے پوزیسین مرتبہ اور کو شکست دی ان فتحوں کے ذریعہ سے کھان کی نیکنامی اور مردانگی کی شہرت ایسی دور دور پھیل گئی کہ بہت پروردگار

جو راجہ اور سکی نسل سے ہوئے اور ان کے نام ذیل میں لکھے ہیں ۴۰۔

۱۳۔ اوجھ راول	۱۔ اکھن راول
۱۴۔ بہرون اول	۲۔ گونبد راول
۱۵۔ اسری پنچ راول	۳۔ مندر راول
۱۶۔ اکرنات راول	۴۔ آپور راول
۱۷۔ بہاؤ سنگہ راول	۵۔ سنگھ برہا راول
۱۸۔ اگا تر سنگہ راول	۶۔ سکت کمار راول
۱۹۔ ہنسر راج راول	۷۔ سالباہن راول
۲۰۔ سوہیہ لوک اول	۸۔ نرباہن راول
۲۱۔ رن مل راول	۹۔ انا پر شاہ راول
۲۲۔ جیر سنگہ راول	۱۰۔ کیرت برہا راول
۲۳۔ تیج سنگہ راول	۱۱۔ نربہا راول
۲۴۔ سمر سنگہ راول	۱۲۔ نربت راول
۲۵۔ کرن سنگہ راول	

۴۰۔ اس فہرست کو اس فہرست کے ساتھ جو بھارت پرشی کے آخر میں لکھی ہے مطابق کرنے سے ناموں کا ایسا کچھ تفاوت اور راولٹ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو کسی طرح بغیر دستیاب ہونے میں قیصری فہرست صحیح کے رفع نہیں ہو سکتا اگرچہ یہ امر معلوم نہیں ہوتا کہ بھارت پرشی والہ نے یہ فہرست کہاں سے پیدا کی مگر ظاہر ہے کہ وہ فہرست ہے کہ میو او کے حالات کی بنیاد قائم کرنے میں ناظرین کا اس پر عمل رہا ہے اسکے آغاز پر عیسوی سن سات سو اٹھائیس لکھے ہیں جس سے یہ ظاہر ہو سکتی ہے اور اسے پورے راناؤن کاراج چھوڑیں اس سنہ کے اخیر ہوا ہے اور الفنسٹن صاحب اس مقام پر سلاہ عیسوی میں لکھتے ہیں معلوم نہیں کہ ان صاحبوں کے بیان میں یہ اختلاف کس وجہ سے پیدا کیا فی الحقیعہ واسطہ ایضاً ح تفاوت فیما بین ہر دو فہرست کی اس حاجی سندرجہ خاتمہ بھارت پرشی کے اس مقام پر لکھے جاتے ہیں تاکہ دونوں کا مقابلہ ہو اور انکا تفاوت ایک دن سرکار ابدیہ کی توجہ سے نکل جاوے

عرف چتوڑاوس چچین لی ہوا اور آپ راجہ ہو گیا اور راول اپنا خطاب رکھتا باپا کے
 مدد مارٹن ہٹری میں یہ حال یوں لکھا ہے کہ باپا سے اوسکی ماں نے کہا کہ وہ چتوڑے کے راجاؤں سے
 قرابت رکھتا ہے جو پرمرا کے قوم سے تھے سینکڑوں اسکے ولین ایک بڑا اور وہ ہوا اور ہوشی چرانے کے
 نذیل پیشہ کو چھوڑنا مناسب جانا پس اپنے کئے دوستوں کو فتح کر کے آٹھ مین حبشی یا سیوی میں چتوڑ
 کی طرف گیا وہاں بسبب ظاہر کرنے رشتہ داری کے اوسکی بڑی قوتیر کی گئی مگر پٹے بڑے
 آدمیوں کو ایک اجنبی لڑکے پر مہربانی کرنا بہت بُری معلوم ہوئے اسی اثنا میں ایک قومی دشمن
 آچو پنا راجہ نے سب خاندان والوں کو لہنی اپنی فوج لے کر آنے کا حکم دیا لیکن سبھوں نے اتفاق
 کر کے اس بات کا منافیہ کیا اور بطور شکایت کے راجہ سے کہلا بھیجا کہ اپنے لیے دوست سے بد
 مانگو باپا نے فوراً پڑھائی کرنا اختیار کر لیا یہ دشمن مسلمان تھے جو اسد فوج پہلے ہی پہل ہندوستان میں
 گئے تھے اور انکا سپہ سالار محمد بن قاسم تھا جو وہ گجرات کو فتح کر کے چتوڑ کے قریب آیا تو باپا چتوڑ
 راجہ کی طرف سے سپہ سالار ہو کر اوس لڑنے کو گیا اگر یہ راجہ کے خاندان والوں سے کسی نے باپا کی مدد کی
 تو بھی باپا نے یہاں میں اگر دشمن کی فوج کو جو گجرات کی فتح سے معذور ہو رہی تھی شکست فاش دی جو میں
 قاسم بعد شکست سنہ اور صورت کی راہ ہو کر سبھا کا باپا نے کہنے تک جہان و سک بزرگون کی قہیم ارالریاست
 مٹی اوسکا اتفاق کیا وہاں سلیم نامی عالم تھا باپا نے اوسکا اپنا تاج بدار کیا اور پھر اوسکی بیٹی سے بیاہ کر لیا
 اور چتوڑ کو لوٹنے کے بعد وہاں کے خاندان والوں سے مشورہ کر کے اوسکی حمایت سے اگلے راجہ کو لگی سی سے
 اوتا رو دیا اور اوسکی جگہ آپ راجہ بن بیٹھا اور اوس ملک پر بخوبی ضابطہ اور تصرف ہو کر اوسنے اپنے ملک و زمین
 کو چھوڑا اور سہ لشکر سندھ بھی کو عبور کیا کہ نرساکن چلا گیا اور وہاں بہت سی مسلمان ریتن کہے بغیر ہی اولا چھوڑا
 اس میں چند بائین بی ہیں کہا اور تار یوں سے سنہ میں تین ایک محمد قاسم کا چتوڑ پر آنا دوسرے باپا راول کا خزانہ
 چلا جانا اور وہاں مسلمان عورتوں نے عیش کر کے بہت سی اولاد چھوڑنا دفع کی نظر سے ابلکہ کوئی ایسی دلیل ان کی
 کہ جسے سبھی ستی چو نہیں گندھی مگر عجیب نکتہ بائین رنج ہندو سنہ سے لی گئیں ہوگی کہ اوسکے وہ کتاب عربی
 مود قاسم کے فتوحات کے بعد تالیف ہوئی ہے اوس میں محمد قاسم کا ایک ایسی جگہ پوچھنا بیان کیا ہے جو سبھا
 سبھا جانا ہر دیکھتا رنج لہنسن کا پانچواں حصہ سنہ کی فتح کا ذکر ہے اگر کوئی صاحب ان پانچویں عملیت امداد
 سندھ بخوبی اتفاق ہوں تو مہربانی کی کہ اس مختصر بیان کے ذریعہ اوس سے صحیح و غلط سے فریہ بھی راسی لکھیں

جوراجہ اور سکی نسل سے ہوئے اور ان کے نام ذیل میں لکھے ہیں —

۱۳۔ اوتھم راول	۱۔ کھن راول
۱۴۔ بہرون راول	۲۔ گوندر راول
۱۵۔ سری پنچ راول	۳۔ مسندر راول
۱۶۔ اکڑاوت راول	۴۔ آپور راول
۱۷۔ بہا سنگہ راول	۵۔ سنگھ برار راول
۱۸۔ اگاتر سنگہ راول	۶۔ سکت کمار راول
۱۹۔ ہنسر راج راول	۷۔ سالباہن راول
۲۰۔ سوہیہ لوک راول	۸۔ نرباہن راول
۲۱۔ رن مل راول	۹۔ انبا پرشاد راول
۲۲۔ بیر سنگہ راول	۱۰۔ اکیرت برار راول
۲۳۔ تیج سنگہ راول	۱۱۔ نربار راول
۲۴۔ سمر سنگہ راول	۱۲۔ نربت راول
۲۵۔ کمر سنگہ راول	

۴۔ اس فہرست کو اوس فہرست کے ساتھ جو بھارت پرشی کے آخر میں لکھی ہے مطابق کرنے سے ناموں کا ایسا کچھ تفاوت اور اولد بھیجے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر کسی طرح بنیہ وستیاب ہونے سے متعیری فہرست صحیح کے برخلاف نہیں ہو سکتا اگرچہ یہ امر معلوم نہیں ہوتا کہ بھارت پرشی والے نے یہ فہرست کہاں سے پیدا کی مگر ظاہر ایسی ہے کہ فہرست ہے کہ میواڑ کے حالات کی بنا قایم کرنے میں ناگہان اسپرمل رہا ہے اسکے آغاز پر عیسوی سن سات سو اٹھائیس لکھے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اودے پور کے رانا دن کا راج چھوڑ کر اس کے بعد کے زمانہ ہوا ہے اور الفہرست میں صاحب امہ تام پرکلا عیسوی میں لکھتے ہیں معلوم نہیں کہ ان تمام بیان میں یہ اختلاف کس وجہ سے پڑ گیا ہے الجہد واسطہ ایضاً ح تفاوت فیما بین ہر دو فہرست کی اسامی سندرجہ خاتمہ بھارت پرشی کے اس مقام پر لکھے جاتے ہیں تاکہ دونوں کا مقابلہ ہو اور انکا تفاوت ایک دن سرکارا پیدار کی توجہ سے نکل جاوے

عرف چتور اور سچ چمین لی ہوا اور آپ راجہ ہو گیا اور راول اپنا خطاب رکھتا باپا کے
 ہمارے ہنری میں یہ حال دیوں لکھا ہے کہ باپا سے او سکی ماننے کے لکھا کہ وہ چتور کے راجاؤں سے
 قربت رکھتا ہے ہر پر مر کے قوم سے تھے نیکو اور اسکے ولین ایک بڑا اور وہ ہوا اور موسیٰ چرنے کے
 زریں پیشہ کو چھوڑنا مناسب جانا پس اپنے کئے دوستوں کو خراج کر کے آنھوں میں جیسی میسوی میں چتور
 کی طرف گیا وہاں بسبب ظاہر کرنے رشتہ داری کے او سکی بڑی توفیق کی گئی مگر پے پے بڑے
 آدمیوں کو ایک اجنبی لڑکے پر مہربانی کرنا بہت بڑی معلوم ہوئے اسی اثنا میں ایک قومی دشمن
 آچھو پچا راجہ نے سب خاندان والوں کو اپنی اپنی فوج لے کر آنے کا حکم دیا لیکن سبھوں نے اتفاقاً
 کر کے اس بات کا صفایہ کیا اور بطور شکایت کے راجہ سے کہلا بھیجا کہ ایسے لیے دوست سے مدد
 مانگو باپا نے خور اچھوڑ دی کرنا اختیار کر لیا۔ یہ دشمن مسلمان تھے جو اس وقت پہلے ہی پہل ہندوستان میں
 گئے تھے اور ان کا سپہ سالار محمد بن قاسم تھا جو وہ گجرات کو فتح کر کے چتور کے قریب آیا تو باپا چتور
 راجہ کی طرف سے سپہ سالار ہو کر اس وقت لڑنے کو گیا اگرچہ راجہ کے خاندان والوں سے کسی نے باپا کی مدد کی
 تو بھی باپا نے میدان میں اگر دشمن کی فوج کو جو گجرات کی فتح سے معزور ہو رہی تھی شکست فاش دی جو میں
 قاسم بعد شکست سندھ اور صورت کی لڑھ ہو کر سبھا کا پانے کہنے تک جہان اسکے بزرگوں کی قدیم دارالریاست
 تھی اور سکا اتنا قب کیا وہاں سلیم نامی حاکم تھا باپا نے اس کو اپنا تاجدار کیا اور پھر اس کی بیٹی سے بیاہ کر لیا
 اور چتور کو لوٹنے کے بعد وہاں کے خاندان والوں سے مشورہ کر کے ادنیٰ حمایت سے اگلے راجہ کو لگایا
 اتنا دیا اور اس کی جگہ آپ راجہ بن بیٹھا اور اس ملک پر بخوبی غناط اور تصرف ہو کر اس نے اپنے ملک و زمین
 کو چھوڑا اور سواشکر سندھ کی کو عبور کر کے نرساکن چلا گیا اور وہاں بہت سی مسلمان ریتن کر کے بہتری اور چھوڑا
 اس میں چند باتیں ایسی ہیں کہ اور تاریکوں سے نہیں ملتیں ایک محمد قاسم کا چتور پر آنا دوسرے باپا راول کا خزانہ
 چلا جانا اور وہاں مسلمان عورتوں نے عیش کر کے بہت سی اولاد چھوڑنا دین کی نظر سے اب تک کوئی ایسی بات نہیں
 کہ جسے بخوبی تسلیم چھوڑ دین گندی مگر عجیب کی باتیں رنج ہند سندھ سے آئیں ہو گی کہ اس کے وہ کتاب عربی
 محمد قاسم کے فتوحات کے بعد بتی لکھ ہوئی ہے اس میں محمد قاسم کا ایک ایسی جگہ پہنچنا بیان کیا ہے جو سواش
 سبھا جاتا ہے دیکھو تاریخ لکھنؤ کا پانچواں حصہ کی فتح کا ذکر تاجہ اگر کوئی صاحب ان ماجرہ کی اصلیت اور
 سندھ بخوبی واقف ہوں تو مہربانی کی کہ اس مختصر تاریخ کو پڑھیں اور اسے سمجھیں غلط فہمی بھی راسی لکھیں

فی الحبلہ باسپا نے ایام حور و سالی میں ہاریت رشی کی ملازمت حاصل کی اور اونکی تعلیم سے
 ناکدہ میں ایک لنگ مہا دیو جی کی ایسی پوجا کی کہ مہا دیو جی اوٹے بہت خوش ہو گئے اور نماز
 ہو کر یہ بشارت دی کہ چتر کوٹ میں تیرا چل راج ہو گا اور وہاں کی حکومت زمانہ وراثت
 تیری اولاد کے قبضہ میں ہوگی سو اسی دن سے کہ سن ۱۹۱۱ء اور مئی ماہ سووی ستین ۱۹۱۱ء تک باسپا
 کو کب نجات زور آور ہونے لگا ہاریت رشی کو مہا دیو جی نے پانسو لکھ بھروسے کے کرٹے
 دئے تھے سوا انھوں نے وہ کرٹے باسپا کو دے دئے اور باسپا تین سو پانچ لکھ کا لنگ باپو
 سر سے باندھتا تھا اور سولہ ہاتھ کا لنگا چولہ بچھتا تھا اور سولہ لکھ بھروسہ (یعنی پیسہ مروجہ سیوا)
 کا ایک سیر اور ایسے ایسے چالیس سیر کا ایک من ہوتا ہے سوا اسکا کمانڈا ایک من کا تھا
 اور ہر وقت پوجن و رگاجی کے دو بھینسوں کو ہر ایک کر کے ایک عرب میں بل دیتا تھا
 اور بڑے بڑے چار بکرے کھاتا تھا آخر اسنے منور راج موری کو شکست دیکر چتر کوٹ

۱۹۱۱ء آئین اکبری میں لکھا ہے کہ ایک دن باپا نے رنج نائی رکھیش کو جانور سمجھ کر کان کچھی رکھیش نے روشن
 سے آگاہ کر دیا باپا نے شرمندہ ہو کر قصیر معاف کرانی کہی کہی اوسکی خدمت میں حاضر ہوتا تھا آخر اسنے
 ایک دن باپا کو راجگی کی بشارت دی۔

اس بارہ میں مولف راج پرستی کا یہ بیان بہت درست ہے کہ اوسکو ایک لنگ مہا دیو جی نے راج با
 کا شروہ سنایا اور اونکی برکت سے وہ راجہ ہوا کس لیے کہ آج تک وہی پور کے راجاؤ لنگو ایک لنگ مہا دیو جی
 بڑا اعتقاد ہے اور ہر کاظم اول کا نام لے کر شریعہ کرتے ہیں۔

۱۹۱۱ء سنوں میں اس کتاب کے روسے بڑا فرق معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے حساب سے آج تک
 باپا راول کو کچھ اوپر سترہ سو برس ہو گئے اور انگریزی مورخ اوسکو عیسے کی آٹھویں صدی میں
 بتلاتے ہیں اونکی تحقیقات کی روسے وہ ولی ظلیفہ کا مہر تھا اور خوب غور اور غوض کرنے سے بھی
 یہی زمانہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے اسکی دلیل یہ ہے کہ جب باپا کا راج سن ۱۹۱۱ء میں بلہی پور سے جاتا رہا
 تو پھر وہ کس طرح سن ۱۹۱۱ء میں ہو سکتا ہے مولف راج پرستی نے یہاں بھی کچھ دیکھا لکھا ہے اور
 انگریزی مورخوں نے یہیہ سمت اون کے بتوں سے قایم کئے ہیں جو اونکی بلہی پور کی بابت ہم پہنچے
 ہیں جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔

ندی کن کا اوتار ہے۔ اور ہاریت رشی چند کن کا اوتار تھا جس سے باسپا راول نے غلام
اور بالینی فیض پایا پاتنی جی کی اوس بدو عالم طلب جو انھوں نے نندی کن کو دی تھی
وہ بطور پیشین گوئی کے بایوپر ان کے سینہ پاٹ کھنڈین ورج ہے یہی کہ تو عالم فر
مین جا کر چند روز تک سرگردان رہے گا اور بعد اوسکے ہاریت رشی کی توجہ سے جو چند
کا اوتار ہو گا ایک لنگ شیو جی کو بندہ عبادت کے خوش کر کے سینہ پاٹ کا راجہ
اور بعد انقضا سے عمر کے پھر اپنے اصلی مقام پر آ جائیگا اور اہل عالم تجھ کو باسپا کنہین

تاریخ نارتھمن بین اوس دشمن کی نسبت یوں لکھا جو کہ یہ دشمن جو سندھ کی راہ سے آیا تھا ایسا قیاس کیا جاتا ہے کہ نوشیروان کا بیٹا ہو گا اور بابت کی نسبت کہ اودھی پور کے رانا نوشیروان کی اولاد مشہور ہیں ان کے دو قول ہیں ایک تو یہ کہ نوشیروان کا بیٹا اپنے باپ سے باغی ہو کر ایک لڑائی میں مارا گیا اور اس کی اولاد ہندوستان میں رہ گئی جس سے یہ رانا ہوئے وہ یہ کہ نوشیروان کی ایک بیٹی ہندوستان کے شاہنشاہان میں میاہی گئی تھی جو ہارش نام قسطنطین کے عیاضی بادشاہ کی لڑکی سے تھی اس لیے راجپوتوں کا قلعہ انگریزی مورخ نرسے نقیب سے کہتا ہے کہ ہندو قلعہ سوری جب کی سہیشت سے راج پالا اور اسکورام کی نسل میں شمار کرتے ہیں انہی والدہ کی طرف سے بچم کے جمائی راجو سے قرارت رکھتا تاریخوں میں کیا اور طبع لکھا ہے غرض یہ بحث بہت طویل ہے اس مختصر میں اس کی گنجائش نہ دیکھ کر مفصل حالات درج ہو بات اسکے دوسرے تاریخ نویسوں میں جسکو فراہم کر دے ہوں لکھو نکالے۔

۴ تاریخ مارتن کی رو سے بایاراول گوہ کی نوین پست میں ہوتا ہے جتنا ہے اور سین لکھا ہے کہ گوہ کے بعد ایشور کی مسجد پر آٹھ راجہ بیٹھے اور جن سب سے پہلے راجہ کو اسکے میٹوں نے مار ڈالا لیکن اسکا جیوٹا بیٹا مہکا نام بایا تھا ۷۸ ہندوؤں کے قلعہ میں بیوی بچا اور گزریوں جن پرورش بایا اسکے لڑکین اور جوانی کے عجیب عجیب قصہ کہتے ہیں۔

اور افضل نے آئین اکبری میں عوایا پاک سرگزشت لکھی جو وہ مارشمن سے بہت محتاط ہے چنانچہ کہتا ہے کہ تین تاروں سے تین تاروں سے سویرے سے پہلے میر تار کو جہان بابا کے ماپا دون کی رہا ہے
تقی منیم نے لکھی اور اس لڑائی میں راجہ کاسا اٹھ اعلان مارا گیا صرف بابا نام ایک خود سال لڑا کا نذرہ بابا کی مان ہو
سے لے کر راجہ سڈ لیک تیرم ہیل کے پاس پناہ لائی قطعاً نہیں علوم کہ یہ تین کون تھا۔

گر بادست سے اوسکی نسل گملوت کلائی اور سیدو گانون میں بسنی سے وہ لوگ سیدو
مشہور ہوئے با سپار اول اسی گربادوت کا بیٹا تھا جو موجب پیشین گوئی با یو پران کے

مذکورہ تاریخوں میں اسکا نام کو الکھاسہ مولف راج پرستی نے بجز نام کے کچھ مال نہ لکھا حالانکہ اس
راجہ کی عجیب و غریب سرگذشت ہے شہادہ کا مناسب محل سمجھ کر از روی قوائیج کے اس مقام پر لکھا ہوں
و انج ہو کہ ہم مطابق سنہ ۱۱۸۵ میں بھی پور کے اوپر ایک دشمن نے چڑائی کی راجہ نے اسکا مقابلہ کیا مگر فتح نہ
اور وہ معہ تمام خاندان کے اوس بڑے کشت و خون میں مارا گیا اوسکے متعلقوں سے صرف ایک رانی بچاؤتی
نام زندہ بچھی سو وطن سے آوارہ ہو کر ملیا گریاڑ کے کہوہ میں جا بھیجی چونکہ وہ جل سے تھی اسلئے بلان ہی اسکا
لڑکا پیدا ہوا جسکا نام گوہار رکھا گیا جب وہ لڑکا بڑا ہوا تو ایڈر کو اپنے نصرت میں لایا اور ایک علیحدہ ریاست قائم کی
یہ آودوی پور کے رانا اوسکی اولاد میں ہیں۔

یہی سہ بات کہ وہ دشمن کون اور کہاں سے آیا تھا جسے بھی پور کو قتل و غارت کر کے ویران کر دیا سو اہم بڑا احتمال ہے
راجپوت مورخ تو اوسکا اور اسکے سپاہیوں کو جنگی اور وحشی بتاتے ہیں اور کرنیل ٹاؤ صاحب اولن کو
قوم پارتھین خیال کرتے ہیں اور واقعہ صاحب اولن کو سیکڑیا کے ایرانی سمجھتے ہیں الغرض صاحب کی
راہی ہے کہ بیشک وہ حملہ پارتھیا والوں کے سربراہ وروگی کے زمانہ سے بہت بعد کو ہوا ہے مگر ممکن ہے کہ
حملہ کرنے والے دوسرے نسل کے ایرانی یعنی ساسانی ہونگی اسلئے مطابق سنہ ۱۱۸۵ سے ۱۱۸۵ مطابق
تمل نوشیروان نے سلطنت کی وہ مختلف ایرانی مورخ جنکے اقوال بالکم صاحب نے نقل کیے ہیں بیان
کرتے ہیں کہ اس بادشاہ نے شمال میں فرغانہ اور شرق میں ہندوستان پر لشکر کشی کی اور پانچویں صاحب ایک
مفضل اور قرن قیاس بیان نوشیروان کے کوچکا مکران کے بحری حد سے سندھ تک کرتے ہیں مگر یہ نہیں لکھتے
کہ انھوں نے کہاں سے کہاں سے لکھا ہے جو کہ مقام بلہی سندھ کے پاس تھا اسلئے آسانی یقین ہو سکتا ہے کہ نوشیروان
نے اوسکو غارت کیا ہو گا اور میواڑ کے راجا ونگا جو نوشیروان کی اولاد ہونا مشہور ہے شاید اسکو اسبات
سے کچھ تعلق ہو کہ نوشیروان نے اونکو بھگا کر اوس مقام تک پہنچا دیا جہاں وہ اب موجود ہیں نوشیروان
کے جلوس سے سات برس اول فتح ہونا بلہی کا جو معلوم ہوتا ہے وہ ہندوئی واقعات کی تاریخ میں ایک
غریب سی بات ہے۔ ویکھو تاریخ افغنستان رو پو تھا حصہ کجرات کا ذکر۔

اوسکے آوت القاب رکھو سوا و سدن سے راجا کے بیٹے یو توں کا جزو نام آوت ہو مارا جیسا
کہ تیسرے سرگ میں آئیگا دوسرا سرگ تمام ہوا۔

تیسرا سرگ

بچے راج سے پیچھے کے راجاؤں کے نام

۱ پداوت	۷ سلاوت
۲ سیدوآوت	۸ کیشوآوت
۳ برشیآوت	۹ ناگاوت
۴ سو جیآوت	۱۰ ہوگاوت
۵ سوکھاوت	۱۱ ویوآوت
۶ سوآوت	۱۲ آساوت

میں تھا بائیس راجہ اس پر یہ کراچ سے وہاں تک تیرا راجے ہوتے تین سو اسی برس کو بائیس کے
آد پر تقسیم کرنے سے ایک راجا کی مدت سلطنت سترہ برس اور یکہ سینے ہوتی ہے اور تیرا اسم تقسیم
کرنے سے اونٹیں برس اور یکہ سینے گنی اسم اس قدر طویل مدت سلطنت کی تیس برس میں نہیں آتی لہذا
اس حساب کی آد سے تین سو اسی برس میں لکھ سینے سے لیکر آخر تک بائیس اجوں نے فی اسم
سترہ برس یا کم بیش راج کیا ہوگا میرے نزدیک احوال مرقوم اللہ رحمہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ایک
سبب تا ہم ہو سکتا ہے اور نوٹ راج پرستی نے قدس لکھے اور تیر لکھا کہ بچے راج سے گواہ کہ
چرا وہ راجہ اتنے مدت میں ہوئے اس لیے اس کے قول کے صحیح و غلط ہونے پر یکہ راجے نہیں دیکھتی
اور راجہ بانی کے مقام کا اختلاف بھی اسی قسمل سے ہے غم نہیں کہ راج پرستی غلطی ہو کر کو کھن
میں جنت۔ تاہم اس کی بین لکھا ہے کہ ان کی ریاست پر نالک عاتقہ برائیں تھی۔
یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ اس میں سے لیکر گواہت تک بھی راجوں کے نام کے ساتھ سین کا لفظ نہیں
مدت پہنچتا ہے۔ اس کے ساتھ بچے راج سے اول اول سین کا لفظ ہے۔

یہ ایک دن غیب سے آواز آئی کہ تم اپنے نام سے راجگی کا لقب دو کر دو اور بجائے
 ابدالی کا نام اور تمام نہیں لکھا کہ کہاں تھی اور یہی راج کا دھن میں آنے کا سال بہت دیر کیا کہ جس
 میں کا زمانہ معلوم ہوتا اور جو انگریزی تواریخ سے اس نئی ریاست کے قایم ہونے کا حال اور سال
 مت معلوم کرتے ہیں تو وہیں اور کتاب ہذا کی روایت میں کئی اختلاف واقع ہوتے ہیں۔ اول
 تملان راجہ بانی کو مقام میں ہے اور اختلاف اس وجہ کو نام میں جو ابو پرستہ نقل مکان کے آیا تھا پچھ تاریخ الفنسٹن میں جو آ
 تحقیقات کرنل ٹاؤ صاحب کے لکھا ہے کہ مقام بلہی واقع گجرات میں کنک سین سورج بنسی خاندان کا ایک
 نص جسکی سلطنت اوہ میں تھی نقل مکان کر کے چلا آیا تھا ایک اور ریاست کی بنا ڈالی ہو گی تو تاریخ الفنسٹن کا
 یہ حصہ اور اس میں گجرات کا ذکر۔

کنک سین راج نے دس پشت اور پڑ گیا ہے مولف راج پرستی نے بجز نام اسکا کچھ ذکر
 میں لکھا ہے راج کو دھن میں ایک نئی سلطنت کا بانی بنا ہے اگر یہ سمجھا جاوے کہ بہت تحقیقات
 کرنل ٹاؤ صاحب کے کنک سین نے گجرات میں اور یہی راج نے حسب روایت کتاب ہذا کے کہیں
 میں جو ابو اور ریاستیں پیدا کیں تو یہ بات معلوم کرنا دشوار ہو جائیگا کہ اودھی پور کے رانا جن کے
 باب سے یہ بحث پڑی ہوئی ہے کونسی ریاست سے نکلے ہیں ٹاؤ صاحب انکو کنک سین کی نسل
 بن بتاتے ہیں جو بلہی میں اگر حاکم ہوا اور مولف راج پرستی یہی راج کی اولاد میں قرار دیتا ہے
 بلکہ ریاست بموجب روایت مشارالہ کے دھن میں قایم ہوئی تھی اگر ہم یہ خیال کریں کہ راج پرستی
 تاریخ روایت معتبر ہے کیونکہ اسکی بنارائے قدیمی دفتر و نسخے قایم کی گئی ہوگی تو کرنل ٹاؤ صاحب کی
 اس تحقیقات کو بھی نامعتبر نہیں کہہ سکتے کہ جو راجپوتوں کے روایتوں پر مبنی ہے اور جسکی تصدیق
 بہتوں کے کہتوں سے بھی بخوبی ہوتی ہے چنانچہ ترجمہ انگریزی میں واسن صاحب نے کیا ہے
 یہ ایسا ثابت ہوتا ہے کہ جس خاندان کے لوگوں کے نام کے ساتھ سین کا لفظ
 لکھ کر مطابق سمت سے لیکر لکھ کر مطابق سمت تک بلہی میں سلطنت کی اور بعد
 نے اگر اس ریاست کو بالکل ہربا کر ڈالی اس حساب سے اونکی سلطنت میں
 راجوں کی تعداد اگر چہ تاریخ الفنسٹن سے معلوم نہیں ہوتی مگر اس راج پرستی میں
 دس سے یوں جانا جاتا ہے کہ راجہ کنک سین سے گویا کے باپ تک جو مائے

वज्रनाभ	۱۲۳ بجز نا بھ
महारथी	۱۲۴ مہار تھی
अतरथी	۱۲۵ اتہ ر تھی
अचलसेन	۱۲۶ اچل سین
कानकासेन	۱۲۷ کنک سین
महासेन	۱۲۸ مہا سین
अंगारथी	۱۲۹ انگ ر تھی
विजयसेन	۱۳۰ بیجے سین
अजयसेन	۱۳۱ اے سین
अभंगसेन	۱۳۲ ابھنگ سین
मधसेन	۱۳۳ مد سین
संहरति	۱۳۴ سنکھرت
विजयराज	۱۳۵ ایجے راج

یہ راج ابو دنیا کو چھوڑ کر دکن میں گیا اور وہاں کے راجاؤں سے لڑ کر ایک بڑی فتح پائی اور ان کو مطیع کر کے دکن میں راج دعائی مقرر کی جہاں ختمیل انجمن کی اقامت کی طرح اور تاج بلند شہر میں جسکو منشی منگل سین ڈپٹی کلکٹر مذہبست نے تالیف کی ہے یوں لکھا ہے کہ جب سو راجہ بنی راجوں کی سلطنت بودہ لاولد ہوئے راجہ ہو ہنر کے قطع ہوئی تو ابودھیا وغیرہ ان کے تمام علاقوں میں چند رعیتوں کا عمل ہو گیا۔

پسہ نہیں معلوم کہ مولف راج پرستی نے بجز نا بھ کو سو متر کا مینا قرار دیکر کس سند سے رائہ ان تک سلسلہ ملاو یا یہ بات البتہ تحقیق طلب ہے۔ اسی طرح بے پور اور بودہ پور کے راجہ بھی اپنی نسل کا سلسلہ سو متر تک جلاتے ہیں۔

सुनसाय

347

अंगारिका

सुभाष

विश्वविद्यालय

विद्यया

附

बिना

12

५५

५५५

पुष्प

संग्रह

पुणे-मुंबई

रुद्रा

रथान्

吸可

पुनः

من



ان سب سے

12

ما

۱۱ خرداد ۱۳۰۳

25/11/91

۱۱۱ - ۱۱۲

11/11/11

محلہ

میں نے اسے

۱۱۱

11/11/11

۱۱۰

کشتی

۱۲۰

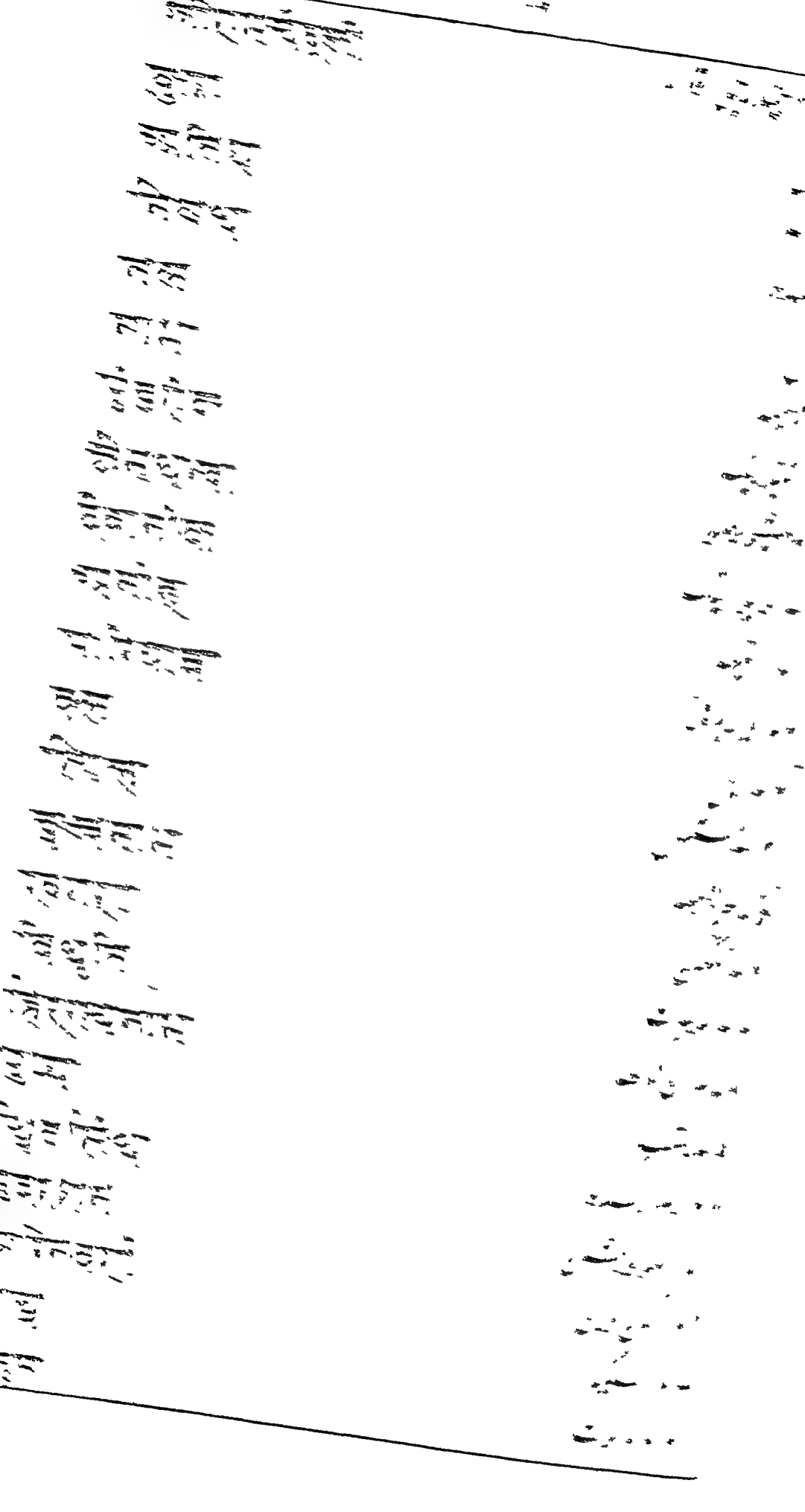
111

12-20-1944

۱۲ ستمبر ۱۹۰۲ء

بھاگوت اور لشنو پوان میں سوچ جنس کا اختتام سوٹر کے اوپر کیا گیا ہے چنانچہ
کے بعد اس خاندان کا سلسلہ پورانوں میں نہیں ملتا اسی وجہ سے اکشمہ لوگ
کہتے ہیں کہ اس خاندان کا راجہ سوٹہ پیر خاتمہ بالجیہ ہو گیا صاحبان انگلیہ
تحقیق کیا ہے کہ اس راجہ نے بکرا جیت راجہ سے کچھ مدت پہلے انتقال کیا

مارشمن -



अंशमान	अंशमान
दिलीप	५८ दिलीप
भगीरथ	५९ भगीरथ
भूरत	६० भूरत
नाभ	६१ नाभ
सिंधुद्वप	६२ सिंधुद्वप
आयुतायु	६३ आयुतायु
नृतुपर्ण	६४ नृतुपर्ण
सर्वकाम	६५ सर्वकाम
सुदास	६६ सुदास
मित्रसह	६७ मित्रसह
अस्मका	६८ अस्मका
मूलका	६९ मूलका
दशरथ	७० दशरथ
ऐडविड	७१ ऐडविड
वैश्वसह	७२ वैश्वसह
वदागचक्रवर्ति	७३ वदागचक्रवर्ति
वैवाह	७४ वैवाह
शीप	७५ शीप
	७६
	७७
	७८
	७९
	८०
	८१

वर्हनाश्व	۱۷ برهناشو
कुशाश्व	۱۸ کرشاشو
सेनचित	۱۹ سینجیت
यवानाश्व	۲۰ یواناشو
शंधाता	۲۱ مان وهاتا
परकत्स	۲۲ هر و کتس
त्रशदस्य	۲۳ ترش دسو
अनराय	۲۴ انران
हर्षश्व	۲۵ هریشو
अरुण	۲۶ اران
त्रिवंधन	۲۷ تر بندین
त्रिशकु	۲۸ تر سکویا سنبرت
हरिश्रंद	۲۹ هر چند
रोहित	۳۰ رهت
हरित	۳۱ هریت
चंप	۳۲ چنب
सुदेव	۳۳ سودیو
विज्य	۳۴ بیجی
भिष्का	۳۵ بهروک
वृक	۳۶ برک
बाहुक	۳۷ با هوک
सगरचक्रवर्ति	۳۸ سگر چکر ورتی
अपानम	۳۹ اس منجس

جانتا چاہتے کہ ابتدا میں سوائے ذات خداوند متعالی کے کچھ نہ تھا اور تمام زمین پانی میں ڈوبی ہوئی تھی جب قدرت الہی ایجاد اور تکوین کائنات کی مقتضی ہوئی تو اول ہر مہاجی نے ایک کنول کے پھول سے جو پانی میں تھا ظہور پایا پھر ہر مہاسے میں اور مہیچے سے کشب اور کشب سے سورج لپٹا بے نظیر پیدا ہوئے جو نسل سورج سے چلی اور سکو سورج نہیں کہتے ہیں تفصیل اسکی ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔ +

۱۔ سورج

सूर्य

۲۔ بیوسٹ منو

वैवश्वतमनु

۳۔ اکشوا کو

वृश्वाकु

۴۔ بگشی پاشاؤ

विकुक्षिवाशप्रद

۵۔ پور بجئے پاکتہ

पुरंज्यवावाकुस्थ

۶۔ اینا

अग्नेना

۷۔ راجہ پرتھو

पृथू

۸۔ بشورند

विश्वरंधि

۹۔ چندر

चंद्र

۱۰۔ یونا شو

यवनाश्व

۱۱۔ ساوست

सावस्त

۱۲۔ برہم شو

ब्रह्मदश्व

۱۳۔ اکول پاسو و ہندار

कुलयाश्ववा शुंथमार

۱۴۔ وڈم سو

दृढाश्व

۱۵۔ ہریشو

हर्षाश्व

۱۶۔ انکنبہ

निकुंभ

+ اس فہرست کو پنڈت رام کرن می نے بہا کوٹ اور لکی لکنا یون کی منہ ست سے ملا بہن کر کے بہت صحیح کر لی ہے۔

متممہ سراج ہستی
دوسرا امرنگ

وہ بھی راجا ونگا کر ہی نامہ بدلتے لیکر راجہ بیکے راج تک ہے یعنی یہاں تک
وہاں تک رہا اور بیکے راج دیوان سے اوٹھ کر دکن میں آ بسا اور سکی سنسن زمین

و جی سے مراد ہے —

کہ آدمیوں کے زبان کی عمر ان کے عمر کے ساتھ ہوتی ہے اور دیوتوں کے زبان کی عمر دوتوں کے برابر ہے یعنی اس زبان میں جو دیوتوں کی زبان ہے یہ کتاب زمانہ وراثت کا نام رہے گی۔ مئی ماہ بدی تین بجے سے اس کتاب کی تالیف شروع ہوتی ہے پھر رانا راج سنگھ کے اوصاف اور اس کے بزرگوں کی عظمت کا ذکر ہے وہاں لکھا ہے کہ رانا راج سنگھ کا خاندان ایسا نامی اور گرامی ہے کہ جس کے قدیم حالات کو اگلے کچھ شیروں نے لکھ کر بہت خوشی ظاہر کی ہے اور پانچا وغیرہ رانا کا ذکر جو کچھ میں لکھتا ہوں اس کی سند بھی اون ہی رکھشیروں کے بیان سے حاصل ہوتی ہے چنانچہ پاسد اول ہندی گرجا اوتار ہے جو مادیو جی کے خاص خدمتگاروں میں شمار کیا گیا ہے اوس کے اوتار لینے کی سند یا پوران کی پیشین گوئی ہے جو میدیات کندین (مید کندیا بابو پراں کے بابوں سے ایک باب ہے) مندرج ہے اور اس کی چھٹی فصل میں لہمان ایک ٹنگ مادیو جی کا بیان ہے یہ چند اشلوک لکھے ہیں جو سندایمال فوج ہوتے ہیں۔

श्लोक भूपन्वासादिकां चक्षुर्वक्षेहं मुनिसम्मतिं ।
वक्षेवायुपुष्पाण्यमेदपाटीयखण्डके अवेध्याय
महान्येवाक्यमीरितं

अथशेलात्मजावृहन्नशोकव्याकुललोचना नन्दि
नेप्रथंवाध्यं सृजंतीतमुचह

+ اس سال میں راج سندھ تالا کا کام شروع ہوا تھا۔
+ اگلے کچھ شیروں سے مالک اور بیاس جی وغیرہ ملازمین جنھوں نے رامین اور معاسارت وغیرہ میں کچھ
راماؤن کے کرکے میں جو خاندان رانا کے مورث ملے تھے۔

مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب دیوبند
مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب دیوبند

کہ آویں کے زبان کی عمر ان کے عمر کے ماننا ہوتی ہے اور دیوتوں کے زبان کی عمر دیکھ کر
 ہر کے برابر ہے یعنی اس زبان میں جو دیوتوں کی زبان ہے یہ کتاب زمانہ وراثت کی کتاب
 رہے گی۔ مئی ماہ بدی تین سٹا سے اس کتاب کی تالیف شروع ہوتی ہے +
 پھر راج سنگھ کے اوصاف اور اسکے بزرگوں کی عظمت کا ذکر ہے وہاں
 لکھا ہے کہ راج سنگھ کا خاندان ایسا باہمی اور گرامی ہے کہ جس کے قدیم حالات کو اگلے
 رکھ پشرون نے لکھ کر بہت خوشی ظاہر کی ہے اور بانیہ وغیرہ رانا کا ذکر جو کچھ میں لکھتا
 ہوں اس کی سند بھی اون ہی رکھ پشرون کے بیان سے حاصل ہوتی ہے چنانچہ
 بانیہ اول مندی گرجا اوتار ہے جو مہادیو جی کے خاص خدمتگاروں میں شمار کیا گیا ہے اور
 اوس کے اوتار لینے کی سند یا پوران کی پیشین گوئی ہے جو میدیات کندین (میدیہ)
 کندیا بابورپان کے بابوں سے ایک باب ہے) مندرج ہے اور اس کی چھٹی فصل میں
 لہمان ایک لنگ مہادیو جی کا بیان ہے یہ چند اشلوک لکھے ہیں جو سندایمان
 میں ہوتے ہیں۔

श्लोक भूपन्वास्यादिकान्वचं वदेहं मुनि सप्रति ।
 वदेवायुं पुराणस्य मेद पाटीयखाडके वदेध्याय
 महान्येवोक्ता मीरितं

अथ शैलात्मजावह्नानशोकव्याकुललोचना लंदि
 नेपथं वाव्यं सृजंती तमुचह

+ اسی سال میں راج سنگھ والا کلام شروع ہوا تھا۔
 * لکھ پشرون سے بالیکھ پشور جی وغیرہ روہین پنجوں نے رامین اور مہاسارت وغیرہ میں
 راموں کے بکر لکھے ہیں جو خاندان رانا کے مورث لکھتے تھے۔

لیکھنا سارے مخصوص اور متعلقہ این کے ساتھ اور نکات ترجمہ بشبب اسکے کہ یہاں سلیب
پر پڑے ہونے پڑتے ہو جو وہیں اردو میں نہ ہو سکا ناچار قلم انداز کیا اور باقی ترجمہ بہت
نہ موافق اور مزہ حال کے درست کر کے جہاں جہاں مناسب دیکھا اپنی معلومات
سے حاشیہ لکھ دیا۔

اصل درقون میں بہت جگہ غلطی ہے کہیں کہیں کے اشلوک تو ایسے ناسوز و نہین
جسکا مطلب ہی معلوم نہیں ہوتا پندت جی نے اور راقم نے سیاق عبارت اور پچھلے
لوک کی مناسبت سے اس کے مطلب مناسب سمجھ کر لکھ لیے ہیں سو یہ غلطی کا سبب
معلوم ہوتی ہے یا پھر ان پر حرفون میں کچھ شکست و ریخت ہو گئی ہوگی۔

اصل کتاب میں اکثر مقاموں پر تعریف کے طور پر بہت عبارت آرائی تھی
راقم نے اس کا حرف بحرف ترجمہ کرنا علم تاریخ میں داخل نہ سمجھ کر صرف واقعی مطالب
کے لکھنے سے سرکار رکھا مگر اصل مطلب سے کہیں بھی ایک حرف جاسے نہیں دیا۔

آغاز کتاب

سرگ اول بطور دیباچہ کے

کے آغاز میں ایک لنگ مہادیو جی اور روپ چتر بھوج جی وغیرہ دیوتوں کے
ژین مشورہ میں رانا راج سنگھ کو دعا ہے۔

مورن بھٹ کا بیٹا ہے اور اوسکی ماں سہا قہ بنی بدونا تھ گشائین کی بیٹی ہے
بھائی لکشمین بھٹ تھا سو کہتا ہے کہ اس لکشمین بھٹ کے پڑا نے کے
کانو کے تالاب کے حالات جب کور لارا راج سنگھ نے بنایا ہے سنسکرت
بشبب تالیف کتاب مذکور کا زبان سنسکرت میں یہ بیان کرتا ہے
نوں کی ہے۔

قدر عبارت کند و موتی تھی دو ورقہ میں نقل کر کے بذریعہ ڈاک صاحب پولیسکل انجینٹ
 کے پاس دیولی میں بھیج دیا تھا اور صاحب بہادر مسعود واسطہ ترجمہ انگریزی
 ٹونک میں کپتان جے جے بلیر صاحب کے پاس بھیجتے تھے اور بلیر صاحب نیڈٹ
 کمرن جی کی ترجمانی سے بوٹونک میں شہور نیڈٹ ہیں اور ورتون کا ترجمہ سنسکرت
 سے انگریزی میں کرتے تھے ہنوز وہ کتاب تمام اور کمال آنے پائی تھی کہ وہ دونوں صاحب
 ہوا اسکے بیسے شوقین تھے قضا راتھی سے بہ تفاوت چند ماہ کے انتقال کر گئے اور اس
 وفات کی خبر سن کر یاد دہراے نے باقی ماندہ کتاب کا بھیجنا ملتوی رکھا اور اس کتاب سے
 صرف سوایہا قولی عبارت جو سولہ دو ورقہ میں آئی تھی آئی اور باقی کا حال معلوم نہیں کہ
 کقدر اور ہے اور ہر دو ورقہ میں ایک ایک سرگ ہے جسکے معنے باب یا فصل کے
 ہو سکتے ہیں :-

سبب ترجمہ

جب کہ اقمح کی ملاقات رام کرن جی سے ہوئی اور ایک دن سبیل تذکرہ تواریخ
 بلذکر آیا تو میں نے اونسے کہا کہ اودے پور کے رائاؤ کی کوئی مسلسل تاریخ ہندی
 میں نہیں ملتی اور میں نے جو کچھ حالات ان رائاؤں کے کتب متفرقہ تواریخ سے
 میں وہ سبب معلوم نہونے بہت سی باتوں کے بے سرو پا پڑے ہیں نیڈٹ جی
 راج پستی کی نقل نکال کر مجھ کو دکھائی اور کہا کہ یہ اودی پور کی مختصر تاریخ ہے مگر
 نہیں اور اس کا سبب حال جیسا کہ اوپر لکھا گیا بیان کیا میں نے کہا آپ کو لکھینا
 مگر اب کا ترجمہ اردو میں مجھ کو کرادو کیونکہ یہ بہت کارآمد چیز ہے انھوں نے بکشا
 قبول فرمایا اور ترجمہ اس کا حرف بحرف سنسکرت سے ہندی میں کتے گئے اور
 بموجب اردو میں لکھنا گیا :-
 گیارہویں بارہویں سرگ میں اوس عبارت کی لہجائی چوڑائی اور بلند
 اور اوس کے حصوں کی علیحدہ علیحدہ پیمائشی مقدار اور ان کے ملا ہونے کے



واضح ہو کہ یہ راج پرستی میواڑ میں راج مند تالاب کے اوپر طاقتوں میں گھبرا
ئی ہے اس کو رانا راج سنگھ کے وقت میں رنج پور میں نے زبان سکھرت تعین
کی اور ماہ سو دی پور شاہی تخت میں گنوہی سنگھ نے اولی طاقتوں میں گنوہی
سنگھ موجود ہے۔

تھینا دو تین برس کا عمر میواڑ کے پیرائے میں برس صاحب بننا و پور میں
اور کپتان ہے بے پیر صاحب بننا و اس وقت کو راج پور میں
نیک واسطہ میں راج مند تالاب کے تخت پر سوار تھے وہاں انھوں نے
اب کو گندہ و گئی کو لوگوں سے ویرت کیا کہ یہ ایک نیا ہوا ہے انھوں نے
رانا ادوی پور کا کرتی نامہ اور اس وقت کے حکمران میواڑ میں
نامی ایک میواڑ پور سے قریب متعین۔ یہ میواڑ میں گنوہی سنگھ
کے پاس مجھ میں اور بہت سے قریب میں گنوہی سنگھ کے پاس
کیہ فرماؤں کہ یہ سب قریب میں گنوہی سنگھ کے پاس

سراجِ مستی

یعنی

کارنامہ گارانا اودیو پر راجپوتانہ
جو ملک میواڑ میں راج سمندر تالا کے اوپر طاقتور بنیں کندہ ہے اس
زمانہ راج سنگہ کے عہد میں رنجپور بھٹ نے زبان شنسکرت تصنیف
کیا تھا اور کنورجے سنگہ نے سنہ ۱۳۲۱ء میں کندہ کرایا تھا میجر این
بروس جیسا بہادر پولٹیکل ایجنٹ سابق لاڈوٹی اور کپتان جرج
بیر جیسا اسٹنٹ جنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ نے ایک عالم برہمن
جاوڑا کو جس کا کن راج نگر سے ہمدشتیاق اوس کندہ کی نقل کر کے انگریز
ترجمہ کرایا مرنج کا مل منشی دی پی پرشا جیسا نے نہایت صحت کے
سنسکرت سے اردو میں ترجمہ کیا۔

ماہ نومبر ۱۸۷۷ء

مطبوعہ میٹرا گراہمی منشی نو لکشیوین بھٹا کا رطبع ہوا

یہ سب کو بہت بڑا نقصان پہنچا کہ کم عمر کی شادی ہوئی تو ہم لوگ بے نسبت سابق کو نہایت ضعیف القوی اور خفیف الجسم ہو گئے اور جسم الیس ہو گیا تو بہت اور جرات کا نام نہ ہندوستان سے جاتا رہا۔ جب بچپن سے گھر گریستی اور اندھن میں بچپن کم عمر میں بال بچ پیدا ہو گئے۔ والے ان کی نگہداشت کی بڑی تو بچہ کو نہ بڑی کون تجارت کرے کون صنعت کو ترقی دے۔ غرض کہ کم عمر کی شادی ہوئی تو ہم لوگ فی کافہ فی ملک اور بیہودہ قوم کا بنیں کر سکتے۔

انکسویں خصلت شادی

ہر چند منقولہ مخفی شادی کو نقصانات وقتاً فوقتاً معوض بہت میں آتے ہیں اس لیے اس بار میں زیادہ سے خواہش کرنا چاہیے کہ اگر اہل ہندوستان میں منقولہ مخفی شادی بھی ایک مانع عظیم ترقی ملک کا ہے۔ ظاہر ہے کہ ترقی ملک ترقی و ترقی کے لیے ضروری ہے جو لوگوں کی دولت الیس ہو وہ کام میں صرف ہر ترقی تو ممکن نہیں کہ وہاں صنعت اور تجارت کو ترقی دے۔ ہر قوم پر مامی و اس طرح نام نہاد سلسلہ تولد و تناسل بہت ترقی فی نسل بنی آدم کے ہوتی ہے اور عثمان و الدین اور سرپرستوں کا ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو سرپرستی حاصل ہونے لگے۔ اصل میں اور رعیت سے بڑا ہے۔ اس ملک میں لوگوں کی یہی زمین منقولہ مخفی شادی کی وجہ سے حکم شریع اور حکم شاستر کے میں اختیار کر لی دین کہ جسٹس مال کا بے نسبت ہے۔ یہ سب دماغی ہوتا ہے یعنی دودن کا دوشی اور کاپا پاداری کی طرح کہ یہ قدر روپیہ شادی میں صرف کو ترقی میں کہ سراسر اوقات گذار می ہوتے ہیں۔ "فردار ہو جائے زمین جائدادین رہن اور بیج ہو جائے زمین مقام غور و محل فستق" کہ جائداد سراسر جو وسیلہ اوقات بسر می لینی اور اپنی اولاد کا یہ وہ صرف نمایاں و ابھی میں صرف ہے۔ اور دقتیں ان کی نمایاں کی معین تمام عمر کو واسطے نان شبیہ کو محتاج ہو جاوین۔ بسا اوقات یہ مطالبہ دگر می دین یا ہر روزہ منہل زحمت قیہ اٹھنا دین۔

ظاہر ہے کہ یہ بوجہ جائداد اور ترک کر لینے موجود ہو کر سبب نماں برادر ملی اور جائداد ان کے مبادرت نہیں کر سکتا۔ تا وقتیکہ مندرجہ ذیل منفق ہو کر صدق و لیس کو پیش دہاں نہ دے اس سے قبیحہ کے گریز ہو گیا۔ یہ ہم موقوف ہوئے ہیں۔ ہر روزہ ان صاحبان سے میں نہایت کوشش کی اور غرور و ذہن بعض فائدہ رسانی انما میں جس کے اختیار اور اثر تمام ہو جائے۔ اس میں کوشش پہنچ فرمائی۔ مگر ہنوز روزانہ یہی ہو رہا ہے کہ ہم لوگ متفق ہو کر کوئی کام نہیں کر رہے۔ اب ہاؤ بڑی ترقی ملک اور بیہودہ قوم کے چاہیے کہ ہم اس کام کو یہ سلم موقوف کر دین اور جو روپیہ میں صرف ہوتا ہے وہ ترقی صنعت اور تجارت اور تعلیم اپنی اولاد میں صرف کرین اگر ایسا کریں تو مدد خداوندی ہوگی۔ اصل بران اور ملک اور قوم کی ترقی ہوگی۔

ہندوستانی لیجس لیٹو کو نسل گورنر جنرل میں بھی بھرتی ہوئے ہیں۔ ہر چند ان ممبروں سے جیسا کہ
 چاہیے فائدہ دو وجہ سے مترتب نہیں ہوا۔ اول اکثر اوقات انتخاب ان ممبروں کا لیاقت پر نہیں ہوا۔
 بلکہ ثروت پر۔ چنانچہ دیکھیے لیجس کہ بہت ہی کم ہندوستانی ممبرین فی ایسی مسودہ قانون پر بحث کی
 ہوگی۔ دوسرے تعداد ہندوستانی ممبروں کی بمقابلہ ممبران انگریزی کی کم ہے کہ اس وجہ سے انکی
 راجرتبہ پذیرامی کا نہیں رکھتی۔ مگر شکر ہے کہ ہندوستانی ممبر کو نسل میں بھرتی تو ہیں اور خدای
 تعالیٰ وہ دن دکھاوے گا کہ جب انتخاب ممبروں کا لیاقت پر ہی منحصر ہوگا اور تعداد بھی ہندوستانی
 ممبروں کے برابر انگریزی ممبروں کی ہو جائیگی۔ اکثر قانون ایسے جاری ہوتے ہیں کہ جو عادات اور
 رسم و رواج ہندوستانیوں کے بالکل خلاف ہوتے ہیں اور جنکو عبارت ایسی پیچیدہ ہوتی ہے
 کہ وہ کسی طرح عام فہم نہیں ہوتے۔ حالانکہ قانون کی عبارت عام فہم ہونا چاہیے تاکہ ہر شخص اسکو
 سمجھ سکے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ واضعان قانون حالانکہ وہ نہایت عالم و فاضل ہوتے ہیں مگر
 یہ انکی رسم و رواج سے کماحقہ واقف نہیں ہوتے چونکہ اور اصول کل قوانین بلکہ کل کام گورنمنٹ
 کے اصول ولایت پر مبنی ہیں اور ہم لوگ ابھی اس مرتبہ علم اور تہذیب کو نہیں سمجھتے ہیں
 جیسے کہ سکنا رگریٹ برٹن کے اور نہ ہمارا رسم و رواج مطابق رسم و رواج اہل انگلستان کے
 ہے اس وجہ سے اکثر قوانین ہمارے طبیعتوں کے خلاف ہوتے ہیں اور وہ ہکونا گوار گذرتے ہیں۔
 چاہیے کہ ہر شہر میں مینوٹنل کمیٹیوں جو گویا کو نسل مجسٹریٹ منافع ہیں مقرر ہوں اور ہر ایک ضلع
 سے ایک ایک رئیس لٹیک منتخب ہو کر کو نسل کمنٹر مقرر ہو اور ایک ایک قسمت سے ایک ایک رئیس
 لٹیک منتخب ہو کر کو نسل لفٹنٹ گورنر مقرر ہو۔ دہلی اور اس میں گورنر کی کو نسل جو نگر اضلاع منتر
 و پنجاب میں نہیں اور ہر ایک پریزیڈنسی سے ایک ایک لٹیک ہندوستانی اور ایک ایک حاکم تجربہ کار
 اس پریزیڈنسی کا منتخب ہو کر لیجس لیٹو کو نسل گورنر جنرل مقرر ہوا کرے۔

یہ کو نسلین سال بھر میں ایک دفعہ یا دو دفعہ جیسی ضرورت ہو اجلاس کیا کریں جب کوئی مسودہ قانون
 کا مرتب ہو تو اول وہ ضلع کی کو نسل میں اور پھر ہر قسمت کی کو نسل میں اور پھر پریزیڈنسی کی کو نسل میں
 اور پھر لیجس لیٹو کی کو نسل گورنر جنرل میں مع آراء جمیع کو نسلین کے پیش ہو اگر یہ قاعدہ بالفعل مقرر ہوگا
 تو یقین ہے کہ کوئی قانون ایسا جاری نہ ہو کہ جو ہم لوگوں کی طبیعتوں کے خلاف ہو۔ فرض کیجئے کہ

در رعایا کو فرحت کا منہ ہے۔ اور باتفاق راسی مفسدون کو دربار پادشاہی سے خارج کر دینے کا اختیار ہے اس نظام کو
 سبب جزای سلطنت ہوزن رہتی ہیں کوئی دوسرے کو حق میں دست اندازی نہیں کر سکتا ہے۔ رعایا خوشحال و مکرمل
 ہوتی ہیں۔ امین کوئی شہ نہین کر بادشاہ و افسر عظام سلطنت اور تمام فوج بری و بحری جو زمان اسیکٹ سے
 جاری ہو تو بہن بدون اجازت بادشاہ کو نہ کہین کو ایچی جا سکتا ہے اور نہ کہین کا ا سکتا ہے۔ گیارہ سو کو نام راج پرتی
 و قوانین کو پارلیمنٹ سے ایجاد کیے جاتے ہیں اور دستور کو دیکھ کر بھی اختیار ہے مگر بغیر وساطت و زرا کو انین محبت کرینا
 اختیار نہیں۔ بادشاہ کو یہ بھی اختیار ہے کہ جلسہ پارلیمنٹ کو چند روز کو واسطی مغل کر دے۔

اسی اسکو امیرون کو خطاب اور ترقی عطا کرنا اور عہدہ جبرائٹ کرنا خاص ذات شاہی سے مخصوص ہے۔
 ان اختیارات کو حقوق سبب ہی اور انتیارات بادشاہی کو تو بہن ہو جیہ قانون مجریہ مال نہین
 نگہ دم یعنی انگلستان اسکا المینڈ اور آئر لینڈ کو وہاں ہر شخص آزاد ہوتا ہے کسی غلامی میں نہیں بک سکتا
 حکم عدالت کو نہ وہ قید ہو سکتا ہے نہ جلائی وطن۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی ملک میں جان او سکاول چاہے
 سے اسکا مال کی نسبت بغیر حکم قانون کے کوئی دست اندازی نہیں کر سکتا۔ وہ مجاہد کو اپنی
 عرض معروف حضور بادشاہ خود جلسہ پارلیمنٹ میں کر دے اور وہ قانون کا مزید کر سکتا ہے اور اس پر عرض بھی
 کر سکتا ہے کوئی مزارع نہیں ہے گناہبہ خلاف فریاد کہہ باتفاق رعایا انگلستان کو حاصل ہیں وہی ہر کوئی حاصل ہیں ہر ملک سلطنت
 میں ملے ہوئے رعایا کو شیک نہیں ہیں جیسا کہ یہ کہہ کر ظہور پیش کش رعایا انگلستان کے ترقی سلم نہیں کی ہر ہمارو خیالات مثل ادشا
 نیات کو عالی نہیں ہیں۔ ابھی ہر کو ادہ کافی واسطی اشتراک نظام سلطنت کی حاصل نہیں ہے۔ اگرچہ ہر ہمارو کو
 ادہ ہمارو ملک میں حاصل ہوا تو وہ ملک کا عدم کار کرتا ہے۔ مگر ہر اپنی عدل کو رنٹ سوامید قوی ہو کر جیہ
 ہو لیاقت انتظام امور سلطنت کی حاصل ہو جائیگی وہ ہر کو ضرور مثل رعایا انگلستان کے شریک انتظام ملک میں
 رہے گی۔ دلیل اس یقین کی یہ ہے کہ بہت روزوں تک ابتدا سلطنت انگلشیہ میں ہر کو کچھ بھی انتظام ملک میں
 فعل تھا عہدہ تحصیلداری کو یا ہم لوگوں کو مزاح تھا بعد لارڈ ولیم بنٹک صاحب کے ہم لوگ ڈپٹی کلر اور
 صدر ریسندہ و دفتر ہوئے۔ اب ہم لوگ عہدہ نیو نیل کشنری پر جو کو یا بسم اللہ قائم ہوئے پارلیمنٹ کی ہر
 قریب ہیں۔ آئریر فنانسیر اور سولینج بھی مقرر ہوئے ہیں۔ اس مقام پر بہن اپنی قوم کو بیلر سے فخر بیان
 رہا ہیں کہ جو کام لوگوں کو سپرد ہوا اسکو ہم جو بھی انجام دیا اور نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ اب ہر کار فی ہر سروس
 میں جسکی تمام لوگوں کو داو نہیں ایک مرتبہ ہی امتحان ولایت کو مقرر کرنا شروع کیا۔ سو اس کے دو تین ممبر

پارلومن میں اسکی تائین بکثرت ہوتی ہے چنانچہ گوہر کمالیون کو تھما لیا ایک کمپنی دے دی تیار می لوہے کی قلعہ بندی کی طرح
 چونکہ اسکی باس سرمایہ کافی تھا اسلیئے کامیاب ہوئی۔ اگرچہ لوگ بہت آکر کمپنی تیار می لوہے کی قلعہ بندی کرینا
 لگے لیکن ہر کامیابی کے بعد ہی اسکی تیار می لوہے کی قلعہ بندی کو بھینس دیا۔
 نہایت خوشی کی بات ہے کہ ہمارا راجہ گوالیار کا ارادہ واسطی تیار می کرنا کارخانہ لوہا بنانی کے ہے اور یقین ہے کہ فائدہ
 شیراٹھواوین کیونکہ اسکی عملداری میں لوہا بکثرت ہے اور عمدہ ہے۔

چھٹی مشارکت رعایا اور سلطنت میں

قبل تحریر اس مضمون کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ واسطی اطلاع صحابہ حاضرین کو اول کیفیت حکومت ولایت تھما لیا
 کی تحریر کیا ہے۔ ولایت گلستان میں بعد ولیم منہو کے ہر ضلع سے بارہ بارہ آدمی عام ہنگو رسوم
 ملک سے واقفیت تمام تھی واسطی آمد اور نمٹ کو طلب ہونے لگے اور پھر بعد کو تعداد انکی زیادہ ہونا لگا
 اور حال کا ہوس آف کا منس کہ جسکا حال ذیل میں لکھا جاتا ہے نیکیا۔

واقع ہو کہ سوامی مشین ان مملکت اور مدر ان سلطنت یعنی امرای شاهی کو مستحق گلستان میں دو مرتبہ ہوا اور
 ایک ہوس آف کا منس۔ دوسرا ہوس آف لارڈس۔ ہوس آف کا منس اس حاکم سے عبارت ہے کہ ہر ممبر رعایا میں سے
 حسب ضامندی رعایا کو منتخب ہو کر مجلس منعقد ہوتی ہے اور اس میں قریب ۵۰۰ کے ممبر ہوتے ہیں انتظام کلر
 اور تصفیہ اکثر مقدمات اور ایجاد قوانین اس کے اختیار میں ہے ہوس آف لارڈس کم جسکو اپر ہوس آف پارلیمنٹ بھی
 کہتے ہیں۔ اس جماعت سے مراد ہے کہ جس میں خواص رعایا کو لوگ منتخب ہو کر ممبر تجویز کیو جاتی ہیں یہ جلسہ بادشاہی سے
 دوم درجہ میں لگتا جاتا ہے۔ اسکی قریب ۵۰۰ کم کو میں یہ امر جلسہ پارلیمنٹ میں بذات خود موجود ہو کر معاملات میں رہے
 دیو ہیں اور در صورت عدم موجودگی انکی کوئی اور امیر انکی طرف سے شریک جلسہ ہوتا ہے اس جلسہ کو بہت بڑا اختیار ہے
 جمیع معاملات عائد ہیں دائر ہوتے ہیں اور یہیں سے اجرا ہوتا ہے۔ خطاب امرا کے لیے یہی تجویز کرتے ہیں۔
 اور جو اشخاص کہ ہوس آف کا منس میں داخل کیے جاتے ہیں انکی تحقیقات بھی اسی جلسہ پارلیمنٹ میں ہوتی
 ہے۔ اگر کسی میر ریب م نہاد وغیرہ قائم کیا جاتا ہے تو اسکی تحقیقات کا بھی انہیں کو اختیار حاصل ہے۔ اخیر
 اپیل فیصلہ جات تمام عدالتوں کا میں تک ہوتا ہے۔ وہاں کو بادشاہ کو اختیار حاصل نہیں کہ بلا مشاورت جو چاہے
 سو کر سکے۔ البتہ اگر وزیر امیر پارلیمنٹ حقوق بادشاہی میں مداخلت بجا کریں تو بادشاہ کو اختیار ہے کہ انکو موقوف اور
 برخاست کر دے۔ اسلیئے اگر بادشاہ یا وزیر امیر شاهی سے کوئی امر خلاف بصورت اور اغراض ملک کو صادر ہو تو پارلیمنٹ

اور یہ خبر بذریعہ تاجروں کے بیان آئی تو ہماری بزرگوں نے بہت غور و فکر کیا اور احتیاط خود نوشت کہ ہندوستان
شکلی اور ترقی کی راہ سے باہر جانے کی ممانعت کر دی اور یہی بڑی وجہ اس ملک کی غیر ملکیوں سے تجارت
موقوف ہو چکی ہوئی۔

آج جو تجارت اندرونی ہم لوگ کرتے ہیں وہ تجارت نہیں ہے نہ اس میں استفادہ حاصل ہوتا ہے کہ جو تجارت انگریز
تالیم کو بلکہ اوسین صرف حق الممت ہی ملتا ہے سو یہ بھی بطریق سرکار نگلشید کرتے ہیں کہ اس عہد میں
یہ تجارتی ہو گئی ہے۔ شرکین ننگلین۔ راہ قلعہ بطریق سے خالی ہو گئی ورنہ پہلو تو مال تجارت کا ایک
سہ سے دوسرے شہر تک لیجانا دشوار اور مشکل ہوتا تھا اور بدو ن قافلے کو کوئی تاجر سفر نہیں
کرتا تھا۔ سو اس کے علاوہ اس میں سابق میں محصول پر مٹ یعنی محصول رہ گز جسکو دھول و ڈال کا
محصول بھی کہتے تھے لیا جاتا تھا اور یہ محصول بہت عرصہ تک علاوہ اس نگلشید میں جاری ہاں کہ جب
دیکھا کہ اس قسم کا محصول مانع ترقی تجارت ہے تو سرکار نے اپنی ہی سلاہی سے یہ محصول معاف نہیں
کیا بلکہ کل والیان ملک ہندوستان سے خواہ معاوضہ دیکر زیادہ بلا معاوضہ اس طرح تجارت کے
اس قسم کا محصول معاف کر دیا۔ بلکہ سالگہ نشہ میں بہت ترقی تجارت نکلتا ہے ان کو آمدنی ہندوستان
کو ایسے وقت میں جب روپیہ کی نہایت ضرورت ہو ایک نقصان عظیم پہونچا تو منٹ حال فرموصول لپور
ولایت کا۔ معاف کر دیا۔

آج دیکھنا چاہیو کہ اس ملک سے غیر ملکوں کی سوداگری کی کمی یہ چیزیں اعلیٰ قسم کی ہیں یعنی۔ چاؤ۔ افیون۔
شیش۔ تیل۔ پائول۔ روئی۔ شکر۔ گیہون۔ شکر تو ولایت میں اب بیان سے بہت ہی کم جاتی ہے۔
خیرہ ایشس وغیرہ والوں نے یہ تجارت ہماری کیونکہ وہ ان شکر ہائے عمدہ اور ارزان تیار ہوتی ہے۔
اور یہ وہ اور روئی بمقابلہ امریکہ کی بیان اور فی قسم کی ہوتی ہے اس لیے یہ چیزیں ولایت کو نہیں جاتیں انہیں
منازع سرکار کے حصے میں صرف رہتے ہیں باقی رہ گیا ان کی سوداگری غیر ملک والوں کے ہاتھ میں ہے۔
ہی اس کی تجارت سے نہ نفع کثیر حاصل کرتے ہیں۔ پس ہندوستان کی سوداگری میں کوئی چیز ایسی نہیں
ہے جس سے ہم لوگ فائدہ تجارت کا اٹھائیں لیکن اگر کوشش ترقی ملک میں کریں تو چاہے سودا کی تجارت
ہم کر سکتے ہیں۔ آج کل گریٹ برٹن والوں کی سوداگری لوہے کی بہت رونق ہے یہ کیونکہ اس کا خراج بہاؤ درل
وسلمان عرب و ضرب اراد۔ پیرون کی بنا پر یہ کثرت سے ہوتا ہے اور ہندوستان میں لوہے کی یہ کثرت ہے کہ اکثر

مختلف ولایتوں کی ہلکے نصیب ہوتی تھیں۔ ان سب باتوں پر نظر کر غیصے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مشیتِ ایزدی روزِ ازل مقتضی اس امر کی تھی کہ مختلف ملکوں کی آپس میں تجارت ہو پس جب یہ صورت ہو تو ہلکے تجارت کی حالات اور اہل کو فوائد قلمبند کرنا پڑے۔ تجارت ایک ایسا فن ہے کہ حسین انسان کی محنت جسمانی اور فکر ذہنی دونوں درکار ہیں جتنے ہنر اور پیشہ میں وہ تجارت سے روٹی پکڑتے ہیں اور تجارت ہی کو لہجہ آغاز ہو رہی تھی۔ تجارت کا کمال کسی قوم کو ساتھ مخصوص نہیں پہلے ہندوستان سے براہِ خشکی و تری تجارت ہوتی تھی پھر مالکِ عرب اور یورپ اور امریکہ میں شروع ہوئی مگر جس قدر کہ تجارت کو ترقی آج کل ہر ایسی کہیں نہیں ہوئی علیٰ مخصوص تجارت انگارستان کو اور بعد امریکہ کو فوائد تجارت بیشمار ہیں اگر مفصل لکھیں تو ایک دفترِ عظیم اور رسالہ ضخیم بن جائے مگر میں بیان تشیلاً چند باتیں بطورِ مشتمل نمونہ از خزائن لکھتا ہوں۔ تلاش تجارت کو بھی بدولتِ کلمبر فرسلائے میں امریکہ جسکوئی دنیا کئی ہین پائی جو دست میں پرانی دنیا کو چینوں حصوں کو قریب قریب برابر ہے اس تجارت ہی کی بدولت آسٹریلیا اور بہت سی جزیرہ دریافت ہو سکے ہیں۔

چار سو برس گزرے کہ ولایتِ انگلستان میں چند سوداگروں نے متفق ہو کر سات لاکھ روپیہ کا سرمایہ جمع کیا اور ایٹنڈ یا کمپنی نام رکھا۔ بعد حصولِ اجازت فرما کر واپان انگلستان کو ہندوستان کی سوداگری شروع کی۔ اور ایک مہینہ دس مہینے تک انکو اجازت تجارت ہندوستان کی ملی۔ چنانچہ میعادِ مہینہ تک کوئی اور شخص ہندوستان کی سوداگری نہ کر سکا۔ پھر آگے دیکھا دیکھی اور قوموں نے بھی ہندوستان کی تجارت شروع کی۔ مگر چونکہ آفتابِ اقبال قومِ انگریزی کا نصف النہار پر تھا اسلئے اور قوموں نے بمقابلہ انگریزوں کو کامیاب نوٹیں اور دم و باکر انہی ولایت کو چلی گئیں۔ قومِ انگریز مالک ملک ہند اور عالمِ پچیس کے ورثہ دار کی ہو گئی اگر سچ پوچھو تو تجارت ہی کی بدولت اس قوم کو سلطنت اس ملک جنتِ نشان کی ملی۔

سہم لوگ زمانہ گذشتہ میں تجارت بری اور بحری کرتے تھے ہماری کتب میں محافظتِ سواری جہاز اور ہا ایک کی بارہونگی پائی نہیں جاتی چنانچہ راجہ سلکر کا سمندر میں جانا اور اکثر جزیروں کا مفتوح کرنا اسبابِ کجی ثابت کرتا ہے کہ کمین سمندر میں جانکی محافظت تھی۔

نور شیروان شہاء ایران کی بیٹی کا راجہ پلہ پور سے شادی ہونا اور راجہ کاندھاری بالی شہر قندھار کا صاحبان کی لڑائی میں شریک ہونا سوید اس باب کا پچہ کہ اکثر زمانوں میں ملک کو بارہاری آمد و رفت تھی مگر جبکہ مذہبِ اسلام شائع ہوا اور اہل عرب نے تجارت بحری ہندوستان کی شروع کی اسلئے ان قوم کو بزر وراستہ مشرق کی

قسم کے مدارس بیان جاری ہونے لگے مگر نہیں کہ لوگ اصول صنعت و تجارت ہون اور افلاس دور ہو۔
 اگر اعتراض کیا جاوے کہ خیر حقہ اس زراعت اور مدارس صنعت کا کمان ہو تو اس کا جواب بہت آسان ہے
 سرکار نے لیسنس سسٹم کے واسطے اس وقت کے مقرر کیا یہ تو اس ٹکس کا روپیہ سوامی اس کام کے اور کام میں
 صرف کرنا قریب صنعت نہیں۔ جو روپیہ اس ٹکس کا ہر سال جمع ہو تو اس کے سوا اس قسم کو مدرسی جاری
 کیو جاوے۔ کیونکہ قریب اس زراعت اور صنعت کے قطعاً جو اندرون اس ملک کا ارشاد ہو گیا ہے متصور ہے
 اس صورت میں سرکار کو روپیہ بنانے سے دینا نہ پڑے گا اور ترقی ملک بآسانی اور بخوبی ہو جائیگی۔
 دیکھیے پیرانہ شاہشاہ روس نے واسطی ترقی علم صنعت کو اپنے نفس نفیس پر وہ محنت شاقہ اختیار کی کہ شاید
 کوئی ادنیٰ سا آدمی بھی نہ اختیار کرے یعنی جب اس نے دیکھا کہ روسی الیہا بنائی کو فن محض ناواقف ہیں۔
 اور ترقی ملک بلا تجارت بکھر رہی مگر نہیں تو وہ خود سازم کو گیا اور وہ ان کا رگیزہ بن کر ہمیں میں مدت تک
 رہا۔ ہاں بنا سیکھا اور اپنے ملک میں اگر اس فن کو اپنی رعایا کو سکھایا سب روس میں ایک ایسا جہاز بن گیا
 کہ اس کے مقابلے میں کسی ولایت کا جہاز نہ ہوگا۔

بعد ازاں تو ایک شہنشاہ فریسی اولوالعزمی کی اگر یہاں کو والیان ملک یا اور لوگ جنہوں نے اس قسم کو کارخانہ
 جاری کیے یا آئندہ کو جاری کریں ایک ایک دو دو ہندوستانیوں کو وظیفہ مقرر کر کے واسطے تعلیم صنعت
 ہر قسم کے ولایت کو بھیجیں تو کس قدر ترقی ملک ہو کیونکہ اب جو ہم ایک سوئی کے لیے بھی ولایت ہی کے
 محتاج ہیں۔

میں یقین کرتا ہوں کہ پیرانہ لیسنس سسٹم اگر اپنی امید میں کامیاب ہوئی تو ضرور اس تجویز پر عمل کرے گی۔

پانچویں تجارت

اندر جہاں شانہ فریسی نظام کائنات اس طور پر ترتیب دیا ہے کہ ایک ملک کا واسطہ دوسرے ملک والوں کو ساتھ
 جاری رہے اور مخالف ملکوں کو باہم دونوں میں سلسلہ تجارت ہمیشہ کے لیے آپس میں قائم رہے نہ چاہے اس ملک کے
 پرہیزگاروں کو کسی ملک میں پیدا کی اور کوئی کہیں کسی جگہ کی اراضی کو ایسا بنایا کہ زمین میں مختلف قسم کی پیداوار
 اکثر ہو کہ زمین کے باشندوں کو وہ حکمت عطا فرمائی کہ اپنی دستکاری اور صنعت سے پیداوار زمین کا بہرہ ادا
 دے۔

یہ باتلات ہوتا تو کیوں صاحبان انگریز ہندوستان میں آکر دیکھ کر گھبراہٹ اور اسباب آگندہ می اور پڑھنا

اسباب ترقی ملک اور قوم کو صنعت ایک اعلیٰ سبب اور سبب ضروری کہ ہم لوگ ترقی صنعت میں کوشش کریں
 کوئی اعتراض کرے کہ اہل ہند میں صنعت حاصل کرنے کا مادہ نہیں تو غرض غلط ہو کیونکہ ہزاروں برس پہلے
 براہ راجہ راجہ چندر گپت بدراشیہ کترین (باندہ کرناکامین) جسکو آج کل سیلون کہتے ہیں
 تھے اور راجہ سکرنہمازون کو سیلوسی اسقدر فتوحات سمندر میں حاصل کیں کہ آج تک وہ ان کا نام سُر
 کر کے کہتا ہے۔ نبوت جہازوں کو بنی اور ماہر سفر کرنے کا یہ ہے کہ جزائر جانا اور سمندر میں ہندون کو سبب ملک
 کی جاتی ہیں۔ اگر اس قوم کو لوگ جہازوں پر وہاں نہ لے کر گئے تو کیونکہ گئے۔

وانون میں بیٹھ کر سیر کرنا اکثر کتب منور سے پایا جاتا ہے۔ گو آج کل کو لوگ اس بیان کو اغویال کرتے
 ہیں مگر واقعہ میں بلون اکثر وقت میں بیان ضرور تیار ہو کر تھوڑا سا راجہ ہمارے ان میں بیٹھ کر اوڑنا اسکو کہہ دیتے
 تھے کہ کرتا ہے بلکہ قرینہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لفظ بلان بڑا کر بلان ہو گیا ہے۔ جب ہمارے باب و ادا الیہ عنان
 تھے تو ہم کو لازم ہے کہ اس فن میں ترقی کر کے ان کے نام نامی اور روشن کر دیں۔ اب چونکہ کلون کو کام کر کے بلان میں
 ہند کا کام نہ عمدہ ہو سکتا ہے۔ از ان اسلیو ضروری ہے کہ اس ملک میں جی شل پور و پادراہر کیا وغیرہ کر
 چہ چیز کے بنا کر لے کر کلین ہم پہنچا دے۔ ہاں اس لیے کام ایک شخص تو نہیں ہو سکتا اگر شل ماکا اس نکرے کر لوگ
 متقی ہو کر کلینان سفر کریں اور ولایت کی کلین منگوا کر کارخانہ جاری کر دیں تو یہ سراسر فائدہ آئے گا تو شکی نہیں
 اور قومی مقصود مقام شکر ہے کہ اب ان کلون کا چہرہ اس ملک میں شروع ہو گیا

والیان ملک میں سہ ماہیچہ اندور نو دو کارخانہ لے کر۔ بنا کر اس ملک میں ہر کسی کو اور فائدہ پہنچایا۔
 اگر اور والیان ملک ہی ادنیٰ تکلیف کریں تو کہتے۔ دفع ملک کو پہنچے۔ سوانحان دو کارخانہ کو بھیجی کا پیر۔
 پور۔ اور چند دیگر مقامات میں کپڑے بنانے کی کلین جاری ہیں اور مقام روہتاس میں ہما چور اور کاشی پور
 منگالو میں منگولانہ کی کلین جاری ہیں اور کلکتہ میں کی کلین ٹائٹل تیار کر رہی ہیں۔ ورنہ لاالک اور وہاں
 اور راقم کو مشور ہے کہ ایک کلینتی واسطے تیار کی جائے کہ ہندوستان کے ہر مقام کو اس سے منفعہ پہنچے۔ ہم امید کرتے
 ہیں کہ اگر اس کارخانہ کو اجازت سے فائدہ ہو تو اور لوگوں کو بھی جواز ملے کلون کو اجازت ہوگی۔

پانچ اخبار کے مکین سے معلوم ہوا کہ ہمارے صاحب گوالیار کی اس قسم کی کارخانہ جاری ہو چکی ہیں۔

یہاں تک تو ان اُس کا بیان ہوا کہ جو رکھا گیا واسطے ترقی صنعت کو کرنا چاہیے اب ہم اس چیز کو بیان کرتے ہیں
 جو ترقی صنعت کے لیے سہ کار ہے فرض ہے اور وہ کیا ہے تقریر مدارس صنعتی شل مدارس زیر بحث کیونکہ جب تک اس

میرا دیکر دلنشین یہ رغبت پیدا ہوئی کہ مثل ہندوستان کی یورپ میں جی کڑا تیار ہو کر لگے۔ چنانچہ ان لوگ
 زکیر اپنے کسے کارخانوں میں جاری کیوڑا اچھا کر وہ لوگ صاحب قتل و فرست تھو انھوں نے نسبت جلد اس
 میں ترقی کی اور جب مسلم طبیبیات وہاں لگا لگا کر پھر پچا تو نتیجہ یہ ہوا کہ کھوٹے وہ چیزیں جو یہاں تیار
 سے تیار ہوتی ہیں بنے نکلیں۔ اور وہاں اسباب تیار کیا ہوا بمقابلہ یہاں کے اسباب کو نہایت عمدہ اور ارزان
 ہاتھ آئے لگا۔ یہی باعث ترقی تجارت انگلستان کا ہوا جس قدر وہاں صنعت کی ترقی ہوئی گئی اتنا ہی
 ہندوستان کی صنعت میں منفعہ آتا گیا اور ملک میں اغلاس چھانٹا گیا۔

سے ترقیان ہوئیں اور کوہین زوال ہوا وہ بڑے بڑے لوگوں سے لھٹ کر ہم لہلہ ہوئے۔
 آبا اگر ہم لوگ ترقی ملک چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ حالت زمانہ کو دیکر صنعت کی ترقی میں کوشش ملے لگوں۔
 ایک وجہ اس ملک میں مانع ترقی صنعت کی تقسیم قوم ہے۔ یعنی جو شخص جو پیشہ کرتا ہے وہ اسی کی نام سے
 پکارا جاتا ہے۔ جو منشاء و اصناف قانون تقسیم قوم کا تھا آبا و سکو پر غلامی یعنی وہاں تقسیم قوم نے
 جب انتظام دنیوی کو بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ چار قسم کے لوگ انتظام دنیوی کی واسطے مطلوب ہیں۔ اول
 صاحبان علم و فضل یعنی رہن۔ دوم اہل سیف یعنی جہتیری۔ سوم اہل تجارت یعنی زمین۔ چہارم اہل خدمت یعنی
 شورور اسوقت جو شخص جس پیشہ کو اختیار کرتا تھا اسی نام سے وہ نامزد ہوتا تھا یہ فیہ نہی کہ ایک پیشہ
 رک دوسری پیشہ کو اختیار نہ کریں چنانچہ دیکھیے کہ بسوا منسے جو دراصل جہتیری تھا جب اوس کی آئینہ دل کو صقل
 لم صفا کیا فوراً پرمون میں شامل ہو گیا۔ اور ایسی اور بت مثالیں ہیں گلاب حاکم بالہ العکس ہے یعنی پہلے
 ہم پیشہ پرست تھے اب پیشہ قوم پرست ہو گیا کیا ہے کہ لوہار ہی کی اولاد لوہار کا کام کرے۔ اگر دوسرا کرے
 انگشت نامہ۔

لاٹ ماس ملک کو باشندگان یورپ اور امریکہ میں اونچے اونچے خاندان عالم صنعت کو ایک عزت کا
 خیال کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو بجا بلے نوکری کرنا یہ وہ ترس کی طرف ترغیب دیتے ہیں۔ اس ملک میں
 صنعت کو سلبہ و تار سمجھتے ہیں۔

اور بات یہ کہ یہاں یہ وہن ہمیشہ مانور اندوکی ہاتھ میں رہا اور وہاں برخلاف اسکے کامی بڑے ہوں کہ
 یہی وجہ ہوئی کہ وہاں پورا خیمہ صنعت کی ترقی ہوئی گئی اور یہاں نہ آتا گیا۔ کیونکہ مکمل صنعت
 اعلیٰ تقسیم تعلیم مطلوب ہے۔

کہ لکھنؤ میں اوسطاً س پیدوار زمین کا جو وہاں شہر غیر ملک کو جاتا تھا جیسا جانی کسی آٹھ روپہ اور اسل
ایسی پیداوار کا ہندوستان میں کسی جگہ سے محصول ارا منی لیا تا اب اور ایک بیان سنئے کہ آسٹریلیا والوں
نوجو ملک امریکا کی بہت روزوں بعد دریافت ہوا ہے اور جہاں انگریز آباد ہیں اور حکومت بھی اسی قوم کی ہے۔
جب یہ دیکھا کہ چینیوں اور گلاب وغیرہ کے پھولوں کی ضرورت انگلستان میں عطر بنانے کی واسطی بہت ہے تو انہوں
نوں ان پھولوں کو درختوں کو آسٹریلیا میں بونا شروع کیا اور یقین ہے کہ زمانہ قریب میں وہ ان درختوں سے فائدہ
کثیر اٹھا دیں۔

اب ہندوستان کو ملاحظہ فرمائیے کہ بیان چینیوں کو درخت جنگل میں بکشت بہن کوئی اور کی حفاظت نہیں کرتا۔ اگر ہم
لوگ بھی پھولوں کو درخت جنگلی ولایت میں ضرورت ہے بکشت ہوں تو کیا ہم آسٹریلیا والوں کی طرح فائدہ نہیں اٹھا سکتے
چھ اختلاف فن زراعت میں اس وجہ سے ہے کہ وہاں زراعت اہل علم کو ماتھے میں ہے جو از روی اصول علم زراعت کو
فہمی کرتے ہیں اور یہاں ان لوگوں کو ماتھے میں ہے جو ہر قسم کو علم سے محض بے بہرہ ہیں۔ پس ترقی زراعت
کو یہ ضرورت کیجئے طریقہ علمی کاشتکاری اور کلون کی اور آلات کی ساخت کی ہر اسلیے سرکار پر فرض ہے کہ شل
ملک جرمنی فرانس انگلستان امریکا اٹلی کو اس ملک میں بھی مدارس زراعت مقرر کرے اور اس میں شاہک نہیں کہ
یہاں لوگوں میں مادہ اکتساب فنون سبب قسم کا موجود ہے۔ اس خاص معاملہ میں توجہ سرکار ہونا چاہیے۔ ہمارے سرکار
بظہر ہجو دی اور فلاح رعایا کو تعلیم رعایا میں سہانے کثیر صرف کرتی ہے اگر تعلیم فن زراعت کو بھی ایک شاخ تعلیم عامہ کی
گردانی تو بہت بڑی ترقی اس ملک کو حاصل ہو ورنہ یہ کام بدون توجہ سرکار کے ہو نہیں سکتا۔

چوہر حقی صنعت

ہندوستان میں ایک زمانہ ایسا گذرا ہے کہ اہل ہند نے اس فن میں بھی شل اور عوم و فنون کو کمال حاصل کیا تھا
گواہ اور ملک والی ہندوستان کی صنعت اور دستکاری کو نظر حقارت دیکھتے ہیں۔

بافندگی اسی ملک سے شایع ہوئی۔ چنانچہ ڈھاکہ کی مل۔ بنارس کی کھنواہ اور کشمیر کے خوشال اس وقت تک ایسی عمدہ
تیار ہوئے ہیں کہ ولایت یورپ میں اعلیٰ قیمت ہاڑ ہیں۔ یورپ کی ولایتوں میں چند صدی گذرین کہ لوگ فن
بافندگی سے ناواقف تھے وہاں لوگ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا صرف پوستیں پر اوقات بسر کرتے تھے۔

جب انگریزوں اور پرتگیزیوں اور فرانسسوں اور ہندوستان کی شروعات کی تھیں
اور ملین یورپ کو ہاڑ لگین۔

مجاز زمین کو آسانی سے نکال ایسے۔ اور اسکی اصلاح بھی ضرور ہے جیسے زمیندار دن کو امتیاز دیا جاوے کہ بعد اطلاع تاکم منسلح اپنی ایسی زمین کا عہدہ انتظام کرے۔

چیلے۔ ترقی تخم کی طرف بھی زمیندار اور رعایا کی کوشش اور سرکار کی ہدایت اور توجہ ہونا چاہیے کیونکہ تخم کا تخم اچھا نہیں ہو یا جاتا اور یہ بھی وجہ ہے کہ یہاں تک انڈیا کہ انڈیا کی بازاروں میں بمقابلہ امریکا کی قیمتیں نہیں پاتا۔

ساتویں۔ آبپاشی ہندوستان میں ورائی آبپاشی ایسی مختلف ہیں کہ ایک اصول پر قواعد آبپاشی بننے نہیں ہو سکتے۔ آریا آبپاشی ہے کہ تالاب اور کنوئیں سے زمانہ قدیم میں آبپاشی ہو کرتی تھی کیونکہ ہر پرانی کھیر وڑ اور کانوں میں دو چار تالاب یا بڑے بڑے کنوئیں پائے جاتے ہیں۔

۸۔ سابق بن علی مراد خان دہلی میں نہر جہانا بہشتا جہان لایا جس سے گورنمنٹ انکمیتڈ نے آبپاشی کا کام لیا۔ ہر ایسی سرکار نے بہت سی نہریں بنائی ہیں۔ مگر میری رائے میں نہروں کی آبپاشی سے چند نقصان ہیں۔ اول یہ کہ آب و ہوا اور فصلات کی جہان نہر گذرتی ہے مگر طوب ہو جاتی ہے جبکہ جوہ سے تولید و حاصل کم ہوتا ہے اور امراض مضرہ پھیل جاتے ہیں۔ دوم گوپید در چند سال تک نہایت عہدہ ہوتا ہے مگر پھر زمین پر رہتا جاتا ہے اور پیداوار حالت ابتدائی سے ہی کم ہو جاتا ہے اس صورت میں آبپاشی بذریعہ کنوئیں اور تالابوں کے بہتر ہوگا جیسے کہ اپنے اپنے کانوں میں کنوئیں اور تالاب تیار کر اوں اور اگر روپیہ کی ضرورت ہو تو سرکار ایسے کام میں روپیہ خرچ دینے کو مستعد ہے مگر شاید خوف بندوبست سیاحتی کاموں پر ہو جو زمیندار اس طرف توجہ نہیں کرتے یا سرکار خوف نہروں کے کنوئیں اور تالاب ہوا کر اوں کے ذریعے سے معمولی آبپاشی وغیرہ وصول کرے۔

آٹھویں ضرورت تقرر مدارس، نلاح۔

آب میں ضرورت تقرر مدارس کا ششکامی کریاں کرتا ہوں واضح ہو کہ نوے برس ہوئے جب امریکا میں کپا کر کو لوگ بنظر استعجاب دیکھتے تھے ۱۸۹۱ء میں اس ملک میں اول لاکھ پاس ہوئی گئی اور اس سال میں دوسو چالیس ہزار روٹی پیدا ہوئی کپاس برس بعد پونے چار لاکھ من روٹی سو اسی فرنگ امریکا کے دہانے اور ملگو کو گئی اور اب تو یہ حال ہے کہ قریب قریب تمام روئے زمین کے آدمی وہاں ہی کی روٹی کا کپڑا پہنتے ہیں۔ ہندوستان جو اعلیٰ منت روٹی کا ہے اور جہاں ہزاروں برس سے روٹی پیدا ہوتی ہے امریکا کی برابر ہی نہیں کرتا اور نہ ہر لوگ ویسی عمدہ روٹی پیدا کر سکتے ہیں۔ ایک اور مثال ترقی ملک امریکا کی اس فن زراعت میں لکھتا ہوں

کے کام آدین اور کام و دودھ کے اور بھیڑ بکری دکھانے کے لیے ارزان ملے اور گوبر اور مکا دکھانے کے کام آوے۔ چونکہ بسبب ہونے چراگا ہون کے چارہ کی قلت ہوگی اور نسل مویشی کو اس سے نہایت تنزل ہو چکا ہے اس لیے مناسب ہے کہ ہر گائون میں کسی قدر اراضی چراگا ہون کے لیے چھوڑ دیا جائے اور چرواہے کے عوض میں سارا گوسہ بڑھ جائے اور انڈیا لکڑور مانا وغیرہ جسکا پیداوار بکثرت ہوتا ہے اور نیز جابلو اور کوہ برخت تمام دکھاتے ہیں اور جسکی غذا جانور کو تغذیہ تمسید کا فائدہ پورا پورا دیتی ہو پودین۔ اس تحریر کا مقصد یہ ہے کہ زمین اور نہ یہ محل ایسی بحث کا ہے۔ یہ امر صرف بنظر مصالح مملکت اور سناغ مملکت کے معروض بیان میں آیا ہے۔ اکثر مسلمان زمینداروں نے بھی میری اس راجی کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔

تیسرے۔ ترقی زراعت کی واسطے بندوبست استعماری کا ہونا ضرور ہے تاکہ زمیندار اور رعایا دونوں دغدغہ جمع اور لگان سے محفوظ رہ کر ترقی پیداوار میں کوشش کیجائی کر کے مستفید ہوں۔ الہیہ بندوبست استعماری میں سرکار کا نقصان بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے الا ملک کا فائدہ مستحق اور سرکار کا جبر نقصان اور طرح سے بھی ہو سکتا ہے یعنی جب زمیندار اور رعیت متمول ہوگی۔ اور سرکار کو ضرورت روپیہ کی ہوگی تو سرکار اور طرح سے لے سکتی ہو کیونکہ ہر جیبا حصول عامہ کے سرکار استعد لینے۔ یہی کی مجاز ہو چقدر مطالب ہو خواہ کسی طور سے۔

چوتھے بیان کے آلات کشاورزی کی اصلاح ہونا ضرور ہے چنانچہ کاربٹ صاحب نے جوہل بنایا ہے اگر سے اٹھارہ انچہ گہری زمین آسانی سے کھودی جاتی تھی اور اوس میں جو پیداوار ہوتا تھا اوسکو آبپاشی کی ضرورت نہ ملتی تھی۔ سٹرک کاربٹ صاحب نویدایون میں مجھ کو دکھیت دکھلائے تھے ایک وہ حسین آبپاشی سے کاشت کی تھی اور دوسرا وہ جو زمین گہری کھود کر بلا آبپاشی تیار کیا گیا تھا۔

واقعہ میں پچھلے کھیت کا پیداوار کسی طور سے پہلے کھیت سے کم تھا بلکہ زیادہ اسی طرح قریب قریب سب آلات کشاورزی اصلاح طلب ہیں مگر وقت اصلاح اس امر کا لحاظ ضرور چاہیے کہ ایسے آلات جاری کہ باوین جسکی مرستہ گائون کے کاریگر کر سکیں اور بیان کے بیلوں سے بذریعہ اون آلات کو کام ہو سکے۔ پانچویں ایک اور نقصان یہ بھی ہے کہ بعض کاشتکاروں کے پاس اراضی زیادہ اور سامان کاشت کم ہے جسکی وجہ سے زمین کا ترو کا حق نہیں ہو سکتا اور خصوصاً اراضی بٹائی میں اور زمیندارانہ روٹی کا

کے کام آدین اور کام و دودھ کے اور بھیڑ بکری لکھانے کے لیے ارزان بنے اور گوبر اور گائیکھاد کے کام آوے۔ چونکہ بسبب ہونے چراگاہوں کے چارہ کی قلت ہوگی اور نسل مویشی کو اس سے نہایت نزل بھونچا ہے اس لیے مناسب ہے کہ ہر گائون میں کسی قدر اراضی چراگاہوں کے لیے چھوڑ دیا جائے اور چری کے عوض میں سارے گوسہ بڑے اور انڈیا لکڑور مانا وغیرہ جسکا پیداوار بکثرت ہوتا ہے اور نیز باہر افکار غربت تمام لکھتے ہیں اور جبکی غذا جانور کو تھکاتے تھکاتے فائدہ پورا پورا دیتی ہو دینا۔ اس تحریر کا منشا تو صوبہ ہرگز نہیں اور نہ یہ محل ایسی بکثت کا ہے۔ یہ امر صرف بنظر مصالح مملکت اور سناغ حلفت کے معروض بنیان میں آیا ہے۔ اکثر مسلمان زمینداران نے بھی سیری اس راسی کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔

تیسرے۔ ترقی زراعت کی واسطے بندوبست استعماری کا ہونا ضرور ہے تاکہ زمیندار اور رعایا دونوں دغدغہ جمع اور لگان سے محفوظ رہ کر ترقی پیداوار میں کوشش کی جائے کر کے مستفید ہوں۔ البتہ بندوبست استعماری میں سرکار کا نقصان باومی النظر میں معلوم ہوتا ہے الاملاک کا فائدہ مستفید اور سرکار کا جبر نقصان اور طرح سے بھی ہو سکتا ہے یعنی جب زمیندار اور رعیت متمول ہوگی۔ اور سرکار کو ضرورت ہو سیکے گی تو سرکار اور طرح سے لے سکتی ہے کیونکہ جو جابا ممول عامہ کے سرکار اس قدر لینے دینے کا مجاز جو بقدر مطلوب ہو خواہ کسی طور سے۔

چوتھے بیان کے آلات کشاورزی کی اصلاح ہونا ضرور ہے چنانچہ کاربٹ صاحب نے جوہل بنایا ہے اگر سے اٹھارہ انچہ گہری زمین آسانی سے لکھو دسی جاتی تھی اور اوس میں جو پیداوار ہوتا تھا اوسکو آبپاشی کی ضرورت نہ تھی۔ سٹرک کاربٹ صاحب نے بدایون میں مجھ کو دکھایت دکھلائے تھے ایک وجہ زمین آبپاشی سے کاشت کی تھی اور دوسرا وہ جو زمین گہری لکھو کر بلا آبپاشی تیار کیا گیا تھا۔

واقعہ میں پہلے کھیت کا پیداوار کسی طور سے پہلے کھیت سے کم تھا بلکہ زیادہ اسی طرح قریب قریب سب آلات کشاورزی اصلاح طلب ہیں مگر وقت اصلاح اس امر کا لیا ضرور چاہیے کہ ایسے آلات جاری کیے جائیں جنکی مرمت کاٹون کے کاریگر کر سکیں اور بیان کے بیلوں سے بندر لکھتے اون آلات کو کام ہو کر۔ پانچویں ایک اور نقصان یہ بھی ہے کہ بعض کاشتکاروں کے پاس اراچی زیادہ اور سامان کاشت کم ہے جسکی وجہ سے زمین کا ترو کما حقہ نہیں ہو سکتا جو مخصوص اراضی بنانی میں اور زمینداران زراعت کا

یاد جاتا ہے کہ مسلمان اسی ہندوستانی کا اسٹن میں نہیں ہے۔ اسی غراب کے۔ اب اگر ارزاں قیمت
 پر ان نقصانات سے اس جانور کی کچل سے ہوتی ہیں کیا جاوے تو کوئی نسبت نہیں ملتا ہے
 ہمارے کے گوشت سے ۸۱-۹۰ آدمی سے زیادہ کی قوت ہے۔ ایک دن سے سو انہیں ہو سکتی
 اگر وہ گائے زندہ رہے اور اوسط عموماً ہر سال کی قیام کیا جاوے اور عمر میں تین سو پچھتر اور
 ایک سو اسی سال دودھ دینے کے قابل رہتا ہے۔ اقل تر ڈیڑھ سو روپیہ فی یوم فرم کر دینا تو ایک گائے سے
 ایک سو اسی روپیہ حاصل ہوتا ہے کہ جس سے سولہ سو آدمی کی پرورش ہو سکتی ہے اگر ان فوائد کو کہ جو
 اس درمیان ہیں اس کی نسل سے حاصل ہونگے۔ مسو ب کوئی نقصان دہ نہیں ہو جائیگی۔

اگر اس جانور کی ترنی نسل اور حفاظت کی کوشش نلیجا دیگی تو تعجب نہیں کہ جبکہ ضرورت بلوں کی ہم
 لوگوں کو واسطے کاشتکاری کے ہوگی بہم نہ پہونچے۔
 بیل کی سائنت جسم اور پٹ کی چڑائی اور گردن کی کٹائی اور اگلے دھڑ کی قوت اور کندھے کی
 مضبوطی سے صاف ظاہر ہے کہ حکیم مطلق نے اس کو غذا کے لیے نہیں بنایا ہے بلکہ چرتے کے لیے
 پیدا کیا ہے تاکہ وہ بیٹے بچہ زور اور شانوں کی قوت اور کوہان کی مضبوطی سے بڑے بڑے بھار
 جو بھون کو کھینچ کر سناں بلعیدہ میں بچو سچا دین اور بیل کے ذریعے سے کاروبار زراعت کا لیا
 جاوے۔ اگر اس جانور کی حفاظت کیا جاوے تو سوائے اور ناموں کے چنکا ذکر ہم اور پر کر آئے ہیں
 اور سکے گوہر اور پیشا جاوے۔ یہ کھا دیکھتی ہے کہ جسے ذریعے سے پیداوار
 زراعت بہت زیادہ ہو۔

اگر یہ کیا جاوے کہ کلون کے ذریعے سے کاشتکاری میں ماوست تو جب نقصان ہوگا تو ہیا کی زمین
 اور نیز حیات ملک ایسی نہیں کہ جو کلون کے ذریعے سے کاشتکاری کیا جاوے۔
 قلع نظر نقصان زراعت کے ایک نقصان بھی ہے کہ کسی نسل اس مویشی سے ہم اور ہمارے اولاد
 ہوتی جاتی ہے کیونکہ دودھ اور گھی ہی اس کے اور مقوی اجزاء اکثر ہمارے غذا کے ہیں۔ پہلی کٹ
 آدمی کھڑا اور ضعیف ابھرتے جاتے ہیں اور بیمار اور بڑے بڑے زمینداروں کو لازم
 کیڑے جھپٹ کر ہی کھاتا ہے۔ اس سے نسل مویشی کے تخریر کرین تاکہ مویشی کی کثرت ہوا
 نہایت مان کو نام نہینے کے واسطے ترنی نسل مویشی کے تخریر کرین تاکہ مویشی کی کثرت ہوا

درخت کے لگانے کو ایک ٹواب اور درخت کے کاٹنے کو ایک عذاب عظیم قرار دے کر ان دونوں باتوں کو عقائد مذہبی میں شامل کر دیتا اور اہل سلام کے نزدیک بھی قاطع الشبہ ضرور ہے۔ نتیجہ اسکا یہ ہوا اس ملک میں بین درخت بکثرت بوئے جاتے تھے اور ہر سے درخت کو کوئی نہیں کاٹتا تھا۔ اب بہ نسبت سابق کے ہندوستان میں بت جھل کٹ گیا درخت کم ہو گئے اسلیے بیان بارش بھی کم ہو گئی۔

زمینداروں پر واجب ہوا کہ اپنے اپنے دیہات میں جو اراضی افتادہ ہے اوسمیں درخت لگا دیوں جسنے سوائے ان فوائد کے جو سڑکار بٹھنا حسب نو لکھے ہیں اور جو ذیل میں درج ہوتے ہیں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان درختوں کی سوکھی لکڑی جلانے کو کام میں آویگی اور گوبر جو اب ملایا جاتا ہے کھاد کے کام میں آویگا۔ اور راسی کار بٹھنا حسب کی یہ ہے کہ سئی۔ جون۔ جولائی۔ کرڈنوں میں جب فصل اٹھاتی ہے اور اراضی کھلی ہوئی پڑھی رہتی ہے تو شجاع آفتاب زمین پر بلا حجاب پڑتی ہے اور اس سے لوگ پیدا ہوتا ہے اگر اراضی افتادہ میں درخت لگا دیے جاویں تو اسید ہے کہ سایہ کی وجہ سے زمین استقدر گرم نہ ہو اور نیز وجہ اسنے کہ درخت مادہ رطوبت کو ہوا میں جذب کر لیتے ہیں باقی بھی زیادہ برے۔

دوسرے مویشی کی قلت۔ جبکہ واغضان قانون قدیم ہندو دیکھا کہ ہمارا کشت جیسپر ہمارے حیات منحصر ہے اوپر شرقی نسل مویشی کے بنتی ہے تو انھوں نے واسطے تحفظ اور شرقی نسل گاؤں کے نہایت تاکید کی اور حکم دیا کہ اس جانور کو سوائے قلبہ رانی اور سواری کے لوگ دوسرے کام میں نہ لائیں چنانچہ اس وجہ سے حفاظت اور خدمت اس جانور کی ایک جزو اعظم مذہب ہندو کا ہو گیا اور اس طریقے سے گاؤں کی نسل نے نہایت ترقی پاؤ۔ چنانچہ ملائمہ فرمائیے کہ علاوہ الدین علی کے وقت میں گئی فی روپیہ نہیں سیر کرتا تھا اور اب اس جانور کی نسل کو استقدر زوال ہو چکا کہ روپیہ کا سیر بھی گئی بیس نہیں آتا اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ اس جانور کو کئی صدی سے لوگ غامین استعمال کرتے ہیں مگر نہ معلوم کہ سوا سالیں امر کے کہ اس جانور کا گوشت ارزان ملتا ہے کیا فوائد خلاف حکم حدیث یعنی لحمہ ادا ولین ہا شفاء کے لوگوں نے دیکھے ہیں جسے اس کے لحم کیرن رغبت کی نوا اب صاحب بہادر والی رام پور نے عند التذکرہ مجھ سے فرمایا کہ ملک عرب میں گاؤں کی بالکل نہیں ہوتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں یا تو گاؤں بھلت ہیں یا لوگ پابند حدیث مسطور کے ہیں۔

شیخ نظر اسکے حکم سے یونانی اور ڈاکٹر ان انگریزی بھی اس بات کے قائل ہیں کہ اس جانور کا گوشت

لیکن افسوس ہو کہ آج کل پیارے کسان اس ملک کو ایسے بچہ افلاس میں گرفتار ہیں کہ قریب آدھا کاشتکار کے ایسے ہونگے جکھون اور رات میں ایک دفعہ روٹی نصیب ہوتی ہو اور ایسے قومیت ہی کم ہیں جو ایک سال کے قحط کے متحمل ہو سکیں۔

راجہ گان اور بادشاہان سابق ترقی زراعت کی طرف کم متوجہ ہوئے اور جو اسکی یہ تہی کہ زمانہ سابق میں آبادی کم اور پیداوار بیان کا بسبب صعوبت۔ ستون کے غیر ملک کو نین جاتا تھا بلکہ ایک حصہ ملک کا پیداوار دوسرے حصہ ملک کو نین جاتا تھا قطع نظر اسکے زمین کی کثرت اور آبادی کی قلت تو میں زمین میں ایک سال کھیتی ہوتی تھی دوسرے سال وہ زمین مویشیوں کی جو اس زمانہ میں کثرت سے تھے ہر گاہ ہوتی تھی اور بوجہ پڑنے کو برکے جو نہایت عمدہ کھا دے اور زمین میں قوت پیداوار زیادہ ہوتا تھی اور فی ہیکٹہ پیداوار نہایت عمدہ ہوتی تھی۔ اور انہیں موجودہ سے ار زانی رہتی تھی چنانچہ خالد الدین غلجی کے عہد میں گیدڑان، ورن اور جو پونے چار من اور مصری، مارنی روپیہ فروخت ہوتی تھی۔ اب گیدڑان ۱۲ سیڑ اور جو ۱۶ سیڑ۔ اور مصری ڈیڑھ سیڑ فروخت ہوتی ہے۔ بین تغاد ردا کا جاستا تکھا۔ اب نسبت زراعت سابق کے بالکل متعادل بالکس ہوئے آبادی زیادہ ہو گئی۔ زمین صاف ہو گئیں جسوجہ سے چانگی پیداوار کثرت غیر ملکوں کو جانے لگی۔ زمین میں باطل تردد ہو گیا بلکہ اکثر قطعاً زمین میں سال بھر تین دو دو فصلیں ہوتی ہیں۔ ہر گاہ مطلقاً زمین رہی مویشی کم ہو گئے زمین کو کھاد میسر نہیں ہوتا اسلیے اسکی قوت پیداوار روز بروز گھٹتی جاتی ہے۔ اور کاشتکار اپنی پرانی چال پر جو شاید وقت ایجاو اس فن کے تجربہ کی گئی تھی کھیتی کرتے ہیں۔ اس صورت میں رعایا زندہ اروں اور گھٹتے کافر زمین ہے کہ ترقی زراعت کو قدم سمجھیں۔ ورنہ اس ملک کو بہانہ مارنا نہ گی پیداوار زمین ہی پر ہے کسان ٹھکانا۔ نقصان تا جو مال کی زراعت میں ہیں اور اسکے دفع ہونے کی تداریک جو میرے ذہن ناقص میں گذرے ہیں مختصر ذیل میں لکھا ہوں۔

اول۔ بہتوں کی قلت۔ یہ بات سمجھنے سے ثابت ہوئی ہے کہ جس ملک میں جنگل کم ہونگے اور زراعت کٹ گئے وہاں بارش کم ہوتی۔ چنانچہ جزیرہ سینٹ ہلینہ میں اول جنگل کثرت تھا اور بارش بھی خوب ہوتی تھی جب آبادی کی کثرت ہوئی اور جنگل صاف کر دیئے گئے تو بارش متوقف ہو گئی۔ اب مدھی مال میں ہیروان منسوب کے درخت لکے گئے تو بارش ابھی ہوئی تھی۔ اسی مسئلہ پر چارمیر کوکھ

ملک نہیں کہ دوسرا اقوام شائستہ میں جاوے پاویں۔

اس موقع پر یہ بحث پیدا ہوتی ہے کہ زیادتی اتفاقی کا باعث کیا ہے۔

اس کا جواب نہایت مشکل ہے۔ پر جہاں تک عقل سلیم پہنچتی ہے کہ جس قدر کہ ترقی علم پر زیادتی اتفاق منحصر ہے۔ جس قدر روشنی علم کی زیادہ چمکی لگتی ہے۔ بقدر زیادتی اتفاق دور ہوگی اس لیے میری فرض ہے کہ اگر کسی ملک میں کوشش کریں

پس اس کے ترقی زرعت

ہر شخص جو علم جغرافیہ اور تاریخ سے آشنا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ ملک ہندوستان سو عمدہ کوئی ملک نہیں ہے۔ کل ممالک یورپ ایشیا اور افریقہ اور امریکا کی آب و ہوا اس ملک میں پائی جاتی ہے۔

مثلاً بعض مقامات ہندوستان مثل انگلستان کو سرد اور بعض مقامات مثل افریقہ کے گرم ہیں۔ اگر کوشش کی جائے تو ہر ملک کے میوے اناج اور درخت بیان اوگ سکتے ہیں۔

یہ تو کیفیت مجموعی ہوئی اب اگر ایک ایک ملک کا ملحدہ مندرجہ مقام کیا جاوے تو یہ ملک سب سے عمدہ ہے اگر یہ کہیں کہ روس ہندوستان سے بڑا ہے تو اس میں استعداد آدمی کمان اور اگر یہ کہیں کہیں کہ انگلستان میں فی میل آبادی زیادہ ہے تو اس میں استعداد زمین کمان۔

کتب قدیم ہند کی بخوبی ثابت کرتی ہیں کہ جن مانی میں اور ملک کی آدمی جنگوں میں رہتا اور محلیوں سے اور اور شکار سے اوقات بسر کرتے تھے اور زراعت کی نام کو بھی نہیں جانتے تھے اور سو قسطنطین اپنی علم فلاح اور قواعد انتظام سلطنت سے بخوبی واقف تھے چنانچہ منو ہندوؤں کو واضح قانون نے اپنے قانون میں جو بنام منو سمرتی مشہور ہے نہایت شرح اور سبط کے ساتھ قواعد تقسیم آرائی اور طریق وصول لگان اور پرورش مویشی اور قوانین ملکی اور مالی منضبط کیے ہیں۔

ہندوستان میں نہ تو ایسی کاغذیں معلوم ہیں کہ جس سے نفع معقول ملائی کو پہنچنے نہ ہم لوگ اتنے دستکار ہیں کہ کوئی ایسی چیزیں تیار کر سکیں جو غیر ملکوں کے بھیجنے کے لائق تصور کیوین۔ نہ کسی قسم کے شکار اس ملک میں کثرت سے ہیں کہ اس سے بیان کے لوگ اپنی شکم پروری کریں نہ یہاں کوئی لوگ بسبب بستی بہت کے غیر ملکوں کا بانا پسند کرتے ہیں۔ نہ اس ملک کی صلاح اور فلاح زمین ہی کی پیداوار پر منحصر ہے۔ باوجود اس بات کہ یہ ملک ایسا سرسبز و شاداب ہے اور ابتداء آفرینش سے یہاں زراعت جاری ہے اور اس زیادتی سے ہمارے حیات بیان کے لوگوں کا سداوار زراعت ہمارے ہر وقت میں

[illegible][illegible]

نہایت اہم و ضروری ہے کہ اس ملک میں اتحاد و یکجہتی اور انقلاب زمانہ کی وجہ سے انقلاب
نہایت زیادتی و نفقار کی وجہ سے اس ملک میں اتحاد و یکجہتی اور انقلاب زمانہ کی وجہ سے انقلاب
نہایت زیادتی و نفقار کی وجہ سے اس ملک میں اتحاد و یکجہتی اور انقلاب زمانہ کی وجہ سے انقلاب

۱۔ زمین و آسمان کی خیریت و بیداری اور اتفاق خیریت۔
 ۲۔ دولت و برکت کی خیریت و بیداری اور اتفاق خیریت۔
 ۳۔ انسان و جانور کی خیریت و بیداری اور اتفاق خیریت۔
 ۴۔ انسان و جانور کی خیریت و بیداری اور اتفاق خیریت۔
 ۵۔ انسان و جانور کی خیریت و بیداری اور اتفاق خیریت۔
 ۶۔ انسان و جانور کی خیریت و بیداری اور اتفاق خیریت۔
 ۷۔ انسان و جانور کی خیریت و بیداری اور اتفاق خیریت۔
 ۸۔ انسان و جانور کی خیریت و بیداری اور اتفاق خیریت۔
 ۹۔ انسان و جانور کی خیریت و بیداری اور اتفاق خیریت۔
 ۱۰۔ انسان و جانور کی خیریت و بیداری اور اتفاق خیریت۔

[illegible]

جذاریہ کے رسالہ جات علم خلافت کو پڑھا تو بائین تو وہ اونکو شوق سے پڑھیں اور اونکو ابتدا ہی میں شوق ترقی زراعت کا پیدا ہوا اور طریقے ترقی زراعت کے کسی قدر اونکو حاصل ہو جائیں۔

ترقی قوم کیواسطے تعلیم لبوان ایک جزو اعظم ہے چنانچہ جن زمانوں میں آفتاب ہندوستان کا آج پر تھا تو بہانہ کی عورتیں زیور تعلیم سے ایسی ہی آراستہ اور سیراستہ تھیں جیسو آج کل یورپ و امریکا کی لیڈیان۔ ملاحظہ فرمائیے کہ لیاوتی کیسی عقیلہ اور صاحب علم عورت ہندوستان میں گذرتی ہے۔ اور مثل اسکے اور بت سی عورتیں اس ملک میں ہوئی ہیں اس تعلیم کا تخم میوہ صاحب بہادر لکھنؤ گور کے زمانے میں بویا گیا تھا ابھی اوسکے اکھوے بخوبی نمودار ہوئے تھے کہ تخفیف کی خزانہ اور پرموہ کر دیا۔ اگر سرکار اس قسم کی تعلیم کو ترقی نہیں دلیکتی تو ہم لوگوں کو عاجیہ کہ اپنی کوشش سے اوسکو سب کرین۔

دوسرا اتفاق

واضح ہو کہ سلسلہ کائنات کا انتظام منظم حقیقی نے اتفاق ہی پر مبنی کیا ہر چنانچہ ملاحظہ فرمائیے کہ قیام اتفاق عناصر اور قوت باؤہ پر منحصر ہے۔ علی ہذا ترتیب جاوات اور نباتات اور حیوان ابدان جو حیوانی کے اوپر اتفاق ان اجزائی لپیٹ کے کہ جنسے وہ مرکب ہیں قرار دی گئی ہے اسکو علم طبیعی کے محاورہ میں اعتدال کہتے ہیں۔ دور کیوں جائیے اپنے ہی جسم کی بناوٹ کو دیکھیے کہ یہ امتزاج عناصر سے قائم ہے روح اوس سے متعلق ہے اور امور غریبہ اور حرکات عجیبہ بعض ظہور میں آئے جہاں درجہ افراط و تفریط کسی عنصر میں پیدا ہوا نہ جسم را نہ روح سب بنا بنایا قدرتی گھر شمار ہو گیا اس طرح جب سورج کی بہت سی کرنیں مشتق ہوتی ہیں تو اس قدر وسیع قلمہ روح زمین کو روشنی بچھوٹتی ہیں جہاں کوئی سبب ناکہ پیدا ہوا فوراً ہم سے آفتاب اور ہم آفتاب سے علانیہ ہو گئے۔ اتفاق کی بدولت جنگل میں گائیں اپنی اور اپنے بچوں کی جان شیریں شیرون سے بچا لیتی ہیں۔ کچے سوت کے دھاگے جب کٹتے ہیں جاتے ہیں تو اُنسے کیسے کیسے بھاری بوجھ اوٹھتے آتے ہیں۔

اتفاق ہی کی بدولت چھوٹی چھوٹی قطرہوں سے بڑے بڑے دریا بناتے ہیں۔ خیر تو سب کچھ اتفاق ہی کی بدولت ہوا۔

دوسری کو ترجیح دیکر نو بائین بادشاہ سے انگلیں جھینٹنے سے بادشاہ نے چار بائین متفقہ کرکین۔
 اس جہت چار مال انگلیں بیکانہر سورت میں اوتارے اور سپر چر سیکڑا محصول اوس روز نہ لیا جابا
 سے بلکہ محصول باب انگریزی کا سالانہ پٹھرا لیا جاوے اور وہ ہر سال ادا ہو جایا کرے۔ دوسرے
 یکہ نکسال مقام سورت میں کپنی جاری کرے اور اوس میں بادشاہ ہندوستان کا سکڑ ڈالا جائے
 اور اوس روپیہ کاروبار ہو۔ تیسرے کلکتہ سے جو مال انگریزی کپنی اور کپنی لیمباؤ اور سپر محصول
 معاف ہو۔ چوتھے کلکتہ کے قریب اڑتیس گاؤں کی زمینداری کپنی کو دلا جاوے اور اوس کا خرچ جو
 زمیندار دیتے ہیں وہ کپنی دیا کرے۔ اول اور دوسری شرط سے انگریزوں کا مال بمقابلہ اور قوم و گنہگار
 کے زیادہ کچنے لگا اور چوتھی شرط سے ان کا پاؤں بنگالے میں جھگ گیا۔
 وادہ می ہمدومی قوم اگرچہ پوچھو تو بنیاد مستحکم سوداگری اور ملطت انگلیہ کی ہندوستان عزیز
 امنین دونوں ڈاکٹروں نے ڈالی۔
 نسوا می اس قوم کے کوئی اور قوم بھی ایسی ہمدومی اور یہودی اپنی قوم کی کرکینی سے ہرگز نہیں۔
 ہندوستانی اپنے فائدہ کو قایل کو بھی چھوڑ کر ہرگز تو می ہمدومی اور یہودی اپنی قوم کی کرکینی
 نہ ایسے فائدہ۔ عظیم جدو جہد کر کے تعلیم اعلیٰ ہی کا نتیجہ ہے۔ خدا تبارک ہمارے بہائی بندوں کو ہی
 ایسی ہمدومی قوم کی عمل کرے۔
 اب باقی رہی دوسری قسم کی تعلیم۔ یعنی تعلیم دینے کے جو مکاتب دیہاتی میں ہوتی ہے۔ مسٹر ملتان
 صاحب بارہ لٹمنٹ گورنر سابق نے اول اول اصلاح ممالک مغربی میں مکاتب دیہاتی جاری کی
 تاکہ کاشتکاروں کے لڑکے پڑھ لکھ سکیں اور وہ لوگ اپنے گھروں پر ابوبکیت اور دوستد وغیرہ کے معاملات
 کو بخوبی سمجھ سکیں۔ پڑاویوں کے قریب اور زمینداروں اور صاحبوں کی زیادہستانی سے محفوظ رہیں
 اسکے واسطے لکھنا پڑھنا۔ اب ابوبک اور پائین سلطنت تک کافی ہے۔ برخلاف اسکے ان
 میں جبرانیہ۔ تاج۔ اور اقلیدس وغیرہ پڑھانی جاتی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہان طالب علم
 تحصیل ملک سے فراغت پائی اور کو سو واسے نوکری میں سما یا اور انگریزی آجانی اور اعداد
 کاشتکاری کو پڑا جاتے لگا اس وجہ سے ایک قسم کا نقصان ہو چکا ہے۔ سو اسکے اکثر کاشتکار
 سوانہ "کووندہ" و "قربین" چنانچہ اس امر کا ثبوت مجھ کو خود اپنے قانون میں ہوا ہے کہ ہمدومی

کھا
تسلیم اعلیٰ قوم کی مدد دی اور بیودی کا باعث ہوئی ہے چنانچہ میں اس بیان کی تائید میں چند
مثالیں قوم انگریزی کی قلم بند کرتا ہوں۔

شاہنشاہ میں جسٹس دل بادشاہ انگلستان کی طرف سے ٹامسن روہما صاحب سفیر سے تھیں تھیں
کے ہندوستان میں شاہجہان بادشاہ کے پاس آ کر اور اپنی خوش لیاقتی اور خوش قسمتیت سے
تین ہی ملاقات میں بادشاہ سے فرمان حاصل کیا کہ انگریز جہان چاہیں تجارت کی کوٹھیاں بناویں۔
بعد میں شاہجہان بادشاہ وکن میں آیا ہوا تھا اور اسکی بیٹی بلی گئی تھی اسد خاں وزیر ہند
بادشاہ کو انگریزی ڈاکٹر کے علاج کی صلاح دے دی چنانچہ ڈاکٹر کریم بوٹل جو انگریز تھی سورتالی کوٹھی
کا ڈاکٹر تھا مقام سورت سے بلایا گیا اور اسکا علاج شروع ہوا اور بیمار کو صحت ہوئی بادشاہ
نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا کہ اب آپ صحت میں کیا مانگتے ہیں اگر اسوقت ڈاکٹر صاحب نے وکرور
روپیہ مانگتے تو لمبا تے مگر اس نیک نژاد اور عالی ظرف نے قومی فائدہ کو فائدہ ذاتی پر ترجیح دیکر
یہ انعام مانگا کہ انگریز بنگالے میں جہان چاہیں تجارت کی کوٹھیاں بناویں اور ہندوستان میں جو
اسباب تجارت انگریز لیچاویں اس پر محصول نہ لیا جاوے عرض تجارت مطلق العنان ہو جاوے۔
ساری روک ٹوک دور ہو جاوے چنانچہ بادشاہ نے یہ درخواست منظور فرمائی۔ اب یہ ڈاکٹر
صاحب وکن سے بعد دو برس کے بنگالے میں آئے جبکہ بادشاہ کا بیٹا مرزا شجاع صردار بنگال
مقرر ہو کر آیا اور اسنے راج محل کو اپنا دار الحکومت بنایا۔ جس روز ڈاکٹر صاحب اسکے ملنے کو گئے
اسکی بی بی سخت بیمار تھی اور اسکے علاج سے اسکو شفا ہوئی شاہزادہ نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ
جو کچھ آپ مانگتے ہیں مانگ لیجئے اس عالی ہمت نے پھر شل سابق کے یہی درخواست کی کہ
ملک ہو گلی اور بالا سور میں انگریزوں کو کوٹھی جاری کر نیک فرمان شاہی ملجاوے اسکے بعد شاہ
میں فرخ سیر کے عہد میں پرنسپلٹ کلکتہ نے سرارڈ صاحب کو کچھ تحائف دیکر بادشاہ کو پاس
دلی میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ اسوقت بادشاہ بجا رہے آتشک سٹر رہا تھا اور ہمارا راج جو پور کی لڑکی
سے شادی کرنے کو تڑپ رہا تھا ہر چند یونانی علاج ہوا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ڈاکٹر ہلٹن صاحب جو اس
سفارت کے ساتھ تھے بادشاہ کے معالج ہوئے اور اسکے علاج سے بادشاہ کو ایک مہینے پر
صحت ہو گئی اس علاج کے صحت میں ڈاکٹر صاحب فرشل ڈاکٹر کریم بوٹل کو اپنی ذاتی فائدہ پر

۱۶

تو ہم سے زیادہ کون کیوت ہو سکتا ہے کہ نہ ہوں نے اپنے آبائی اجداد میں دولت کو کھودیا
وہ سے بڑھ کر کون سپوتا ہو سکتا ہے کہ نہ ہوں نے اپنے آبا و اجداد کے نام کو شل آفتاب
سین چٹا دیا۔ اس بدنامی کا وہ سہ مٹانے کے لیے بچہ لائے کہ ہم لوگ اکتساب علم اور ترقی
وہ فنون میں معیہ ہو فورہ اور کوشش بلیغ کرین اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ تاکہ ہم لوگ دینیت
مسل کرین جو ہمارے بزرگوں کو تہی ایسی موقع ہر قسم تہ دل سے سرکار انگشت یہ کاشگریہ ادا کر
ین کہ اسے ہمارے ہیو اور فلاح کیو اسے مسائل حصول علم کے کسوف۔ مت کے۔ ساتھ ہمارے
ہیں اگر ہم لوگ اس سے شہید ہوں تو ہمارا قصور ہے۔ وہ ہمارے تعلیم کیو اسے کوشش
ماقتنا ہی ایک عرصے سے کر رہی ہے ہوس دوسری گورنمنٹ میں آج تک مذکی گئی اور نہ کی جاتی تھی
کیونکہ تعلیم اولاد والدین پر فرض ہے اور جلا ولایت نہیں صرف تعلیم کا وہ والدین ہی کے قرار۔
دیا گیا ہے۔ برخلاف اسکے ہماری گورنمنٹ فیاض ہے یہ اگر گران اپنے ذمہ لیا اور شہر بشہر
قبرستان قبضہ قبضہ ہماری اولاد کی تعلیم کے واسطے کالج اسکول کتابت تعلیمی اور دیہی مقرر
فرمائے تاکہ ہر نوع کی تعلیم بقبر خواہش ہماری اولاد کو ہو۔ طرز تعلیم مروجہ سے
تعلیم و قسم کی پائی جاتی ہے ایک اعلیٰ دوسرے اونے۔
اکتساب تعلیم اعلیٰ میں ایک بہت بڑا قصور ہمارا ہے یعنی ہم لوگ تعلیم سکاری کو وسیلہ نوا
سمجھتے ہیں جہاں تیسرے دوسرے درجے تک پھونچے درجہ چھوڑ دیا کو ساری کی تلاش میں
مردان پھرنے لگے اور اگر انٹرنس پاس کر لیا تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم فرائض تکمیل کر چکے
انٹرنس کا رخ عالم کی عمارت عظیم الشان کا دروازہ ہے آگے بڑھتے ہیں اس کم ہمتی کی
بت ہی غور سے ایسے طالب علم ہیں کہ جو انٹرنس سے آگے نہیں جھکتے۔ وہ درجے
ہیں اول۔ افلاس طلبہ کی وجہ سے وہ تحمل فرج تعلیم اعلیٰ کے نہیں جھکتے۔ وہ درجے
کی تلاش کہ جسکے نقصانات آگے بیان کیے جاوین گے اگر ہم لوگ کم ہمتی کرین اور تعلیم کو
بچہ بچا دین تو ہرگز تعلیم کو وسیلہ نہ کر سکیا نہ گروائین بلکہ اس تعلیم کی بدولت مشا اور ولا
اپنی اور طرح پر معاش ہم بچہ بچا دین اور اپنے انبا سے جس کو ایسے وسیلہ پیدا کر

جب یہ بات قرار پائی تو انسان کو اکتسابِ علم میں ترقی کرنا لا بد اور ضروری ہوا۔

کتب تو تاریخِ قدیم کے دیکھنے سے تحقیق ہوتا ہے کہ اولاً ترقیِ علم اس ملک ہندوستان میں ہوئی
چنانچہ جمیع علوم جو آج تک دریافت ہوئے ہیں قریب قریب سب کتبِ قدیمی ہیں کسی نہ کسی
صورت میں موجود ہیں البتہ اکثر انہیں کے انقلابِ زمانہ اور استداودت سے مدوم ہو گئے
اکثر فلاسفہ نے حکما و راجا اور غلاموں سے گرامی ہر فنون و علوم سکھائے اس خطہ میں شہرِ بنارس میں
افلاطون جو حکما سے یونان میں سکھ آیا تھا حکیم منہ می ہوا کا شاگرد رہا جیسا کہ شیخ فیضی نے
قول سے ثابت ہے کہ ان فلاطون کے انجیل یا ویش بودہ طبعی ہند میں اوستا و شہا و شہا و شہا
سکندر اعظم بعد فتح ایران ہندوستان میں آیا تو وہ حکیم بلیان نامی کو اپنے ساتھ لے گیا
اور اوستا و شہا و شہا کی تعلیم و تارجمانی کی کہ جس سے تاریخِ یونان مالا مال ہو۔ نیز تہہ پر پادشاہ ایران
اپنے وزیر کو کتابِ کلیلا و سنہ سے لے کر ہندوستان کو روانہ کیا از جس جہت سے وہ ہندوستان
اوستا اس کتاب کو اپنے پاس رکھا وہ ہر شخص سے الوار سے پہلے دیکھ کر دیتا تھا۔
اسکے دور حکیم ہندوستان کے آئمہ ہدیٰ ہیں عرب میں موجود تھے اور انہیں کی بدولت اہل
زیادہ تر و انشا علم سے مستفید ہوئے ان حکما کا نام سنگا اور سمیلا تھا۔

اُس زمانہ میں کوئی ملک روس کے زمین کا ہندوستان کے مقابلے میں صاحبِ فراست نہ تھا
سے سب علوم و فنون اہل ہند کو اور مصر سے یونان کو اور یونان سے قسطنطنیہ کو اور قسطنطنیہ سے
کو اور روم سے اور ملکوں کو جیسا کہ اکثر متاخرین مورخوں کا خیال ہے۔

علم کی وجہ سے ہر ملک کا ستارہ کسی نہ کسی وقت میں جہتِ ترقی علم و فنون
درجہ اوج پر چکنا چا اور یونان میں علم و فنون میں تشریف لے گیا و یسے ہی وہ حالتِ جہت
میں آگیا چند صدیوں کی بات ہے کہ اہل برٹن جوابِ حکومتی دہشتی تباہی میں خود پھیلنے لگے
پر اسرافات کرتے اور دھتوں کی کھوہ میں رہتے اور بالورون کے پوست اور دھتوں کے
سے اپنے جسم کو ڈھانکتے تھے۔ و دھتوں کی کھوہ میں بٹیکر عبادت کرتے تھے اور ہتوں
یہ پتھروں کے ٹیلے بنا کر اپنا معبد قرار دیتے تھے اب اس علم کی بدولت اوکو و رتبہ حاصل
ہوا کہ آج کوئی قوم سطحِ زمین پر علوم و فنون اور دولت و غیرہ میں انکی ہمہ می نہیں کر سکتے۔

۱۴
ل کرنے لگتا ہے ہر آدمی وجہ سے ایک نقصان عظیم اپنی قوم کے منافعوں اور کارگیروں کو
موت دے گا۔ کوئی عقلمند آدمی اس کا انکار نہ کرے گا کہ بے پہلے ہم بین سے دو ایک آدمیوں کو
نہیں اسٹیا کا استعمال بلا ضرورت شروع کیا ہو گا ہر قدر رقتہ اب جان تک لوٹ سونچا ہے
ہندوستان میں ہزار ہا کمون آدمی ایسی ہو گئے جو راتوں و لاتیوں اشبا کا استعمال
رہنے لگے کیا کمانے میں کیا شہین کیا رشتہ میں کیا سوار میں کیا مکان کی زیب و زینت میں
ادبی امر ہمارے قوم کی تباہی کا ایک سبب عظیم ہو گیا آقا تعالیٰ اپنے فضل سے وراپنے
حبیب کے مدد سے ہمارے قوم کے لوگوں کو ہدایت کرے اور قوم کی سچی خیر خواہی
۱۵۔ دینی عنایت فرماوے آمین یا رب العالمین۔

یا و آمین یا رب العالمین

ہندوؤں کی

اگرچہ محمد سلطنت انجمنیہ میں بمقابلہ ثنائی سلف بیان بہت کچھ ترقی ہوئی مہیا کر چاہے گذشتہ
میں پاپوسی اسکات صاحب نے بیان کیا تھا الاحباب نظر غور سے دیکھا جاتا ہے تو ایسے اکثر
اور پانے جاتے ہیں کہ جب تک اونگسٹ سکر اور رعایا کی توجہ کافی نہ ہوگی ہم کہہ سکتے ہیں
کہ پچھلے ترقی اس ملک کو حاصل ہوگی جہاں چودہ صدیوں میں لکھو جاتے ہیں۔

اول علم

اگرچہ انگریزوں نے ہندوؤں کو علم انہوں نے

اول علم

اول علم

شکر ہے خالق کائنات کا کہ جس نے انسان کو عقل عطا فرمائی اگر بغیر ہر بہا انسان کو غلامانہوتی
ہنست حیوانات کے اپنے رفع ضروریات میں زیادہ محتاج رہتا چنانچہ دیکھیے کہ وہ جانور
ملک کر رہتے والے ہیں مثلاً جھپٹ اُن کے جسم پر قدرتی پوشش بالوں کی ہوتی ہے اور جو
گرم ملک کر رہتے ہیں مثلاً آتمنی اور بھیڑیاں ان کے جسم پر بال نہیں ہوتے اب انسان
یہ اسباب رحمت نہیں ہوئے ورنہ گاہ ایزدی سے سب باتو کمی عومن ایک جو میرے بے باغ
ہوا ہے کہ جسکی بدولت وہ جمیع حیوانات کو جو اس سے بسی ملالت میں بدرجہا
اپنا مطمع اور زینبار بناتا ہے۔ اور اسی عقل کی بدولت بلقب اشرف المخلوقات
استوار عقل نامی مام سے صفائی را

خیال کر کے ستھ اللہ اور مالک کی چیزیں اگرچہ ارزان قیمت پر فروخت ہو سکتی ہیں اور بظاہر
 لطافت اور نفاست میں عمدہ ہوں خرید کر لینا اور پھر مالک کی چیز اترتے بالکل گراں ہوا کو یہ بدنام
 ہو مول لیون تاکہ ہمارے ملک کے کاریگروں کو رغبت ہو اور رفتہ رفتہ وہ اس ستھ عمدہ اور لطیف
 اور خوشگما نیا کر لیں بیان ملک کہ چند روز میں مثل ولایتی شے کے وہ چیز تیار ہونے لگے اور
 مجھے ایک شخص کا قول یاد آیا جو ہندوستان کا جوئے اور صف خوشگما اور عمدہ اور نفیس اور
 ارزان ہونے کے نہیں پہنتا تھا اور اپنے قصبے یا موضع کا جوئے پہنا کرتا تھا کسی نے اس سے
 پوچھا کہ بھلا یہ کیسے بدقونی ہے جو تم روپیہ کار و پیہ خرچ کرتے ہو پھر چیز بری لیتے ہو اس سے
 کم کو عمدہ جوتا کیوں نہیں لیتے وہ بولا کہ اگر میں اپنی لیتی کا جوئے پہنا جوڑ دوں تو ہمارے پیارے
 کے پیار کیا کیا وین اور کس طرح پلین گو پیہ بات سادہ سے طریقے سے اس نے کہی مگر حقیقت کیسے
 دور اندیش ہے اور بار ایک بڑی پر مبنی تھی اگر غور کر کے دیکھو تو جو لوگ ہمارے ملک کے ولایتی
 اشیاء بے ضرورت لیا کرتے ہیں اور ہم ایک ویسی چیز کو بیوڑا کر اس کی نگہ ولایتی شے کا استعمال
 کرتے ہیں وہ قوم کے بالکل بدخواہی کرتے ہیں افسوس یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے تئیں فخر
 فراست میں کامل سمجھتے ہیں اور بظاہر لوگوں کو عمدہ تصانیف اور تہذیب کی انصافیت کر سکتے ہیں
 اور قوم کی خیر خواہی کا وہم ہرتے ہیں مگر ان کے افعال سے کچھ بھی خیر خواہی معلوم نہیں ہوتی
 برخلاف اس کے یورپین لوگوں کو دیکھو اپنی ہی ملک کو چیزیں کو پسند کرتے ہیں اور انہیں
 کا استعمال کرتے ہیں اگرچہ ویسی شے درحقیقت عمدہ اور خوب ہوتی ہے اس کا استعمال
 نہیں کرتے کوئی انگریز اپنے ملک کی سوکھی اور متعفن چٹ کو چھوڑ کر خوشبودار خمیر تنہا کو
 لکھنؤ کا بنا ہوا پیچوان میں نہیں پیتا کوئی انگریز شہر اور کھواب نہیں پہنتا کوئی انگریز
 پان نہیں کھاتا اعلیٰ مذاق اس میں یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ اگر ایک دو شخصوں نے سمجھ میں سے
 ویسے اشیاء کا لینا ترک کیا اور ولایتی اشیاء کا استعمال اس کی عوض میں شروع کیا
 تو اس سے قوم کا کیا نقصان ہوتا ہے جب ہزاروں لاکھوں ویسی ہی اشیاء لیا کر تھپیز
 کیونکہ ایک دو شخصوں کے استعمال سے اور ان کو بھی رغبت ہوتی ہے اور ہر ایک دوسرے
 کے دیکھا دیکھی اور نیز اپنی زعم میں انگریزوں کو خوش گھسے کے لئے ولایتی اشیاء کا

یہی جو ابدیاد کیا کہ میان قدر و ان کون سے لوگ تو ولایت کی شے نام ہی سے لے لیتے ہیں اور ویسی ہی ہنر کو اگرچہ وہ ولایتی کے مثل یا اوس سے بھی عمدہ ہو پسند نہیں کرتے اور جو چیزیں ہندوستان میں بالکل بنتی ہیں جنہیں اون کے بنانے اور تیار کرنے کے لئے اشتہار بدرج الغامات مناسباً اجرا کرے غالباً بعض چیزوں کے بنانے والے ہمارے ملک میں نکل آئیے جو زمانہ کی ناقدری سے گنہگار ہو گئی ہیں اگر باوجود اجرائی اشتہار کے بھی ایک مدت تک ہندوستان میں اوس چیز کا بنانے والا نہ نکلے تو ایسی چیزوں کو ایک جگہ قلمبند کرتے جاوین ہر اون میں سے ایک ایک یا دو دو کے سکیں گے کے لئے مجلس اون لوگوں کو جسکے دیانت اور امانت اور قوم کی خیر خواہی پر اعتبار ہو یورپ میں زاد و راحلہ دیکر روانہ کرے اور جیتا تک اون کا قیام وہاں لایا ہو تو ضروری خرچ اونکے واسطے مقرر کرے۔

ترقی اور دستکاری کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ جو لوگ ہمارے قوم میں انگریزی دان ہیں وہ کیمسٹری اور کیمیا کی کتابوں کا ملکی زبانوں میں ترجمہ کرنا اپنا فرض سمجھیں اور جو کتاب اس قسم کی ترجمہ کریں وہ اون مجلسوں میں سے کسی مجلس میں جو ترقی صنعت کے لئے قائم ہوں روانہ کر دیں مجلس اس کتاب کو زچہ دین سے طبع کرے اور جہاں تک ہو سکے اسکو قیمت ٹیکر ڈالتا اپنی قوم میں رائج کرے۔

ترقی صنعت میں یہ بھی موید ہی کہ جو مجلس صنعت انگریزی کتابیں کیمسٹری اور کیمیا اور جرثقیل وغیرہ کے ننگہ انرا اپنے پاس رکھے اور کاریگروں کو دلائی شے کے تیار کر بنیں اگر کچھ مشکلات واقع ہوں تو جتنے مدد اون کتابوں سے حاصل کر سکے اون کاریگروں کو دیوے۔

ترقی صنعت کی ایک یہ بھی تدبیر ہے کہ جو شخص ہمارے ملک میں کوئی صنعت جانتا ہو تو وہ اسکی تعلیم اور ترویج میں بھل نہ کرے بلکہ اسکی ترکیب کو نایت صفائی اور درستگی سے اخبارات میں طبع کرادے اور اوس قسم کے کاریگروں کو خود محنت اٹھا کر قوم کے فائدے کو لئے وہ ترکیب تسلیم کرے تاکہ وہی ہمارے جو حضرت آدم کے وقت سے اب تک ایک ہی ڈھری پر چلے جاتے ہیں روز بروز اپنی صنعت میں عمدگی اور ترقی کریں۔

ترقی صنعت کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ ہمارے ملک کو لوگ اپنی قوم کی بہبودی اور خیر خواہی کا

اور جن اشیاء کو صنایع اس ملک میں نہ ہوں اور ان کے سیکھنے کی واسطے لائق لایق انوجوانان ہند کو
یورپ جیسے انڈیا اور جرمن اور فرانسیسی اور اسپانیائی میں بھیجیں کہ ایک مدت قلیل میں وہ وہاں سے
تعلیم پا کر مراجعت کر سکتے ہیں پھر جہاں وہ آگئے ایک شخص ہزاروں شخصوں کو وہ صنعت
سکھاتا ہے۔

ہمارے امرا اور متمول اور عام غرض شہاشی اوگوں کو ضرور ہے کہ ہر شہر اور قصبہ میں ایک مقرر
کر کے ایک ایک مجلس ترقی صنعت اور دستکاری قائم کریں اور جو کام ان پر مذکور ہو وہی ان کا انعام
و جہدہ سے کریں اگر سچ پوچھو تو یہ طریقہ کچھ مشکل نہیں ہے نہ ہمارے روس اور وائیان ملک
پر کچھ شاق ہے کہ ایک رقم قلیل سنبھال سمارنا ریاست اس امر عظیم کے لئے جسکے وہ سے ہر
قلیل میں رفاد قومی اور ترقی نمایان آمدنی ریاست میں پیدا کی گئی نہ ہمارے ملک کو اور
امرا اور متمولین اور عوام پر گران ہے کہ اپنی اپنی آمدنی میں سے ایک حصہ قلیل جسکا وہ کیا بھی
بار نہ گذرے اس مجلس کے چندے میں دیں۔

فرمن کیجئے کہ ہمارے شہر حیدر آباد وکن میں جو آج کل تمام ہندوستان کے شہرین میں
ایک اعلیٰ درجہ کا شہر ہے چھ ساتھ لاکھ آدمی ہیں اگر سب ملکر مجلس صنعت قائم کریں اور
اپنی قوم اور ملک کے ترقی و چاہیں تو کس آسانی ہو سکتی ہے کہ کسی پر بار نہ گذرے اور رفوت ہیز
ہماری قوم ترقی کرے اور صنعت و دستکاری میں کمال پیدا کرے۔

ترقی صنعت اور دستکاری کے لئے مجلس کو سب سے پہلے یہ کام کرنا ہو گا کہ جو اشیاء ہمارے
ملک میں غیر مالک سے آتے ہیں انکی ایک ایک دو نمونے ناظرین اور کاریگروں کے بلا نظر
کے لئے طلب کرے پھر ان چیزوں میں سے جو جو چیزیں ہندوستان میں بھی ہوتی ہیں لیکن
صفائی اور خوبی میں مثل اور مالک کے نہیں ہوتیں انکے کاریگروں اور پائے والوں کو بلا
اور ہر ایک چیز کی تیار کی کے واسطے بشرطیکہ وہ شے ہو ولایتی کے مثل نبی ایک معتبر انعام
و جہدہ میں سے مقرر کرے تاکہ کاریگر انعام کے حصول کے واسطے اور نیز ناموری کے لئے
ایسی ہی شے تیار کرے اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب ہمیں اپنے ملک کے چاروں یا تہی یا صاحبوں پر
والوں سے پوچھا کہ تمہاری ریاست میں مشا و لست کے صفائی اور خوب کیوں نہیں ہوتی تو انکو

فروخت ہوتی ہیں ان سب کے مواد اور اجزاء ہمارے ملک میں موجود ہیں اگر حکومت کو علم کیا میں و خل ہو
 یا ہم اور کو ولایت سے سیکھ کر آویں تو اپنے تمام قوم کو سکھا سکتے ہیں اور صنعت اور دستکاری
 کے فنون کو بخوبی ترقی دے سکتے ہیں خیال کرنا چاہیے کہ اور ولایتوں میں آمدنی مالگذاشتہ
 تجارت کے آمدنی بمراتب زیادہ ہے اب ہمارے ہی ملک کو دیکھو کہ سرکار انگریزی کو ہندوستان پر
 جس قدر مالگذاستی وغیرہ کے آمدنی ہے وہ نسبت ہندوستان ہی کے اخراجات میں صرف ہوتا ہے
 ہے کوئی فائدہ یورپ کو ہندوستان کے قبضے سے نہیں ہے بجز اسکے کہ سالانہ بیٹل یا تین
 کروڑ روپیہ کا مال تجارت انگلستان کا ہندوستان میں فروخت ہوتا ہے اور چونکہ ہندوستان
 اپنی نادانی اور جہالت سے خود صنعت اور تجارت کے طرف متوجہ نہیں ہوتا اور انگلستان ہے
 براہ راستیا سے تجارتی اپنے ضروریات کے خرید کرتا جاتا ہے اسوجہ سے اسکی حالت روز بروز
 بہتر ہوتی جاتی ہے خود ہمارے سرکار انگریزی کو فکر ہے کہ ہندوستان کی یہ تباہی اور مفلسی
 کیونکر رفع ہو رات دن اسکی تدبیریں کرتے ہیں اور تجارت کو ترقی دیتے ہیں اور راستوں میں
 حفاظت اور امن کرتے ہیں تاکہ رعایا صنعت اور تجارت کی طرف متوجہ ہو کر ہمارے سرچون نہیں ہوتی
 اور ہم اسے غافل کے غافل ہیں اگرچہ پوچھو تو یہ ہمارے بڑی خوش قسمتی ہے کہ جناب ملکہ میجر
 جو ہم کو کوئی سرپرست حاکم ہیں کیسے رحم دل درمیاں پرور ہیں کہ سیکڑوں اسکول اور مدارس
 ہمارے قوم کی تعلیم کے واسطے قائم کئے اور ہر کو سرپرست سے آزاد کیا کہ ہم بخوشی اپنے خیالات
 تلاش کریں جو تجارت اور صنعت ہم رفقاء قوم کے واسطے چاہیں بلا تکلف کریں کسی نوعی مزاحمت
 نہیں ہے۔

(۵۱) خیر اور ہم کی تقریر سے خیر اور بخوبی معلوم ہو گیا کہ تجارت بغیر صنعت اور دستکاری کے کچھ
 کو مفید نہیں ہو سکتی جس طرح ہر اسکے حکومت اور عزت حاصل کرنے کے لئے صنعت
 اور دستکاری کی تحصیل اور تکمیل ضرور ہے صنعت اور دستکاری کی ترویج کے لئے سب سے
 بہتر یہ ہے کہ ہمارے نوابان ملک اور رؤسا اپنی اپنی راستوں میں ایک ایک مدرسہ تعلیم
 اور سب سے جاری کریں جو صنایع ہندوستان میں ہیں ان کو بین سے مایوس
 نہ ہو مقرر کر کے فراہم کریں اور رعایا کو تعلیم کرا دیں اور کارخانے تجارتی اشیا کے جاری

اور جن اشیا کو صنایع اس ملک میں نہیں ہوں ان کے سیکھنے کی واسطے لائق لائق نوجوانان ہند کو
 جیسے لندن اور برمن اور فرانسل اور اسپٹرا میں بھیجیں کہ ایک مدت قلیل میں وہ وہاں سے
 لے کر مراجعت کر سکتے ہیں پھر جہاں وہ آگئے ایک شخص ہزاروں شخصوں کو وہ صنعت
 سکھاتا ہے۔۔۔

امرا اور متمولان و درعام جو شباشن لوگوں کو ضرور ہے کہ ہر شہر اور قصبہ میں چند مقرر
 یک مجلس ترقی صنعت اور دستکاری قائم کریں اور جو کام اور فن کو وہ بھی اوتکار نظام
 کریں اگر سچ پوچھو تو یہ طریقہ کچھ مشکل نہیں ہے نہ ہمارے روسا اور وادیان ملک
 ہے کہ ایک رقم قلیل منجھڑھا ریاست اس امر عظیم کے لئے جسکے وسیع سے عرصہ
 رفاه قومی اور ترقی نمایان آمدنی ریاست میں ہوگی منتخب کریں نہ ہمارے ملک کو اور
 در متمولین اور عوام پر گران ہے کہ اپنی اپنی آمدنی میں سے ایک حصہ قلیل جسکا وہ کیا کہنی
 نہ گذرے اس مجلس کے چندے میں دیں۔۔۔

فرمن کیجئے کہ ہمارے شہر حیدر آباد وکن میں جو آج کل تمام ہندوستان کے شہرین میں
 ایک اعلیٰ درجہ کا شہر ہے چھ ساتھ لاکھ آدمی ہیں اگر سب ملکر مجلس صنعت قائم کریں اور
 کے ترقی چاہیں تو کس آسانی ہو سکتی ہے کہ کسی پر بار نہ گذرے اور مفت
 رہے اور صنعت و دستکاری میں کمال پیدا کرے۔۔۔

دستکاری کے لئے مجلس کو سب سے پہلے یہ کام کرنا ہوگا کہ جو اشیا ہمارے
 سے آتے ہیں ان کی ایک ایک دو نمونے ناظرین اور کاریگروں کے بلا نظر
 رہے پھر ان چیزوں میں سے جو جو چیزیں ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ
 ممالک کے نہیں ہوتیں ان کے کاریگروں اور پائے والوں کو بلا
 لایا
 کارگیرانہام کے عھدوں کے واسطے اور نیز نامورسی کے لئے
 بار کر
 نہ کہ جب چھٹی اپنے ملک کے چاروں یا تہی یا صاحبان بنا
 نہ مشا وکایت کے صفائی اور خوبی کیون نہین ہوتی تو انکو

اور ملکوں سے مستفید ہون تو حساب بہرہ پر ہے۔ گانہ بقدر خرچ ہوا اور پھر راندی ہوتی ہے۔
 ویاہی بہت دور ہے کہ ہمارا ملک بیٹے ہندوستان جس قدر اور ملکوں کو اپنا روپیہ دیتا ہے
 تہذیب و تمدن کے لیے اگر سب ملکوں کے لوگ کو شش کرین تو کاش ہی درجہ حاصل ہو جاوے
 ہندوستان اور ملکوں کو دیتا ہے اور تہذیب و تمدن کے لیے بہت ہمارے ملک کو یہ درجہ
 ہندوستان کے کہ اب ہندوستان زیادہ تباہ نہیں ہو سکتا بلکہ جو حالت تباہی کی ہے اونچا
 ہو تو ہم کہیں گے کہ اب ہندوستان زیادہ تباہ نہیں ہو سکتا بلکہ جو حالت تباہی کی ہے اونچا
 م اور قرار ہے۔ گا اگر جس قدر دیتا ہے اس سے زیادہ اور ملکوں سے وصول کرنے لگے تباہی
 ہندوستان نے ترقی کی اور اب روز بروز بیان کے لوگ غم اور مرغلہ حال ہوتے جاوے گئے مگر جو
 اب ہمارے ملک کا ہے وہ تو رونے کے لائق ہے کہ ہندوستان جس قدر اور ملکوں کو اپنا
 روپیہ دیتا ہے اس کا دسواں یا بیسیواں حصہ ہی اون سے وصول نہیں کرتا اب آپ میرے بچہ کا حال
 دیکھ لیجئے جو ہمارے ملک سے یورپ کو باقی ہے مثلاً چٹا گڑھ اور نالاکوں کا ہندوستان سے
 یورپ کو جاتا ہے فی تہاں چرم ۹ سے زیادہ اس کی قیمت نہیں ہوتی یورپ والے اس کی ایک
 تہاں کو بیڑہ کو ہمارے ملک سے لیتے ہیں ہم بڑا تیار کرتے ہیں اور ہمارے ہی ملک میں بیچ دیتے
 ہیں اور ہر ایک بوتل کم سے کم ۵ روپے کو اور زیادہ سے زیادہ ۱۵ روپے کو فروخت ہوتا ہے پس ہندوستان
 یورپ سے ۱۸ لکھ روپے اور اس کے عوض میں ۵۰ لکھ روپے دیتا ہے۔ مثلاً روپیہ ہندوستان سے ولایت
 کو کہیں روپیہ کے دو سو روپے ہی تین سیر کے حساب سے جاتی ہے اب ولایت والے تین سیڑھن بارہ تہاں
 ملے یا کہیں یا انما باقی کے بنا کہ ہندوستان کو بھیج دیتے ہیں اور ہر ایک تہاں کم سے کم ۵ روپے اور زیادہ سے
 زیادہ ۱۵ روپے کو فروخت ہوتا ہے پس ہندوستان یورپ سے ۵۰ لکھ روپے اور اس کے عوض میں ۵۰ لکھ روپے
 دیتا ہے۔
 مثلاً سن جو ہندوستان میں اتنا ذلیل لگتا جاتا ہے کہ آج تک ہمارے ملک والوں میں سے کسی نے اس
 کو نہ کی سوانما یا آبادی کی سی بنانے کے اور کسی کام کا نہ سمجھا وہ کم سے کم روپیہ کا ہزار ہندوستان
 سے یورپ کو جاتا ہے ہر یورپ میں سے اس کے طرح طرح کی قیمتی چیزیں اور مار دیتا ہے۔
 اگر کسی خیال کر تو یورپ سے ہندوستان ایک روپیہ لیتا ہے اور مار دیتا ہے۔
 مثلاً اتنی دولت جو نہایت ارزان قیمت سے ولایت کو جاتا ہے پھر وہاں سے اس کے لگنے

سکڑوں اور ہزاروں روپیہ اپنی قوم کے غیر قوم کے لوگوں کو کھلاتا ہے ہمارے ملک کے تاجر اور سوداگر جو بڑے بڑے ٹاپین اور روکانین لگا کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور انکی شاپ میں بیٹھ جاتے تو میرے اختیار ملک زمین سے چھت تک جو ہر دیکھو اور ہر انگریزی اور جہنمی اور فرائیسی وغیرہ ملک کا اسباب ہی اسباب و کمالاتی دیتا ہے ایک چیز بھی ان میں ہمارے ملک کی بنی ہوئی نظر نہیں آتی اب یہ تاجران اشیا کو جو اور ملکوں میں تیار ہوئے اور ان کے لوگوں نے نفع کثیر سے ہمارے ملک میں لایا ہمارے قوم کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اور اپنی دانست میں یہ تاجر خیال کرتا ہے کہ اس تجارت میں بڑا بہت منفعہ ہوتی ہے حالانکہ اس منفعہ کی کوئی حقیقت نہ تھا بلکہ اس منفعہ کو یہ کلی قوم کو لایا ہوتی ہے نہیں بلکہ ایک تو یہ کہ منفعہ قلیل اور وہ بھی شخصی اور منفعہ کثیر اور قومی ہے میری منفعہ تو اس سے اتنی بڑی منفعہ اپنی قوم کو جو بڑے دور پر رہتا ہے فرض کرو کہ ایک سوداگر انگریزی ٹاپین کے ساتھ لائڈ نکا ولایت سے منگا کر منہ و عنان میں فروخت کرتا ہے اس ہر ایک ہونے کی لگت پر اگر خیال کرو تو اس میں ہم سے زیادہ کما جاتا ہے نہیں ہر دورہ بھی ہمارے ملک سے ولایت کو گیا ہے لیکن ولایت والوں نے اس کو منگا کر کر اسیا اور برصغیر کیا اور ایسی کار گیری اور منفعہ اس کی صفائی اور رنگ اور بدلائی میں کی کہ وہ ہونٹ نہ کو ہندوستانی تاجر کے ہاتھ فروخت کیا ہندوستانی تاجر نے جس کو اپنے قوم کے ہاتھ بچا تو وہ حقیقت چار آنے کا نفع اپنی ذات خاص کے واسطے لکھا اور منہ اپنی قوم کے گنواؤ اور غیر ملک والوں کو کھلانے پس اگر سچ پوچھیے تو غیر ملک کے اسباب کی تجارت میں اپنی قوم کی بدخواہی ہے نہ خیر خواہی لیکن نہیں سمجھتے اور اپنی شخصی منفعہ کو قومی منفعہ پر ترجیح دیتے ہیں چنانچہ اوپر ہم بذیل اسباب متفرع بیان کر چکے ہیں کہ یہ امر بھی ہمارے قوم کی متزل اور اوبار کے اسباب میں سے ہے اس سے میری یہ غرض نہیں ہے کہ عموماً ایک ملک میں دوسرے ملک کی اشیا کا فروخت ہونا باعث اس کے متزل اور اوبار اور انحطاط کا ہے بلکہ یہ مقصد ہے کہ جو ملک صنعت اور دستکاری پر مہر ہو جیسے آج کل ہمارا ملک ہندوستان ہے اس میں اور ملک کے اسباب اور اشیاے تجارتی کو جب قدر فروغ ہوتا جاوے گا اوس قدر اس ملک کا تیراں ورافلاس روز بروز بڑھتا جاوے گا و اسکی یہ ہے کہ اس ملک میں صنعت اور دستکاری کا رواج نہیں ہے ورنہ جب قدر اور ملک والو اپنے صنائع اور بدائع اس ملک میں بہیکر بیان سے طلب منفعہ کر لیتے ہیں اوس قدر یہ ملک واسے بھی اگر اپنے صنائع اور بدائع

۱۶
اس کو کیونکر کرے چاہو وہ اس شش و پنج میں بجا پڑتا ہو کہ رونا ہوتا ہے یا رہی مگر کلیتہاً
نما ہے۔ خیر اور پر کی حدیث سے آخرت میں جو عزت نامہ کو ہوگی وہ تو معلوم ہوئی اب
رکھ کر دیکھو آج جو بڑی بڑی سلطینیں ہیں تنگ سٹوت اور شوکت کی تمام عالم میں دیوم
جیسے انگلستان اور جرمن اور فرانس اور اسپین سب تجارت کرتے ہیں اور وہ انکو
کے چم مقرر اور رؤسا اور شاہزادے تجارت کو فروغ دیتے ہیں اور نوکر میاں وغیرہ اسے
دارمی کو تنگ اور عمارت پیش ہیں اگر بلحاظ یہودی اور غیر خواہی قوم کی کوئی نہ ت یا کام قبول
تے ہیں تو بعض تصریح طبع کے واسطے اپنے ملک کے فائدہ پر سامانی کی نیت سے اسکا انصرام
رتے ہیں اسی واسطے ہر وقت اور ہر حال میں آزادوی سے کام کرتے ہیں اور سچا وفادار ملی ور
خیرستانی اپنا مالک اور ملک کی کرتی ہیں بہ نہیں کہ نوکر ہی قائم رہنے کے لحاظ سے وہ نا واجب
نو شاید یا رعایت اپنے بلا دستوں کی کریں یا اونکی بدیتی دیکر سرکار سے او سکی اطلاع گوش
نیساک ہمارے ملک بنا جاتا ہے جس ملک یا سلطنت میں تجارت کا رواج نہیں ہے یا وہ ان کے عاید
ور دوسا تجارت کرتے کو مار جاتے ہیں جیسے سلطنت روم اور ایران واقفانستان وغیرہ ایما
مال دیکھا بالکل آفت رسیدہ اور صیت دیدہ ہیں خزانے غالی زعایا مغلیں ملک تباہ سلطنت منکوب
اور قمرندہ وار وہ ملک گواہ آتے ہمارے مل کے ہاں ہیں اگر آج نہ کھی تو کل باو نیگے ابی دیکھو اس
پینہ بکے عمر سے میں مسلمان کی کتنیں سلطینیں اور ریاستیں آباد ہوئیں کاشغر اور نجارا اور خوجا
یہ تہذیب ان اور روم اور موآقی ہیں وہ بھی انکلاس کی وہ ہے گو بسا سست رہے ہیں اون
یہ سے دست اندازی مجھ زندہ ہوئے نو کیا وہ پسری ناس آنیکی ہی اس نہیں ہے فرض ہیں
ترکہ کاروان تو یہاں تک تجارت کے فضائل کو بیان کروں ہو سکے گا ہے مگر علامہ کلام
سے یہ تجربہ کرنے سے یہ حق کے نہیں ہو سکا اس لئے کہ اگر کسی قوم میں صنعت کا نام
ہو تو یہ تجربہ کرنے سے یہ حق کے نہیں ہو سکا اس لئے کہ اگر کسی قوم میں صنعت کا نام

یادوار کے اجناس کو ویکین اور جس چیز کی قیمتہ اگر ان اور اوس میں منفعت رہی تھی اور جسے کار کے بڑا یہ ہو
جیسے روخی اور نیل اور تھوہ اور سکی کاشت کراوین اور بانگات کی درستی اور اصلاح کرن اور عمدہ تخم
میوون کے اور پھولون کے اور مالک سے منگوا کر اون کو میان ہووین اور اونکا امتحان کرن اور
اور جو نقص نکلے او سکی اصلاح کرن پھر ذرائع اور وسائل آب پاشی کی ترقی کرن اور نہروں اور
نالابوں سے جو بجا شاخین نکالین اگر ان سب کاموں پر ہمارے ملک کو عمدہ اور لائق ترقی و ترقی و ترقی کرن
اور جو عمدہ دار سکار سے مقرر ہوں وہ سے خیر خواہی اور دوسوڑی سے محنت کرن اور اپنا ملک اور
قوم کی بہبودی چاہین تو یقیناً روز افزون ترقی میں ملگزار رہیں شروع ہووے۔

(۵) تجارت بھی ایک عمدہ ترین اسباب تحصیل دولت اور عزت میں ہے جو گزشتہ میں تو کم کر کے انہماک
اسطون التفات نہیں کرتے بلکہ بعض تجارت کو بخیرتی کا باعث جانتے ہیں اور نوکر کو جو سراسر بھیر تیار
عزت خیال کرتے ہیں حدیث صحیح میں ہے التاج الصدوق الامین مع الایمان
والصدقین والشملاء یعنی سچا سوداگر امانت دار قیامت میں پیغمبروں اور اولیائے ان اور شہیدوں
ساتھ ہوگا تجارت میں کسی کی نابعداری نہیں ہوتی آدمی آزاد اور خود مختار ہوتا ہے نوکر کبھی بالکل غلام
گرا پڑتی ہے تجارت میں آمدنی کی کوئی حد مقرر نہیں سیکڑوں سو ہزاروں ہزاروں سولہ لاکھوں
کڑوڑوں کی نوبت آتی ہے نوکر میں وہی گنی ہوئی بوٹیاں بننا ہوا شور باہیشہ آمدنی محدود ہوتی ہے
تجارت میں آدمی روز بروز ہوشیار اور چالاک اور مالی ہمت ہوتا جاتا ہے نوکر میں برخلاف اسکے
روز بروز بخیل اور لیسٹ ہوتا جاتا ہے۔ تجارت میں کبھی زوال کا خوف نہیں ہے اگر اتفاق ہو کہ کبھی
میں نقصان ہو گیا تو دوسرے چیز میں اوس سے زیادہ نفع ہو جاتا ہے برخلاف اسکے نوکر میں ہمیشہ
فکر رہتی ہے کہ میں دیر میں گیا تو دیر مان رہی ہوئی لگیا تو غیر حاضر رہی۔ بشرط اتفاقاً غلطی ہو گئی تو جبرانہ
یا موقوف ہوتا ہے پھر اگر موقوف ہو گیا تو وہ بھی کنگہ ہر کمپٹ نہ لکھ کر نہ گھاٹ کا آب نہ کوئی او سکو نوکر
رکنا ہوا خیال ہے کہ فلاں جگہ نوکر تھا مگر اس کو کوئی مقصود کیا ہوگا یا رشتہ کی ہوگی جب تو برطرف
ہو نہ وہ تجارت کر سکتا ہے اس واسطے کہ آمدنی محدود تھی جتنا کماتا تھا اتنا ہی اور اتنا تھا اگر اتفاق ہو
کہ کچھ پس انداز بھی کرتا تھا تو تجارت میں دخل کمان کچھین سے نوکر ہی کیا کئی جیب سے آنکھ کھلی عقل لی
نوکر کا خیال رہا سو اسکے اور کوئی ذریعہ معیشت او سکے ذہن ہی میں کبھی نہیں گذرا اگر کوئی بھی توجہ کام

واسطی تعلیم علوم دنیاوی کے تمام کریں ہمارے عوام کو لازم ہے کہ ان نصیحتوں کو سنیں اور سناوین اور پڑھیں اور پڑھاوین تفرق اور اختلاف کو یک قلم دسور کریں جو سلطان توحید نبوت و امام اور شرا مباد کا معترف ہو مگرین کے مقابلے میں اس کو اپنا بہائی سمجھیں اور دل سوا دسکی دوا اور معاونت پرستہ رہیں قومی حمیت اور غیرت اور جوش پیدا کریں۔

(۴) ان اسباب میں سے بہت بڑے سبب تنزل کو دو ہیں ایک عمدہ تعلیم کا نہ ہونا دوسرے زراعت اور تجارت اور صنعت میں ترقی نہ کرنا عمدہ تعلیم کہلے بالفعل ہماری سرکار نے ہندوستان میں مختلف کالج اور اسکول قائم کئے ہیں پر جو کچھ کہ ہماری قوم کی سستی اور کاہلی ہے کہ تعلیم کیلئے توجہ نہیں کرتا اور ایک بڑا حصہ اپنی عمر کا رائیگاں کر دیتی ہیں ہی اہت اور تجارت اور صنعت تو دنیا کی تحصیل دولت کو بھی تین ذریعے ہیں زراعت کی اصلاح سرکاری یہ متعلق ہو کہ وہ علم زراعت کو مدارس ہماری کر دے اور عمدہ اور لائق عمدہ واروں کو انتظام مالگذاری کو لٹے۔ مگر کسے جو بذات خود تمام ملک محروسہ کی اراضی کو دیکھیں اور دریافت کریں کہ کل اراضی کی مقدار کیا ہے اور اوس میں سے کس قدر بیکہ مروج ہیں اور کتنی غیر مروج ہے پھر غیر مروج کی فیصدی کیا ہے بعد اس کے غیر مروج میں سے دریافت کریں کہ کتنی اراضی قابل زراعت ہیں اور کتنی زراعت کو لائق نہیں ہے اب جو قابل زراعت اراضی ہوں اور غیر مروج ہوں ان کی فیصدی لگاویں اور اوس فیصدی کو اور مالک آباد اور مذہب کے فیصدیوں سے مقابلہ کریں تاکہ معلوم ہو کہ غفلت اور کاہلی اور زراعتی انتظام کی وجہ سے ہماری آمدنی مالگذاری میں بقابلہ اور مالک کو کس قدر نقص ہے جیسا یہ نقص معلوم ہو جاوے تو اور مالک کو انتظام مالگذاری کی ترکیب اور طرق کو دیکھیں اور انکی کتابوں کو زبان ملکی میں ترجمہ کراویں اور اس کے واسطے مجلس منعقد ہوں تاکہ کسی صورت سے وہ اراضی جو قابل زراعت ہیں لیکن غیر مروج مروج اور آباد ہو جاویں اور جب تک انکی آبادی پوری نہ ہو جاوے اس وقت تک انتظام مالگذاری میں نقص سمجھیں اور اسکی اصلاح کرتے جاویں غافل زمینداروں کو یہ متعلق ہو کہ جو اراضی غیر مروج ہیں انکی مرعیش کے پیدوار کا اور مالک کی اراضی مروج کی پیداوار سے قابلہ کریں اور کئی زیادتی کو جوہر نہ کریں اور انکا منہ دہشت کریں اس طرح اوقات زراعت جو اور مالک میں مروج ہیں انکو بکرا اور جن آلات سے کاشتکار کو زراعت میں آسانی ہوتی ہو انکو طلب کریں اور کاشتکاروں میں رائج کریں بعد اس

دو اور ہم امن اور افضل خرچہ شادی اور موت اور سو و لعب میں خلاف آئیہ کریمہ ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب
المسرفین اور ان البذرین کا نواخوان الشیاطین۔

یہ وہ جو ایسا علموں کے گہرے گہرے اور وسیع وسیع کے فقیر بنائے علوم و فنون میں روز بروز تحقیق اور ترقی کرنا۔
یہاں وہ ہم حالت موجودہ پر قناعت کرنا۔

پانزویں دنیا کو فانی سمجھ کر اس کے اصلاح نہ کرنا اور حدیث صحیح اللہ صلا علیہ وسلم فیہا معاشی سے غافل نہ ہونا۔

شہانزدہم قومی اور ملکی منفعت پر شخصی منفعت کو ترجیح دینا۔

بیتھم عہدہ علوم اور فنون کو نشتر کرنا بلکہ اخفا کرنا۔

بیشتر و ہم سلطنت ہائی اندیشہ اور مال کو اعتدالات اور ترتیبات سے نائل ہونا اور ان کو بوجہ اور سابقہ و کنگنا

اسلام اور اسباب اور پر بیان ہوئی ہیں وہ قومی ترین اسباب ہیں جنکو وجہ سے ہماری قوم پر اور بار آور نہیں

اور اقوامِ شہداء روزِ برخلات جاری ترقی کرتے باقی ہیں اگر ہم اور خدایا اسی خوابِ غفلت میں نہ رہیں

تو چار مرضی لاعلاج ہو جائیگا اور ان اسباب جا کا نزول ہمارے مکان میں نہ ہوگا یہ وہ وقت ہے کہ ان اسباب کا ان الارض فیتہ میں سے ایک شخص، رحمت اللہ علیہ، نہ لکے کہ ایک شخص، کہ اگر کسی کو ایسا ہے

جب تک ہمارے قومیں سے ہر قسم کے اشتغال و ہر مشورہ و مہم کوئی امید بہتری کی نظر نہیں آتی ہمارے

امرا کو چاہیے کہ وہ اپنی دولت کو عمدہ تعلیم علوم اور فنون میں صرف کرین جو جو مجالس اور محافل
شرعیہ، صوفیہ، علمیہ، قائم ہوں ان کو اعانت کریں، ہمارے علماء اور مشائخینہ کہ حاشائے کرم و عہد

کو تعلیم علوم اور فنون کی طرف رغبت دلا دین اور اتفاق اور اجوت اور استقامت قوم میں سعی کرین جتنے

احتمالات اور تعصبات خواص میں پڑھی ہوئی ہیں اور ان کو دور لرین و ماموریت اور محکمہ انجمنیہ و معط
کر رہے اور یہی ہندوستان میں کہ علوم اور فنون سکیم اور تعصب و مخالفت کو دل سے دور کرو اور سب

مسلمان ملکر مثل شیر و شکر کے ہو جائو اور جو اختلافات جزئی ہیں ان سے قطع نظر کرو یہ اصل افواج
جزئی اصل افواج ہیں کہ ان کے لئے جو اختلافات ہیں ان سے قطع نظر کرو یہ اصل افواج

فَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا رَخَّصَ إِلَيْهِمْ مِنْكُمْ وَأَكْبَرُ مَا كُنْتُمْ فِي شَيْءٍ مِّنْهُ لَدَىٰ ذِي الْعَرْشِ الْمَلِكِ

معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی امور میں -
 علوم اور فنون و نیامین کما آئین جیسے تاریخ اور حساب اور منہ سہ اور انجیری اور پائیش اور
 اور جسے ثقیل اور سناٹا اور طبعیات یعنی علوم حیوانات و نباتات اور حیوانات اور معدنیات
 آب و ہوا اور برق اور تحلیل اور ترکیب اشیا اور طب و غیرہ سے نافع اور لاعلم نہ لانا اور جو علوم
 زمین نہ دنیا میں مفید نہ آخرت میں نافع جیسے منطق اور آئینی اور کلام شعر شاعری وغیرہ ان کی
 درت سے زیادہ تحصیل کرنا اور اپنی اکثر عمر غریبوں میں رایگان کر دینا اور حدیث صحیح اللہ تعالیٰ

عوضاً بک من علم لا ینفع کو بھلا دینا -
 روم زراعت اور تجارت اور صنعت کو اصول و فروع پر غور کرنا اور ان کی ترقی اور ترویج میں
 سعی نہ کرنا اور نوکری کو ان پر ترجیح دینا سچے زمانہ حال کے موافق نوکری کی بھی لیاقت حاصل
 نہ کرنا -

سوم غیرت اور محبت اور جوش اور مدد دی قومی کا چھوڑ دینا -
 چہارم نا اتفاقی اور تعصب بجا بات بات پر سٹے - سنا پر بھگنا اور لڑنا اور اخوت ایمانی کو چھوڑ دینا
 اور آکر یہ انما المؤمنین اخوة اور واعضوا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا اور حبش صحیح
 من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة اور من قال لا الہ الا اللہ حدم اللہ علی النار
 پر بنیال نہ کرنا -

پنجم تقدیر سے منکر ہونا یا تدبیر سے نافع نہ رہنا -
 ششم شخصے رامی پر عمل کرنا اور شور سے کو ترک کرنا ایمان آکر یہ واموہہ شودی بلینہد -
 نہ علم و تمدنی -
 شتم بے انتظامی -

نہم ترک سیر و سیاحت -
 آٹھم آیات کو نگاہ کر دینا اور آزادی سیامی نہ دینا و دنیا شرفش کو -
 آٹھم مملکت اور مذات پر مامور کر کے لائق علم اور لیاقت نہ آنا صرف بطور دولت کو -
 تارہ ہنگامہ ایک ایک بعد جیو کو کر دینا -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 تقریر و پسند
 ترقی قومی و ملکی
 مسلمان کی تقدیر

۱۲) اسی میرے ہم وطن اور ہم قوم اور ہم مذہب بھائیو اور اسی میرے امرا اور رؤسا اور عایدین اور
 ارباب دول اور اسی میرے علما اور فضلا اور مشائخ اور اسی میرے تجار اور متاع فراست و حجبہ ہو کے
 اس تقریر کو سنو یا اس تحریر کو دیکھو تو سبھی بھویشیار بہتہ زمانہ غفلت اور غفلت میں گز گیا
 اب بھی جاگو اور علوم و فنون اور تجارت اور صنعت اور دستکاری کی طرف التفات کرو۔ اسی کہ
 پنجاہ رفت و درخواہی نہ لگے کہ این خیبر و زوریابی نہ کیا تم میں سے کوئی بھی ایسا بھائی ہے جو اپنے
 بھائیوں کی بھلائی نہ چاہتا ہو کیا تم میں سے کوئی بھی ایسا شخص جو اپنی قوم اور اپنی ملک کی
 ترقی پر خوش نہ ہو کیا تم میں سے کوئی بھی ایسا فرد ہے جسکو مطلق غیرت اور حمیت اپنی ملک کی
 نہ ہو کیا تم میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو دولت اور عزت کا خواہاں نہ ہو کیا تم میں سے کوئی ہے ایسا
 ہے جو اپنے ملک اور قوم کی رونق اور رفعت کا جویاں نہ ہو کیا تم میں سے کوئی بھی ایسا ہے
 جو اپنے بھائیوں کی دولت و خواری دیکھ کر نہ گھبراوے کیا تم میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو اپنی قوم کی
 مفلسی اور تباہی پر آٹھ آٹھ آنسو نہ بہاوی ہنیں ہنیں ہرگز نہیں اسی میرے ملک کی باحمیت باشند
 اور اسی میری قوم کی باعزت بھائیو اٹھو مت کرو سب ملکر پھر ترقی اور دولت اور عزت اور حکومت کی
 تدبیریں کرو۔ ہر کاریکہ بہت بسترہ گرویدہ اگر غاری بود گلہ تہ گرویدہ۔

اقویٰ ترقی اس بات پر منحصر ہے کہ ہم اپنے اسباب تنزل کو سمجھیں اور اون پر غور کریں۔ یعنی اون
 درات پر جنگی وجہ سے ہمارے ملک اور قوم پر تباہی اور مفلسی و رکزوری کی گھٹا چھا گئی ہے یہی سبب ترقی کی

خاتمه

مشیر قیصر بن یغور نواب ملک علی خان بہادر فرمانروای دارالکریا مصطفیٰ آباد عرف
 راسپودام قیام الہم و الہم مطبعی حسن خان مین از تمام حسین ہم متہم خبر و بد بپی کی ۱۹ تاریخ ماہ صفر
 مین زیور انطباع ہنکا جلوہ آرائی عالم شہرت ہوئی

قطعہ تاریخ طبع نتیجہ فکر منشی امیر احمد صاحب میر صاحب کار
 ہا زین نظم و قانع می نگینہ خیال

فکر تسلیم آمد واجب تسلیم خاق
 منصف از اہل سخن و اندک چون گردیم
 مثنوی محبوب حسن طبع باشد آئینہ
 حسن صورت حسن معنی ہر دو با ہم آمد
 بسکہ شد مطبوع و شد مطبوع ساش گفت امیر

نوکر اسلاف کرام شاہ و شاہ خوش خصال
 کا نذران آئینہ این محبوب می بین
 فخر ساز و طالع و شاعر نیاز و دیگر کمال
 گشت حسن طبع حسن طبع حسن بی ۱۹

قطعہ تاریخ جناب محمد احمد صاحب و مخالف منشی امیر احمد صاحب امیر
 وصفش بود و وصلہ ہر عامی

تسلیم نمود نظم تاریخ بدیع
 تاریخ بکعبہ آمدش کلک و تر

بنوشت کہ ذکر و نوسای نامی
 ۱۹

تاریخ طبع میر ضامن علی صاحب جلال
 طبع گردید مثنوی عنبر

مثل این نیست نظم و تر تاریخ
 سال طبعش رقم نمود جلال

مثنوی چہ ہمیشہ
 ۱۹

قطعہ تاریخ سپید عبد الجلیل صاحب رہروی کہ مرصع
 واقعات امرا و زوی

زور تم خامہ منشی تسلیم
 ۱۹

فکر اسلاف جناب سلطان

غرض آپ کامل ہیں ہر بات میں کہاں تک لکھوں مدحت خسروئی آہی ہی جیتک سخن کو قیام سخنور کا جیتک ہی حسن بیان تہ گنبد چرخ فیروز مند سخن سنج کی قدر کرتے رہیں شب و روز بخت عدو مال سے نہ کم ہو کبھی شوکت و احتشام ہمیشہ خوشی کا مرانی رہی	ہزاروں فضائل ہیں اک ذائقہ میں دعا پر کروں ختم یہ مثنوی سخن سی ہی جیتک سخنور کا نام شکیب آزمای دل قدر دان رہی نام کلب علیخان بلند دہن روز موتی سی بہرتی رہیں رہیں حکمران جاہ و اقبال علامی کرین بخت و دولت دمام یہی عالم شادمانی رہی
---	---

گلستانِ عالم میں با صد فراغ
برنگ گل تر رہیں باغ باغ

خاتمۃ الطبع ہزاران ہزار شکر و سپاس اور خلائق عالم کو سزاوار ہی جسنی لفظ کن سی
ہیزوہ ہزار عالم کو تخلیق فرما کر اپنی قدرت و عظمت کا جلوہ دکھایا اور لکھ لکھ وصف و ثنا و سن برگزیدہ
عالم محبوب نیردان کو زیبا جسنی بشمار گم کردہ راہوں کو باویہ ضلالت بچا پیراغ رہنمائی دکھایا
ابا بعد رشتان علم تاریخ پر روشن ہو کہ اندرون کتاب جواب مسہمتی تاریخ بدیع تصنیف لطیف
جناب منشی امیر الدین صاحب تسلیم لکھنؤ ملازم سرکار حسب الحکم حضور فیض گنجور سکندر رحمت
سلیمان شوکت حضرت غلامحسین خلیفہ رحمانی مقبول بارگاہ شہنشاہ خافقین حاجی حرمین شہر

افتخار نیل و اسناد کو دیکھ کر
 اوسیدن تقاضی سی ارمان کی
 سفیر سپہر مہدان یہاں
 برابر مدارات ہوتی رہے
 پس سال رخصت کیا آپنی
 ادھر چھپ کی یہ نسخہ ہمیشاں
 جو نامی گرامی تھے ارباب فن
 ادنیوں نے دوا دین کو دیکھ کر
 سو مہج اوصاف مائل ہوئی
 ہزار دوشہ اور پنجابہ مین
 بلا اختلاف زبان ہر کہین
 دیم صبح کیشنبہ خورشید وار
 شرف بخش روز سعادت ہوئے
 کم و بیش تا ختم نظم کتاب
 تو بومہ نواب جسم جاہ کی
 اکابر اصغر کو شام و سحر
 یہ علم و کمال تہن قبول

ہوئی شاد نواب والا گہر
 ویا حکم چینی کا دیوان کے
 رہا مدتوں روز و شب میہماں
 مراعات و منرات ہوتی رہی
 بہت کچھ عنایت کیا آپنی
 ہوا عینک چشم اہل کمال
 زبانان و یکتای شعہ و سخن
 کیا اتفاق آپ کی فضل پر
 کجالات علمی کی قائل ہوئی
 نکوفال ذی حجہ کی ماہین
 زمانی مین تاریخ تہی بیسویں
 ہوئی جلوہ گر خسرو نامدار
 نوید جہان ولادت ہوئی
 اگر کیجئے اس گزری سی حسا
 چھ ایس سال اور نہ ماہ
 تعجب ہی یہ کیف فضل و منہ
 ہوئی کیونکر اس کم سنی ہیر

بڑی مرتبی کی جو اوستاد ہیں
 اور اوسپر یہ اعجازِ لطف بیان
 اثر شعریں نقشِ تسخیر کا
 فقط فارسی ایک دیوان ہے
 پس جمع یہ نسخہ دیکھیا
 وہاں ہیں جو خوش فہم شاعری
 فلکشان ہم جلوہ ماہ و مہر
 اونہوں نے اسی دیکھ کر حرفِ حرف
 بزرگ نہ نقد کا مل عیا
 سند کی لپی دلکش و خوبتر
 جو تعریف تہی واقعہ کی قلم
 سوا اونکی ہیں اور بھی جو وہاں
 ہر اک نے تقاضای انصاف سے
 پس چند مدت سفیر سپہر
 اوسیدم ہر اسبابِ راحت ملا
 ارکین پیش آئی جہاں سے
 تہہ بوس سی جب ہوا کامیاب

اونہیں کو یہ اسرارِ فن یاد ہیں
 کہ خالی تکلف سی نطقِ زبان
 مزاور و کامیرزا میر کا
 بلیغانِ ذی فہم کی زبان ہی
 مع حدیہ ایران بھیجا گیا
 جہاں علومِ سخن گستری
 نیم شہنشاہ اعنی سپہر
 شب و روز کی چندی اوقات صرف
 ہر اک طرح پاکر تمام اعتبار
 لکھی ایک تقریظِ اتمام پر
 وہ کی نثر میں بی تصنع رقم
 فنِ شعر میں یادگار جہاں
 بہری خاستگی مع واوصاف سے
 ہوا جلوہ گر صورتِ ماہ و مہر
 مکان ایک بہرِ اقامت ملا
 عنایتِ کرمِ لطف احسان سے
 کیا پیش وہ نسخہ راجواب

کتابتیں جو کہیں شرمین علیج چسار
نقطہ زیب انہیں ہی اردو زبان
طرب بخش ہی وافع درد ورنج
سوا اسکے ہر نسخہ فی نظیر
کروں نام تحریر قدرت نہیں
جو استادین ماہران سخن
کیا کرتے ہیں سیر آٹھون پہر
تتبع میں رکھ کہہ کے پیش نگاہ
پس چند مدت یہ صورت ہوئی
وہانت فی طوفان ہریا کیا
ہزاروں کہی شعر وہ فی نظیر
نئی جان معجز بیانی کو دی
بلند بیسی مضمون کی بیگمان
وہ اشعاجسدم فراہم ہوئی
بزرگ گل باغ پیراستہ
طرب بخش جان چارو میں ہیں
ہزاروں بین انہیں وہ قیدین نہا

بنین سدرہ دیدہ روزگار
کلی ہے کوئی غم ربادستان
اسی کہتی ہیں بلبل نغمہ سنج
زبان عجم میں ہی شہرت پذیر
کہ بحر تقارب میں وسعت نہیں
سمجھتے ہیں سرمایہ کسب فن
ورق سی اوٹھائی نہیں ہیں نظر
کیا کرتے ہیں روی کاغذ سیا
نقطہ مائل طبیعت ہوئی
ویا فکر عالی فی دریا بہا
کہ چو یک اوٹھی مدفن میں فکر ظہیر
حیات دوبارہ معانی کو دی
زمین سخن بن گئی آسمان
کیجا زیادہ کہیں کم ہوئی
ہوئی پانچ دیوان آراں
زبان دل آویز دلجو میں
کہ ماہر نہیں جن سہی ہر کلتہ

کہا کرتی ہی دیکھ کر برتری
اسیکو ہی زینبندہ شائستہ
یہی ہی رعایا کا پشت و پناہ
وقار و تحمل کا وہ رنگ ہے
سخاوت میں دریا شجاع تین شہر
عطوفت سی آفاق دلشاد ہی
شریعت کی پابند شام و سحر
وحید جہان تھی جو عبد الرشید
مقامات عالی سی تھی بہرہ مند
مرید او نکی ہیں نہ توں سی حضور
جو نواب مخزن فضیلت کے ہیں
کسی اور میں یہ محاسن کہاں
فنون لطیفہ کی جانب مدام
لکھی تھیں ایسی کہ جب کا جواب
زبان اچھی تشبیہ نایاب و سبب
فصاحت ہی قربان تقریر پر
بلاغت میں پیدا کیا ہی وہ لوح

یہی ہی ہی لایق سروری
سزاوار تاج و نگین ہی یہی
یہی ہفت کشور کا ہو بادشاہ
کہ کوہ گران سنگ پاسنگ ہی
دہش میں تامل نہ حملی میں میر
مروت فتوت خدا داد ہی
طریقت میں پای طلب پیشتر
جگر گوشہ شاہ احمد سعید
کہ تہا نقش بند ہی طریقہ پند
او نہیں کی بدولت سراپا ہی نو
یہ انوار سب فیض حضرت کی ہیں
یہ ظاہر کہاں حسن باطن کہاں
رنا التفات طبیعت تمام
کسی اہل فن کا نہیں انتخاب
معانی صحیح استعارہ ہی دست
فرا ذوق انداز تحسیر پر
کہ ہر فقرہ ہی آب کو شر کی موج

ہوا ثابت الفاظ القاب سی
مضامین الطاف پڑھ کر حضور
سفیر شہنشاہ عالم ستا
اواسب حقوق ضیافت کینی
کیا رخصت اعزاز سی شان سے
اسی طرح کی سیکڑوں بین بیان
نہ گنجائش اتنی سخن میں مر
جد ہر دیکھنی کچھ عجب رنگ ہی
کمالات ہیں آپ میں اس قدر
ویا حافظہ حق فی ایسا قوی
جو آنکھوں سے دیکھا سنا کان سے
زمانی کی تاریخ سی باخبر
برک غلم معلوم تحقیق سی
تہذیب و تفسیر وفقہ و اصول
تہذیب و تہذیب حق حق
قرب سے یہ کیا مسائل ہیں باو
تہذیب سے یہ کیا مسائل ہیں

کہ ملو ہی تہذیب و آداب سی
ہوئی جلوہ بخش نشاط و سرور
خدیو جہان کار نامہ میہان
گرامنہ یہ تحفے عنایت کینی
گیا وہ دل آسودہ جہان سی
کردن سب کو تحریر ممکن کہان
نہ وسعت خیالات فن میں مری
خرد صورت آئینہ دنگ ہی
کہ حیران عالم ہی شام سحر
کہ حاصل ہی بہرہ منگی کو نوی
علاقہ نہیں او کو نسیان سی
قدیمی وقائع ہیں پیش نظر
تعلق طبیعت کو تدقیق سے
سب آئینہ حسن روی قبول
حکیمانہ سب پر ہی یکسان نظر
کہ ہو بوعلی ہی تہذیب سنکی شاد
کہ بوسی لمی شوکت و جاہ فی

ہزاروں ہوئی دونوں جانب ہلاک
اوس آشوب میں آپ فی بخاطر
مدد زرسی کی قیصر روم کی
پس صلح سلطان والاگر
نگاہ عنایت سی شام و بچہ
خدیو جہان کا نظر کر کے جا
سرخ خط و تمغای کوکب نظیر
وہ آیا یہاں دور تر راہ سے
جو خورشید منزل ہی قصر بلبل
تواضع میں پاس مایات میں
مراعات مہمان والا مقام
تجلی دکھائی اوسنی طور کی
برپا سے وقت سحر ناگہان
سفیر اونکی ہمراہ لوہا سے
کیا پدیشتر پیش فرمان شاہ
لیا خود بدولت فی اعزاز سے
کیا اہو بہتہ فرمان کو

بنالارگون خون سی روی خاک
کمر باند ہی تائید اسلام پر
ہوئی دیہوم مقدار معلوم کی
ہوئی جنگ دشمن سے جب بخاطر
نظر کی سوخید خوانان جہاں
ہوئی خرم و آفرین خوان کمال
روانہ کیا ایک نامی سفیر
سلامی ہوئی شہرت و جاہ سی
رہا حسب کم اوسمیں وہ ارجمند
دقیقہ پچوڑا کسی بات میں
بخوبی ادھر سی ہوئی صبح و شام
ہر اک شب ہوئی روشنی نور کے
کمشنر ہی تشریف لائی یہاں
ملا شرط آئین و آداب سے
دیا پیر وہ تمغای ہمتاب ماہ
شناخوان ہوئی عمدہ انداز سے
پڑنا اوسکی شاہ تہ عنوان کو

ترقی مرا سیم میں پیدا ہوئی
 ہوئی شانِ اخلاص باہم بلند
 پہر آئی یہاں شوق میں بقیہ
 رہی جاہ و اعزاز سی چند روز
 تو اضع مدارات ہوتی رہے
 اوٹھائی مزی دعوتِ خاص کی
 اسی طرح پیری کی اعلیٰ رئیس
 ہوئی رونق افسر و زاس شہین
 جو تہی شرطِ حفظ مراتب ضرور
 کیبی روز کے بعد رخصت ہوئی
 غرض حسبِ قدر میں رئیسانِ ہند
 ہر اک سی ہیں مستحکم و استوار
 شب و روز باہم ہی نامِ پیام
 یہی آج اقبالِ دنرات ہی
 کہ بارہ سو پچانوئی میں ہم
 صف آرا ہوا لشکرِ روم و روس
 چنی خوب شمشیر و توپ و تفنگ

طبیعت و رابط کی شیدا ہوئی
 دون میں منتظر آئی الفت پہ
 لو مارو کی نواب و الاتبار
 مکانات عمدہ میں رونقِ فیروز
 ملاقات و نرات ہوتی رہی
 شناخو ان گنتی لطف و اخلاص کے
 مع خادمان و جلیس و انیس
 نظیر آج جسکا نہیں دہر میں
 بجالائی سب بندگانِ حضور
 روانہ مع جاہ و حشمت ہوئی
 فزون جنگی شوکت سی شانِ ہند
 رابط مرا سیم کی سیل و ہزار
 سفیر آتی جاتی ہیں صبح و شام
 زیادہ ترقی کی تباہت سے
 لڑی جب دو سلطانِ گردون چشم
 گیا تا فلک غلغل بوق و کوس
 ہوئی مدتوں تک قیامت کے جنگ

خستہ دلون مین سرور آگیا
چمن مین نئی سگر آئی بہار
ہوا دُور غم جانِ مشتاق سی
بنا شہر آئینہ رویِ حلد
بجین نو بتین اہلکار و نکلی گہر
رعیت ہوئی شاد و خرم سپاہ
اوسے طرح دربار ہوئی لگا
اوسے شان شانمانہ سی روز و شب
رعیت کو پا کر خبر دیا رعد
جو مصروف از ہر طبع والا ہوئی
ترقی یہ سن سنی ہر صبح و شام
یہاں کہ چل کر کسی طور سی
چنانچہ ہمارا جگہ گوا لیا
ملی آگے نواب جم بہا سی
اوہر سی تواضع مناسب ہوئی
وہ احبلاق کی دہنگ با ہم رہی
دم رخصت راجہ نہ نامدار

جو دیکھا تو آنکھوں مین نور آگیا
مقد رنی تازہ دکھائی بہار
پہرائی خوشی جاکی آفاق
گلی کوچہ دینی لگے بوی حلد
ہوئی رت جلی جان نثار و نکلی
چھٹے قیبت شویش سی خیر خواہ
وہی کار سرکار ہوئے لگا
ریاست کا کرنے لگے کام
کیا ہر طرف گرم بازار عدل
ریاست کی رونق دوبالا ہوئی
ہوئی دنگ رایان عالی مقام
کرین دید خود دیدہ غور سی
یہاں لائی تشریف بی اختیار
رہی شوکت و شان و خواہ
مدارات حسب مراتب ہوئی
کہ جیتک رہی شاد و خرم رہی
وہ کی صرف ہمت کہ لیل و نہار

تمنا تھی ہر چند دل میں یہی
یہیں زندگانی بسر کیجئے
تمنا ہی عالم پناہی نہیں
بہت کچھ تہ چرخ فیروزہ رنگ
ولیکن رعایا کا آیا خیال
و دیت خداوند عالم کی ہے
اگر ہوگی یہ مسکرت ہوئی خراب
انہیں باتوں سی ہوئی مضطرب
اکا برا صاعغر سی نصرت ہوئے
تہی جس روز تاریخ صیحت قرین
لئی اپنی ہمراہ خلیل و خدم
اوسی شوکت و شان و اعزاز
رہی راہ بہ صرف جود و نوال
سلامی رئیسوں لیتی ہوئی
تہی بارہ سو توئی عیان و ہرین
برنگ نوید مسرت اثر
رعایا ہوئی دیکھ کر باغ باغ

کہ چھوٹی نہ یہ سر زمین اب کہی
یہیں رہتی جج عمر بہر شیکھ
سر سطوت کج کلا ہے نہیں
برائین مرادین نکالیں امنگ
کہ ہوگی پریشان و آشفته حال
ازل سی ضمانت مری دم کی ہی
تو کیا دو نگا اللہ کو میں جواب
کیا آپ فی قصہ ہندوستان
روان چشم سی اشک حسرت ہوئے
زمانی میں ذوی حجب کی چود ہوئے
چلی ہند کو خسرو و جم شمش
اوسی خاص شانہ انداز ہی
یکی بی سرو برگ لا کہوں نہال
غریبوں کو انعام دیتی ہوئی
چھٹی تہی محمد کی بر شہرین
ریاست میں اگر ہوئی جلوہ گر
جلے شہرین گہی کے گہر گر چیراغ

جسی آرزو ہو اس احوال کی
وہ جسم اپنی شوق جگر پر کری
مفصل ہی سب حال اوسمین
ہو امانہ ذی حجب جلوہ گر
اوسے روز غمرہ با صدر سرور
اوسے طبع شانہ انداز
تصدقین اللہ کی شان کی
قدوم مبارک ہمایون ہوا
کہ اوس سال حجاج بیت الحرام
جو تہی سائے خدام عالی دماغ
سید چہ انداز کو خاص و عام
مرض جبکہ ہر طرح فرصت ہوئے
برا صابر کو لیل و نہال
مین تواضع مین اکرام مین
مین محتاج کو سیم و زر
نمای خدای و دود
ن سوا ہندسی صبح و شام

تمنا ہو تفصیل اجمال کی
سفر نامی کی سیر دم بہر کری
حقیقت سی ہر گز نہیں بیش و کم
خوشی سی ہوئی سخت ہم راہ سفر
مع الخیر کعبی مین پونہچی حضور
فروکش ہوئی شان و اعزاز
فدا او سکی رحمت احسان کی
یہ فضل خداوند پیچون ہوا
ہوئی حج اکبر سی سب شاد و نام
سیم خوشی سی تہی سب باغ مان
دل و جان سی دیتی دعائیں تمام
حج و عمرہ سب فراغت ہوئی
علی قدر حیثیت و اعتبار
دینی سیکڑون سب کو انعام
یکی آرزو سی عطا بیشتر
خداوند نعمت رہی صرف جود
کرم کی بدولت ہوئی نیک نام

یہ سردار بڑی بجاہ والا تبار
 عمر نامی ایک شخص سردار تھا
 قبیلے کے اعیان و احباب سے
 سدا فرار نہ پا بوس خدمت ہوا
 وہ پیش آیا اعزاز و اکرام سے
 اس طرح ہر قوم مابین راہ
 اطاعت سی جو پیش آیا جہان
 خوش آیا جسی کبر میں انحراف
 سزا تو اب سی نہیں دی مگر
 رہا کاوش و بخت ناکام سے
 چنانچہ خدیوہ سی کچھ دور اوپر
 رہے تنگ مین زیر دامان کوہ
 بنٹا ہر تو صورت کی انسان
 خلاف اطاعت وہ ناحق پتھر
 ملا اس طرف سی وہ ترکی جو
 شیمان اپنی خطا سی ہوئی
 رو ری سمجھ کر بیان کا عدم

تہی پت بوج کی حاکم نامدار
 بیابانیوں کا طرفدار تھا
 ملا راہ مین آکی نواب سی
 شرفیاب لطف و عنایت ہوا
 کیا آپ فی شاد انعام سی
 مشرف ہوئی جا بجا گاہ گاہ
 کیا او کو احسان شہان
 ہوا سرکش درہ نور خلاف
 نہ فرمایا چشم عنایت او
 پشیمان و محروم انعام سی
 قریب بیابان خسرو سی
 بیابانیوں کا ملا اک گروہ
 حقیقت مین بی شاخ حیوان
 مقابل مین آئی نظر سوئی کو
 کہ بھولی وہ سرگرمی ناصواب
 پریشان یا بس عطا سی ہوئے
 کیا مینی چال کچھ کچھ قسم

معیت میں شیخ الحرم کی جناب
جبال مزار پیرانوار کے
ونان کی تہی تصنیف و نرات میں
کرونین اگر نام اوسکا قسم
اوسے کا غدر نشان پر تمام
مطلبا کیا عمدہ عنوان سی
پی کسب فیض زیارت و نان
دکھایا یہ سوز و ملی نے اثر
پند چیب لے ہوا
ہوا داخل اوس منزل پاک میں
جو خالہ ہین مشہور شیخ الحرم
ہوا خاص وقت اور کبھی صول
ہر اک قبہ نامی کی زائر ہوئے
نویں دن کہ ذیقعدہ کی ہر کہیں
دیا آپ فی حکم ہر سفر
اکا ہر نے یہ پاس عزت کیا
بجالاتی حال فی تحظیم کو

ہوئی حجرہ خاص تک باریاب
اوٹھائی مزی خوب دیدار کے
کتاب ایک نعت و مناجات میں
تو ہو بعد قندیل لفظ حرم
کیا جلوہ بخش خط مشک فام
بنایا مرقع نئی شان سے
کیا پیش اوسے صورت ارمغان
کہ وہ نسخہ کیمیای جگر
قبول رسالت پناہی ہوا
کتب خانہ شاہ لولاک میں
گرامی منش مفتخر محترم
شرف نامہ اعمت بار قبول
بقیع مقدس میں حاضر ہوئی
تہی مشہور تاریخ اکیسویں^{۲۱}
سو مکہ لی راہ شام و سحر
کہ اگر اوسے طرح رخصت کیا
کیا سائے قاضی ہر اہم کو

جہانِ قلعہ یافتہ سلطان کی
 عمارتِ علی آگے نواب سے
 عندِ رضی ماہِ ذیقعد میں جھیل
 اوسے ولولہ سے معِ راحت
 ہوئی شادِ مشتاق دیدار کے
 عمارتِ بڑی کر لیا آپ کو
 مدینہ میں شاید انداز سی
 اداسِ شرط والا مقامی ہوئی
 تہی سید حسین ایک والا تبار
 اونہیں کی مکان میں پی چند روز
 قریب اپنی آرام کی واسطے
 لپی کچھ مکان اور بھی چار سو
 پی کسب فیضِ سعادت اثر
 زیارت سی اوس روحِ پناہ کی
 ہجومِ تمنا میں دم بہر نظر
 شب و روزِ نیتِ پائی شوق میں
 ادب کا یہ عالم کہ لیل و نہار

مطیع ایسی نوری جہاں کج تہی
 سلامی ہوئی خاصِ ادب سی
 کہ تاریخ تہی تیر ہوین مشہر
 مدینہ میں داخل ہوا قافلہ
 ارادہ بڑی ہر طلب گار کے
 مدارات سی خویش کیا آپ کو
 لی آئی ملکِ کانہ اعزاز سی
 چلی توپ یعنی سلامی ہوئی
 گرامی گھرِ عہدہ روزگار
 ہوئی آپ خاطر سی رونقِ فروز
 رفیقانِ خدمت کی واسطے
 ہوا قافلہ اوس میں آرام جو
 رہی آٹھ دن تک وہاں جلوہ گر
 بچھائی لگی حبانِ غمناک کی
 نہ ہلتی مزارِ آپ کا چہوڑ کر
 رہی بخیرِ عالمِ ذوق میں
 چلی دو قدم بھی نہ ہو کر سوار

تقسطر ہوا اس قدر چار سو

زمین عرب منرون ہر کہین

جو دوا و دیہ مدرسہ ہی وہاں

حرم سی اوسی قرب کامل بھی

وہین آپ ہر روز باصد نیاز

کیا کرتی تھی ظہر سے تا عشا

کیا ملکی سین ایک ہفتہ قیام

کیا آٹھویں دن وہاں سی سفر

مقرر کئے پانسو راہلے

نرالی طرح کی نئی شان کی

شرف ایک تھی عبدالحسن وہاں

اونہیں پاکی سنجیدہ و انتخاب

تھی سوال کی بیست و تین

کرون ان منازل میں کیا کیا بیان

تمکن اگر تھا بہت خوب تھا

کیے کام وہ حسن تدبیر سے

شہر و م کی سمت سی راہ ہر

کہ تر ہو گئی خشک لبہا می جو

ہوئی تازہ مانند خلد برین

ولا ویزو دلچسپ و رشک جنان

مقرر کوئی سمت داخل بھی

قدم رنجہ فرماتی بہر نماز

فرائض نوافل سنن سب ادا

بسر کی وہین چین سی صبح و شام

ہوای مدیت ہوئی راہ ہر

چلے آگے پیچھے ہم قافلہ

جلو میں بڑھی فوج سلطان کی

گرامی منش زبدہ خاندان

شرف حرم فی کیا ہر کاب

روانہ ہوئی سوی شرب زمین

خدیو جہان کی او لوالعزمیان

شجاعت سی آفاق مغلوب تھا

جو ممکن نہ تھی اہل تسخیر سے

رہا پاس اعزاز مد نظر

مگر آپ میتابی شوق میں

روانہ زیارت کو تنہا ہوئی

اوس وقت رستہ لیا آپ نی

وہاں سی دل آسودہ و پر سرور

کیا شب کو آرام بے درد و غم

طلب کر کے خدام سی چو کڑی

شریف اور جملہ مشاہیر شہر

ہوئی ساتھ با صد شکوہ و حشم

بہجوم تمنای دیدار میں

غرض کوٹھی سی تا مکان شریف

بہت جلد مثل نسیم سحر

تاشائیون کی برائی مراد

وہی خلق دینی لگی چار سو

کان شریف حرم میں حضور

لامی کی توپوں فی زیر فلک

وہ مبارک کی تاثیر سے

سال کی بعد اوس دن وہاں

اوس سی حالت و عید میں ذوق

سو کعبہ شریف فرما

اداش کو عمرہ کیا آپ

اوس کوٹھی میں آکی ٹھہری

اوٹھی بستر خواب سی صبحی

ہوئی بگھی پر جلوہ گرا و سگھری

اراکین سلطان فیروز بھر

چلی جانب کعبہ محترم

قیامت کا مجمع تھا بازار میں

عجیب ایک تھا اندوہ عام لطیف

سواری ہوئی مکہ میں جلوہ گر

بالائیں نگاہوں فی لین شادشا

ہمیشہ رہی یہ شہ نامجو

ہوئی رونق افسر و رعیش و سرور

سنائی نوید ظرب و یر تک

ہوئی تازہ بہ وقت قدیر سی

ہوا ابر رحمت محیط جہان

رومان کی مشاہیر فرخندہ فر
فراہم لب ساحل آب تھے
ہراک کی لکھن نام قدرت نہیں
بہا زون میں خشکی میں شام سحر
وہ فرمان شاہنشہ روم سے
فراہم ہوئی ایک جگہ اہل حرب
رومان ایک دن رات ٹھہری حضور
وکیل شریف حرم ناگہان
سمجھ کر محبت کی عنوان آپ
بڑی دوسری دن شہ نیک و نہ
یہاں بھی کیا ایک ہی شب قیام
حجالیہ میں پیشتر سی ومان
سراپا تکلف سی آراستہ
شب و روز کی صبح کی شام کی
یہ سامان جوشان و شوکت سی تھا
اونہیں کی وہ کوٹھی تھی بیرون شہر
وہیں پیشوائی کو آئی بھی تھی

قدوم مبارک کی سنکر خبر
طلب گار پابوسِ نواب تھے
کہ اس بحر میں اتنی وسعت نہیں
معین بان فوج تھی بس قدر
سلامی کو آئی بڑی دہوم سے
چلی وقت پر توپ اونٹیل ضرب
رہی رونق افروز بزم سرور
ہوئی ملتس بہر دعوت ومان
رہی تین وقت اون کی جہان آپ
ہوئی خاص جگہ می بین رونق فرو
چلی صبح کو سوی بیت الحرام
سبحی ایک کو ٹھی مثل جنان
دل صاف کی طرح پیراستہ
مہیا سب اسباب آرام کے
شرف حرم کی محبت سی تھا
نہایت دلاویز و نایاب و ہر
وہیں پہلے تشریف لائی بھی تھی

و کہانی یہ در یاد لی اوس گہری
نہ زاد سفر تہا نہ صرف جہانہ
کیا رسم دوسو کی ارمان پر
اوستیوقت و لو اکی سیم و دم
دم عصر لنگر اوٹھا ناگہان
ہوا آٹھویں روز وقت سحر
و مان تہا جو مدت سی فرمان روا
لب ساحل اگر ملا چاہ سے
اوتارا نفیس ایک ایوان میں
اوسی طرح نواب عالی ہم
و مان دفن ہیں دو بزرگان دین
لحد ایک ہی چرخ درگاہ کی
دوم نور عرفان و شمس شمس
خبر سنکی خادم جو حاضر ہوئے
و یا اونکو اس درجہ زریعہ
ہوا دوسری دن و مان سی سفر
اوسی دودکش پر پس پنجہ نو

کہ تہی اک جماعت و مان پر پڑی
فقط دل سی مشتاق خاک حجاز
و یا حکم دوانکو زاد سفر
روانہ کیا سوی بیت الحرم
چلا دودکش مثل عمر روان
سوا دعدن جلوہ بخش نظر
یکمی اونی جملہ مراسم ادا
انہیں لی گیا شوکت و جاہی
نہ تہا کم جو سر دوس سی شانین
ہوئی مائل لطف وجود و کرم
جہان کرامات و کشف یقین
ابان ابن عثمان زیجاہ کی
گرامی گہر سید عیدروس
قد مبوس اگر محبا و رہوے
کہ ذہدیش سی بن گئی مالدار
سوچہ نہ لنگر اوٹھا بیخبر
ہوئی جد فی میں شبکو رونق

وہاں سی مع فوج حیل و خدم
 لا شہر جو بنی تک جہا
 ملاقات کی آ کی حکام نے
 خداوند نعمت فی بھی راہ بہر
 امید خلافت سی بڑہ کر دیے
 اوس سی بہت و ہفتہ کو با صبر و
 کیا ایک بتا سنسرا میں قیام
 اکابر ہی اوس شہر میں جس قدر
 سفیر شہر و م بھی چن بار
 کمال عطوفت سی اخلاق سے
 اوس سی باغ شاہی میں شام و سحر
 کشن ترہا کوئی وہاں رامین
 وہی جان و دل سی ہوا چارہ ساز
 کراپی کی بابت وہیں چہرہ دار
 و خانی تہا وہ مرکب برقم
 اوٹھا کر عائدنی رنج و تعب
 تہی سوال کی س آ توین اشکا

روانہ ہوئی ریل پد صحب دم
 سلامی کی تو بین ہو تین سرواں
 بجالائی شہر ادب سامنی
 لٹائی مساکین پر سیم و زر
 ہزار و نگو لاکھوں مکر دیے
 ہوئی جلوہ گر بنی میں حضور
 ہوئی جمع حکام انگلش تمام
 قدمبوس کو آئی شام و سحر
 ملاقات کو آئی ہو کر سوار
 ملی آپ حاصان آفاق سی
 رہی آپ نہ روز تک جلوہ گر
 ستودہ نش لایق آفرین
 اوس کی ذریعہ سی تہرا جہاز
 دی آپ فی یک لک و دہ ہزار
 خلافت میں مشہور و حاکم
 اوس سی پر کیا بار سامان سب
 ہوئی آپ بھی ظہر پڑہ کر سوار

پہراک جمعی کو خسرو پاکباز
قیامت کا اوس روز تہا از جا
اوس انبوه مین ہر مسلمان سے
مری بین حقوق آپ پر جس قدر
وکہائی وہ خلقت کو شان کرم
زبس ساز و سامان راہ سفر
ریاست سی تابندی جا بجا
تہی ماہ مبارک کی بائیسویں
لاحکم لشکر کو بہر سفر
مع چن خاصان والا تبار
بڑی آگے کو وہ فرشتہ جناب
خبر سنی یہ رسم آبادین
مشاہیر حاضر برابر ہوئے
وہین پیشتر سی پیادہ سوا
ہوئی رونق افروز جسم حضور
ملی سب خدیو جہاندار سے
سرافراز پا بوس خدمت ہوئے

ہوئی زیب مسجد برای نماز
بہری تہی خلالتی سی مسجد تمام
یہ الفاظ فرمائی اعلان سے
کیسی میں نے بتد سب در گذر
کہ سب بن گئی بندہ بی درم
ہمینون سی تیار تہا پیشتر
ہیا ہر اسباب آرام تہا
مسلمان روزی سی تہی کہیں
ہوار ^{بہی از دل} تم آبادین جلوہ گر
ہوئی خسروانہ چشم سی سوا
سعادت ہوئی پای بوس کاب
خلالتی تہی گل آپ کی یاد میں
درخیمہ پر جمع اگر ہوئی
فراہم تہی حکام فتح تبار
بڑی آگے حضار با صد سرو
سلامی ہوئی سمت سرکار سے
شرفیاب اعزاز و فیت ہوئے

پیر آشوب ماتم میں گلیاں ہوئیں
 نہ ہنگامہ شادمانی رہا
 سبھاوٹ سی لوگوں کی دل پہ
 پس سال وہ نوشتہ دیو قار
 مکانات شامانہ کو چھوڑ کر
 کیا شوقِ فردوس فی بقعہ
 اسی کہتی ہیں ضبط و صبر و رضا
 اس آشوب اندوہ و جانکاہ میں
 کسی وقت کم استقامت نہ کی
 رہی راہ تسلیم نہ نظر
 پس مدت یک ہزار و دو صد
 زیارت کی پیدا ہوئی حوصلی
 سفر کو حضر پر مقدم کیا
 ہوا رہنمون شوق سوی حرم
 ہوئی تنگ دنیا کی جنجال سے
 ذریعہ سے ہر کار پر راز کے
 رعایا سی درخواست کی ضامن

تاسف سی جانین پریشان ہوئیں
 نہ وہ عالمِ کامرانی رہا
 گریبانِ مثلِ کتان پھٹ گئی
 عروسِ اجل سی ہوئی ہمکنار
 بسایا لحد کا پس مرگ کر
 ندیکہی گلِ زندگی کی بہار
 کہ ثواب گردون چشم نے ذرا
 ہجومِ غم و دردِ ناگاہ میں
 کبھی کوئی بیجا شکایت نہ کی
 کسی دم نہ لغزشِ معنی بال پر
 کہ ہشتاد و نہ تھی قریب نو
 زیادہ ہوئی شوق کی ولولے
 پیچ ارادہ مصمم کیا
 تمنا کعبہ میں اوٹھی قدم
 کنارہ کیا ملک سی مال سے
 کبھی کام شاید انداز کی
 حقوق اپنی کر دین مجبیب معاف

کرین جشن اپنی جگہ پر تمام
 غرض قبیل دن تک یہ عالم رہا
 دلون میں تمنائیں تہین جوش پر
 ہر اک جام عشرت سی پہوش تھا
 رہا دست سلطان عالی ہمم
 یہاں تک دیا ہر کسی کو کہ بس
 عمامہ کو خلعت میں گھوڑی دینی
 رئیس اور جو محض حسان تہی
 عنایت کرم سی عطیات سے
 نئی بات یہ بڑھ کی عالم سی کی
 کہ خوش خوش ہوئی جبکہ نصرت بتا
 خدیو چہ اندازنی را وہ ہر
 رہی لوٹنی والی سب سے کہہ رہے
 یہ عالم تہا رستون کا بازار کہ
 مگر حیف پنج ستم گار نے
 یکا یک دکھائی وہ آفت کی دن
 نکا ہون میں تاریک عالم ہوا

اوٹھائیں مزی عیش کی خام عالم
 کہ مست می عیش عالم رہا
 نہ تہا نامراد لیس کوئی خبر
 جو تہا بخود و خود فراموش تہا
 گھر رہی زمانہ را ہر کرم
 پکار اوٹھی گہیرا کی اہل ہوس
 جو کم رتبہ تہی اوٹھوڑی دینی
 خداوند عزت تہی ویشان تہی
 او نہیں ہی کیا شاد ہر بات سی
 نرالی سلاطین عالم کی
 کہ کھاتی چلی شان و شوکت ہر
 لٹائی عوض سیم وزر کی گہر
 گہر ہی روشن سی دامن پھر
 کہ دامن تہی ابر گہر بار کی
 سپر فسوں ساز و کار نی
 کہ پوچی حقائق کو عشرت کی دن
 زمانی کا کچھ اور عالم ہوا

کہ خانہ شماری کی روسی بیان
 کئی توری تقسیم کل شہر میں
 گہرونین مساجد میں شام سحر
 مسافر راہ میں چو اگر رہی
 نہ محروم ادنیٰ نہ اعلى رہا
 کنوین عمدہ تہی شہر میں حسب قدر
 خلایق فی شام و سحر ہر زمان
 چہ راغان سی آفاق روشن ہوا
 در قصر دولت سی تابانی نظیر
 ہوا خاک کا روشن ایسا جگر
 پیری پیکرون کا برابر ہجوم
 خبر سنی شادی کی نزدیک و دور
 فراہم ہوئیں رنڈیان دہر کی
 یہ تہا شہر والوں کو حکم حضور
 شب و روز خوبان نو خاستہ
 ضرورت پی صرف ہو حسب قدر
 شہر و زگر گہر رہی راگ رنگ

کہ وہ میں لاکھ آدمی بیکمان
 ہوا شور و ریادلی دہر میں
 روانہ کئی خوان بالائی
 ملی کہانی اونکو ہی سبب بی کہی
 مہینوں ہی کا حسنار ما
 اونہیں بہر دیا شہر سی بیشتر
 کیی آب کو شہر سی تر کام جان
 ہر اک کوچہ ہمت اب ایمن ہوا
 بنی نور سی ڈری بدر نسیر
 کہ آیا زہ گنج قسار و ن نظر
 گلی کوچہ میں رقص نغمی کی دہو
 چلی سیکڑوں طائفی شرک حور
 پرستان گلیان بنین شہر کی
 کہ ہو ہر محلی میں بزم سرور
 رہیں رونق بزم آراستہ
 وہ لیجائیں سرکار سی فی خطر
 نکالی حلالق ولون کی منگ

اتہی اسیلح شام و سحر
ترقی رہی حبہ و اجلال کی
برنگِ خضر شاد و فیروز مند
یہاں تک ہو عمر گرامی دراز
دل آسودہ و خوش احبابین
ہوئی جبکہ بارہ سو ستاسی سن
عجب دن خوشی کی دکھانی لگا
کہی حال دل کون مہلت نہیں
خدیوِ جهان فی اوسے سال میں
جوفہ زندا رشد تہی والا گھر
زمانی میں کہتی تہی سب خام و عام
خزانی کی اوک شادیمین صرف
کسی شخص فی ایسی شادی کہی
خریدی گئی جمدہ شی بحساب
کہی گیم باورچی خانی ہوئے
ہوا موجبِ بجز احسانِ عام
سخاوت کرم کا کہون کیا حسا

رہیں آپ اغزاز سی بہرہ ور
نہ کم ہو چمک نجم اقبال کی
ہمیشہ رہیں زیرِ چرخ بلند
کہ عیشی کی ہندی پڑیا میں نماز
پریشان و برباد اعدا رہیں
ہنا نوجوان آسمان کہیں
نئی طرح ہر دم ہنسائی لگا
لبون کو تبسم سی فرصت نہیں
زمانِ نکو فرخی فال میں
سرورِ دل و جان و نورِ بصر
جنہیں و الفقار علیہ السلام
بنی بزمِ عشرت طلسمِ شگرف
کہیں آنکھوں دیکھی کاٹون سنی
زمانہ ہوا مستفیع کامیاب
تکلف کی تیار کہانی ہوئی
و یا حکم تقسیمِ خوانِ طعام
یہ ادنی ہی مذکور فیضِ جناب

وہ جب ریل جیلوہ آراہوی
حقیقت میں چار باتیں یہاں
یہ اعزاز لندن کی سرکاری
میں تفصیل کرتا ہوں اون کی رقم
ہوئی ایک یہ بات اعزاز کی
کہ جس دن رئیسان فرخندہ فر
گورنر بہادر نے یکبارگے
فقط آپ کو بہر پاس و قار
دوم یہ کہ جب شاہزادی کی پاس
لیا اکی حکام نے دورسی
ملاقات سی پاکی فرصت حضور
زیادہ یہ والا مقامی ہوئی
سوم شاہزادی جب آئی یہاں
طلب کر کی تصویر نواب کی
ملاقات کا شوق ظاہر کیا
چہارم وہ شاہزادی کا ریل پر
قدم رنجہ فرمانا نواب کا

ریاست کو یہ عزم فرماہوی
ہوئیں خاص بہرخیو جہان
کسی کے لیے تہ نہ دربار میں
سین نکتہ سجان و اہل قلم
نئی ڈھنگ کی طرہ انداز کی
گی لینی شہزادی کی ریل پر
کیا سبکو زینت دہ بارگی
دیاحکم چلے چہرٹ پر سوا
گئے آپ ملنی پس التماس
چلین تو پین شایستہ دستور
پہری اپنی خیمہ کو باصد سرو
کہ بار دیگر پہر سلامی ہوئی
کیا حسن حشلاق سی شادمان
کہی آرزو جان بیتابی
خصوصیت دل سی ماہر کیا
بلانا محبت سی وقت سفر
وہ احلاص اوس شک مہتاب کا

بجالاتی خندام در گاہ کی
سلامی ہوئی پیشوائی ہوئی
بہم بیٹھی تھی دونوں والا گہر
تقاضای شوقِ جگر تاب سی
کہ میں اپنی تصویرِ زیبانگار
جھی آپ بھی اپنی تصویرِ دین
جدائی کی عالم میں شام و سحر
کوئی دم طبیعت پہل جای گی
یہ نواب بنی سنکی اظہارِ شوق
کہا ماجد اجانِ مشتاق کا
سمجھ کر خلافِ مروت عدول
ہوئی جب کہ رخصت وہ عالی گہر
دم صبح کل ہو گا بیشک سوار
گہری پہر کو تکلیف فرمائے
ملاقات نہ گامِ رخصت ہی ہو
مبادا کہ ہوں شاہراوی لول
دم صبح وعدہ کی ایفا کیا

مراتب سب انداز کی جاہ کی
وہی جب خدمتِ نئی ہوئی
نہ بانی تہین آبِ تکلم سی تر
کہا شاہراوی نواب سی
محبت سی دونگا پی یادگار
میں مشتاق ہوں نقشِ تسخیرِ دین
میں دیکھا کروں گا اوسے بیشتر
کسی وقت حسرت نکل جای گی
کی زیب لبِ حرفِ تکرارِ شوق
کیا شکرِ احسنِ اخلاق کا
کیا شاہراوی کا کہنا قبول
کہا میں ہوں آمادہ بہرِ سفر
یہ امید رکھتا ہوں ای جم و قہ
کرم کیجئے ریل پر آئے
تلی ہی ہو رفعِ وحشت ہی ہو
کیا آپ نے یہ بھی خوش خوش قبول
عنایت سی ممنون اپنا کیا

کسیکی نہ ایسی سلامی ہوئی
 اوسی ہفتی میں بے صرف کثیر
 بڑی شان و شوکت سے دعوت ہوئی
 دلون میں نہ باقی رہا نام رنج
 تہی نواب بھی شبکو مدعو وہاں
 اراکین **بلندن** فی اعزاز
 تسکین سی بالائی کرسی زمر
 ملوکانہ فسرما کی لطف و کرم
 عنایت صحبت عطوفت کی ساتھ
 لیا ساتھ **نواب** جم جاہ کو
 لب بام بالائی کرسی سے زمر
 خوش آتا نہ کیون وہ مقام بلند
 پہر آخر کو **نواب** رخصت ہوئی
 مراتب تہی اعزاز کی جس قدر
 پہر اکیسویں کو پہرے باز دید
 اراکین واعیان و درگاہ سی
 دکھاتی ہوئی شوکت کرو فر

نہ حاصل یہ والا مقامی ہوئی
 ہوئی منعقد صحبت دلپذیر
 رئیسوں کی ہر سمت کثرت ہوئی
 ہو اخصاص اسکے لئے تاجکج
 شرف بخش صحبت ہوئی ناگہان
 بٹھایا رئیسانہ انداز سے
 جہان آپ محفل میں تہی جلوہ گر
 وہیں آئی شہزادہ جم چشم
 ملائی اوسے طرح آپس میں ماتہ
 چلی سیر لطف شب ماہ کو
 ہوئی دونوں رشک قمر جلوہ گر
 کہ تہی دل کو سیر پر اغان پسند
 شرف بخش جابی اقامت ہوئی
 بخوبی ہوئی سب ادا وقت پر
 ہوئی آمد **شاہزادہ** کی عید
 ملی آئی **نواب** جم جاہ سے
 ہوئی خیمہ خاص میں جلوہ گر

بجائے لاکھ آداب مثل خدم
برابر سودیت چپ فرش پر
قریب اونکی کچہ اور اہل فرنگ
کہا شاہراوی فی نواب سی
بہت خوب ہی آپ کا انتظام
مہمات ملکی میں راہی رسا
رعایا ہی خوش ملک آباد ہی
نہایت ہی شایستہ عنوان سے
مقررین ذکاوت کی خورد و کلان
یہ نواب فی سنکی وصف و ثنا
وہم گفت گوی سراپا صواب
کبری ہو کی شہراوی فی عطر و پان
اراکین دولت جو ہمراہ تہی
نہایت محبت کی انداز سے
دوبارہ وہی پہر سلامی ہوئی
یہ اعزاز تہا خاص نواب کا
وگر نہ مہینوں بنفیس نفیس

وہیں بیٹھی ایک چٹ و سمن ہم
چمکین صاحب ہوئی جلوہ گر
زمین بوس خدمت ہوئی بید رنگ
کہ سنتا ہوں میں اکثر احباب
ریاست کی میں منضبط جملہ کام
نہیں کرتی ہرگز کسی جا خطا
یہ حسن فراست خدا داد ہی
ریاست کو رونق ہی سامان سے
گو رہ رہا و رہی ہیں ماخوفا
کیا حد فشرکہ خوش خوش ادا
دی نی آپ فی سب مناسب ہوا
عنایت کیا وقت رخصت و مان
معظم مکرم تہی ذی جاہ تہی
دیا اون کو سمن اعزاز سی
نمودار عالی مقامی ہوئی
سکندر چشم رشک و ارب کا
تہی کلکتی میں جمع صدر باریس

یہ نگر خدیو جہان وقار
لیا ساتھ بہائی کو فرزند کو
مع چند اعیان دولت پناہ
جو نزدیک پونہچی تو آیا نظر
فراہم بین اعزاز سی جاہ سی
یہ ستر من جبوقت داخل ہوئے
آو نہونئے سلامی اوتاری شتا
برابر ہوئیں تو بین آتش فشان
بڑھی پیشوائی کوتانیمہ راہ
خصوصاً کمر فلک اقتدا
محبت کی ہنگامہ آرا ہوئی
او تر کر سواری سی جہم حضور
پٹری شاہزادہ کی ان پر نگاہ
لب فرش تک آئی شوکت ساتھ
بچھی تہین مکلف ہزار بر ومان
سوراست نواب کودی جگہ
اراکین نواب کرسی نشین

اوسیدیم ہوئی بی تامل سوار
ولیعہد کو خاص دل بند کو
ہوئی جلوہ فرما سو بار گاہ
تمامی رئیسان والا گہر
سٹک سی الگ دور تر راہ سی
شرف بخش فوج مقابل ہوئی
بجالاتی شانانہ آئین وواب
پکاری فلک پر ملک الامان
اراکین سرکار عالم پناہ
گدھی منش سمن نامدار
چرٹ تک یہ تشریف فرما ہوئی
گئی خیمہ تک خیمہ و پیر سرور
اوٹھی بہر تعظیم با فد و جاہ
ملایا کمال محبت سی ماتہ
سر سندا اک سمت دو کر سیان
ہوئی چپ میں خود زینت جاگہ
ہوئی رونق افروز سوی یلین

۲۲۷

رئیس اور جتنی میں باکڑوف

چنانچہ موافق اسی بات کی

تہی اٹھارہویں ماہ مذکور کی

تمامی ریشیان والا گہر

فقط خاص نواب والاخبار

جنوبی طرف ہی جو حبسہ رحمن

جلوس سواری کہ تہا زرق برق

تمکن سی ٹھہرا رہا بی ہراس

سوارى جو شہزادہ کی آ

زیادہ جوتی عزت و شائستگی

سواری نظر آئی جب غور

پسند آئی تہذیب و ترتیب

پہر اوس شاہزادی تھی تا

خدیوہماں بھی نصیب کہ

پہر او نیسین کوہ پھری

ملین شہزادہ سی عزت

جلوین اراکین نومی حب

یہ سب ہونگی جسراہ رہوار پر
 رہی قاعدی دن ملاقات کی
 ہوئی آما۔ اوس شیکِ فغفور کی
 گئے پیشوائے کو رہوار پر
 چہرٹ پر ہوئی اپنی اوسدن سوا
 رہی مثلِ خورشید پر تو فلک
 سراپا زوسیم وگو ہرینِ عسقر
 سٹک سی ذرا دور ستر کی پا
 بہارِ چین اوس شہر ماگہ
 جلوین تہی فہرمانروایان
 ہوئی اہلِ نشا و ہر طور
 مزہ دی گئی خاص ترکیب
 رئیسوں نے پونچا کی لی اپنی
 ہوئی خیمہ خاص میں جب
 اس وقت نواب عالم
 قدم رنجہ فرامین شوکت کی
 اقارب بھی دو ایک ہمرا

وہ اخبار میں چہ پہ چکی ہیں تمام
مگر بعض باتیں جو ہیں انتخاب
کہ سوال کی جو وہ ہیں کو حضور
مناسب سمجھ کر ملاقات کو
وہ صبح اعیان دولت کی ستا
اوسے سولہویں کو بعد کتر و فر
اود ہر سی یہ عزت فزائی ہوئی
بڑی دہوم رسی تا در خیمہ گاہ
ملی آپ لفٹنٹ سی ایک روز
پس قصہ این و آن دوبار
کہ کلکتی میں جینے آئی رئیس
گئی پیشوائی کو شوکت کی ستا
کیا سب فی یہ پاس احمد از و فر
فقط شاہراوی چرٹ پر سوا
یہاں ہی وہی طور منظور ہے
تامل ہوا اسمین نواب کو
یہی بات خاطر سی پائی قرار

یہاں عرض کرنا ہی طول کلام
وہ لکھتا ہوں میں بہر سب کتاب
خداوند محمد روح نر و یک و دور
دیا سب کو حکم سفر رات کو
روانہ ہوئی شان و شوکت کی ستا
ہوئی اکبر آباد میں جلوہ گر
کہ دو کوس تک پیشوائی ہوئی
گئی ستا حکام عالم سپاہ
رہی دیر تک صحبت و فہر و نہ
یہ اوس وقت باہم ہوئی گفتگو
ریاست سی تشریف لائی رئیس
ملی شاہراوی سی الفت کی ستا
کہ تہی جلوہ گر آپ رہوار پر
رہی رونق افروز جہاں وقار
وہی جملہ آئین و دستوری
کیا ملی پس بحث اسباب کو
کہ ہوں آپ تنہا چرٹ پر سوا

سوار ہو جای جسکا علاج

ای مناسبت پہی ہی صواب

بان اب توقف نفسد مائی

ازل سی جو پائی تہی ہمت بلند

گورنری اور نی سنگد چال

مصر ہو کی سرد گرم نہضت کیا

وہان سی اد پر غم فرما ہوئی

اوس جی جاہ و شانہ انداز سی

سیریل چڑھتی او ترقی ہوئی

شب قدر کی دن بعد ہستلا

ہوئی جب پچسچ فیروزہ گون

پی سیر شہزادہ ملقا

سفر کر کے شام و سحر ناگہان

بڑی پیشوائی کو ارباب ملک

اسی وجہ سی شاہ جم جاہ پی

گئی شان و اعزاز و اجلال سے

مراتب تواضع مدارات کی

اوٹھائی تھی صدی میوم مزاج

کہ ہون آپ عازم وطن کوشتا

ریاست کو شریف لیجائی

نکی آپنی یہ گزارش پسند

کیا ظاہر افسان باطن کمال

بڑی شان و شوکت سی نصرت کیا

ریاست کی جانب روانا ہوئی

اوس جی خاص تعظیم و اعزاز سے

ہر ایک شہر کی سیر کرتی ہوئی

ہوئی رونق افزای دولت سرا

ہزار و دو صد پچاسی فنون

مسی و یوک آف ایڈمبرا

ہوئی رونق افروز ہندوستان

ملی شان و شوکت سی اسی طرح

فلک رتبہ و غیبت ماہ بہ

ملی اوس مہ برج اقبال

عنایت کرم لطف و نرا

ناصر سی جاتا رہا اعتدال
فدی بی عوارض کی جدت ہوئی
ہوا آفت آب و ہوا کا خلاف
مگر آپ اس پر بھی ہو کر سوار
وہاں دو بڑی صاحب قبیل تھی
دم گفت گویا ہوا کچھ خطاب
کہ سن کی ارباب فرنگ ہوش
ہوئی قابل انداز تقدیر کی
سواحد سی جسوقت بگڑ مزاج
گورنر بہاؤ کی اصراری
مداوا ہوا ڈاکٹر کا شروع
ولیکن مزاج تقدس اثر
کیا پیلی صاحب فی یہ التماس
مزاج آپ کا ہی نہایت لطیف
و کہانی گئی بیشک یہ اپنا اثر
عوارض میں ہوگی نہ ہرگز کمی
مجھے ڈر ہی ناگاہ ایسا نہو

ہوا کثرت ضعف سی اور حال
حفیضہ حرارت میں شدت ہوئی
کہ ورت سی دم بہرہ دلا نہ صاف
شرف بخش کو نسل ہوئی چنبا
گورنر تھی لفظ نگال تھی
دیا آپ فی وہ مناسب جواب
یہی شکل تصویر حیاں خموش
بنی بناری فرزانہ تحریر کی
ضروری ہوا چارہ درمان علاج
ہر اک دم کی تاکید و تکراری
کیا پیلی صاحب کی جانب جوع
نہ آیا کسی طرح اصلاح پر
کہ امی جم چشم خسرو حق شناس
یہاں کی ہونا موافق کثیف
شکایت رہی گی یہی بیشتر
رہی گی یہی روز و شب برہمی
کوئی عارضہ اور پیدا نہو

پیشوائی کو حکام سب
 امی کی توپوں نے دی گھدا
 رہائی کو آئین و دستور سے
 جب آیا قدمبوس ہوئی چراگ
 ملی تکی حضرت سی حکام سب
 بنارس میں آکر کیا جب قیام
 زمین بوس حکام آکر ہوئی
 سلامی کی توپوں نے آواز سے
 قدیمی روابط کی جڑ ت ہوئی
 تہی مستعجل اس راہ میں گو حضور
 کی آپنی دو برابر مقام
 وہاں سی ہوئی ریل پر پہر سوا
 شرف بخش کلکتہ جدم ہوئے
 گئی پیشوائی کو سامان سے
 برابر سلامی کی توپیں چلین
 رہی آپ کچھ دن وہاں متصل
 قلق رنج و اندوہ دل پر رہا

بجالاتی تعظیم و اکرام سب
 کیا شکر احسان مقدم ادا
 سنائی نوید سب دوسری
 وہاں روک لی خوش عتکلی گ
 بجالاتی آئین اکرام سب
 ہوئی ہر جگہ سے سوا دھوم دھا
 شرفیاب خدمت سی فسر ہوئے
 کیا سبکو آگاہ اس راہ سے
 کہ راجہ کی جانب سی دعوت ہوئی
 مگر خاطر سب زبان کی ضرور
 رہی صحبت عیش شاد کام
 بڑی آگاہی وہ آسمان اقتدار
 اراکین انگلش فراہم ہوئی
 ملی شوکت و جاہ کی شان سی
 پڑا قلعہ میں زلزلہ ہر کہین
 مگر مست و ناچاقی فشر
 مزاج مبارک مکدر رہا

یہاں تک کہ سنکر فراسٹ کال
جو کو نسل کا ہی محکمہ فی نظیر
پی مہراج کرم گتری
لکھا چھپر کر ذکر احبابین
اون ایام میں گو مزاج حضور
نخافت سی دل سخت ناچاق تھا
مگر چونکہ رکھتی تھی ہمت باند
مسافت کی صدمی سمجھ کر فضول
ہزار و دو صد پر زیادہ قلم
مہینی میں شعبان کی ناگہان
جلو میں لئی فوج عیش و سرور
نمائش میں بھیجے مناسب کمی
سرشام شکل قمر ریل پر
گورنمنٹ اعزاز نوابین
جونامی مقامات تھی جا بجا
کیمی روز اس غم سنی شہتر
شکوہ و تجمل سی حسد م حضور

ہوا اٹکو نو نہایت خیال
ہوا کرتے ہیں جمع جسمین شیر
گورنری تجویز کی ممبری
طلب کی رضا مندی حسابین
رہ تندرستی سی کو سوں تہا دور
سفر خاطر پاک کو شاق تھا
سفر میں نہ آیات مل پسند
کیا آپ نی بی ترد قبول
تراسی برس کر چکا تھا رقم
کہ تاریخ تھی بینلوین بیگان
ہوئی سوئی کلکتہ راہی حضور
لیی ساتھ کل چار سو آدمے
ہوئی درجہ خاص میں جلوہ گر
تواضع مدارات کی باب میں
جہان عمدہ خاکم تھی فرمان روا
خبر دی چکی تھی اونہیں تاریخ پر
ہوئی دفعۃً داخل کانپور

ہر اک طرف قلعہ میں
صد اتوپ کی بک کی گولوں کی دی
کلس قصہ ہی کی ہتھاب سی
چلین زور میں اس قدر چرخیان
غرض خاک سی چرخ تک رات بہر
تماشا یوں کی تنہا می دل
عیان جب ہو احسن لجوی صبح
کیا خواب فی چشم انجم کو بند
ہو ختم میلہ خواص عوام
جو اسباب بکنی سی باقی رہا
ہر اک کو علی قدر اعزاز و جاہ
وہان سی مع سبب ساز و سامان ہر
اوس سید نشی ہر سال میلہ بیان
ہزاروں ہین اس فیض سی کامیاب
کمالات خواب جم جہا کے
زمانی میں ہر سمت مشہور ہین
دکاوت فراست میں اخلاق میں

فرشتوں فی دین انگلیاں کائنات
زمین آسمان کی برابر ہلی
چمکنی لگی تاب مہتاب سے
کہ چکر میں آیا سر آسمان
سوا شعلہ کی کچہ نہ آتا نظر
نکلتی رہی رات بہر متصل
چہ پی شب پس جلوہ روی صبح
کہہ لی سراوٹھا مہر فروز مند
گہرون کو چلے خرم و شاد کام
وہ سب لے لیا دیکھی کامل بہا
عنایت کیا آپ فی زاوہ راہ
ہوئی رونق افروز ایوان شہر
مقرر رہی بہر رفاہ جہان
خلائق کا ہی فائدہ ہی حس
خدیو جہان غیرت ماہ
زیادہ وظیفی سی مذکور
نہیں دوسرا آج آفاق

وہ ہمیشہ تہا ہر طرف انتظام
دکانین شب و روز ہوتین نہ بند
تماشا نئی طرح کا ہر کہین
کہین جلسہ یاران و مساز کا
کسی سمت بازی گرونکا ہجوم
یہ ہمگامہ عشرت متصل
شب ہشتین کو ہوا اور رنگ
پی ویدانجسم سی پرخ برین
چراغان سی پھولی زمین شفق
جو برق ضیا چمکی افلاک پر
لب نہراک عالم نور تھا
یہ دعوی تھا ہر ایک گروا کے
چراغون کی پرتوسی بالامی آب
ادھر تو یہ عالم تھا مد نظر
دیاحکم نور علی نور کا
فتیلون مین دی آگ خدام فی
ہزارون جو یکبار چھوٹی انار

کہ بخوف چورون سنی تہی خاص عالم
پہونچتا کیونہ کوئی گزند
ٹھہرتین نگاہین نہ دم بہر کہین
کہین مشغلہ نغمہ و ساز کا
کہین بانک لکڑی بنیٹی کی دھوم
ریاسات دن تک طرح بخش دل
بند مار شنی کا گلاسون بین ہنگ
سراپا بناویدہ دو رہین
شب ماہ کا ہو گیا رنگ فوق
گری چاندنی کہسا کی غش خاک پر
تہ آب بھی جلوہ طور تھا
کہ نسبت نہیں مجسمی ہت تاب کو
بنی کہکشان موج و انجم حباب
خدیو جہان فی یکایک او دہر
کہ ہو جاتی عالم سوا نور کا
غباری ہو امین چلی سامنے
ہوا صحن گلشن مین رقص شرار

چو شش بین سوی طرف چمن
 دئی آپ باہ چشم سی سوار
 و سی کوٹھی کو دیکھ کر طرف
 مچی و ہوم میلی کی ہر صبح و شام
 گری خمی صد ماوہ میدان میں
 ہزارون رئیسان والا تب ار
 ہر اک شہر کے نامی ارباب فن
 پسب آتی مشتاق ویدار کی
 نظر کر کی اوج مراتب کی شان
 شب و روز و شام و سحر غوری
 تماشا تیون کی یکشہت ہوئی
 پڑا پشت پر با جخلق استعد
 ہوئی گریم با ہم خرید و فروخت
 جو تہی تاجہ ان سفر آزما
 دکانین ہوئیں جنالی اسباب
 کیا طرہ او سپر پر کارنی
 کہ نہت و با حکم صاف

گل و لالہ و نرگس و یاسمن
 چلی سوی باغ ہمیشہ بہار
 کیا فیض مقدم سی بیت الشرف
 ہوا چار سو خلق کا از و حام
 جو افلاک سی کم نہ تہی شان میں
 امیران ذی مرتبہ بشمار
 ہنر پیشہ و تاجہ ان زمین
 ہوئی خاص جہان سرکار کی
 عنایت کی سب کو بھی مکان
 ہوا کی مدارات ہر طور سے
 کہ نظرون کو پہر فی مین وقت ہوئی
 کہ گا و زمین کا ہوا شوق جگر
 مٹی ہر زبان تجارت کی سخت
 ہوئی مستفیع آرزو سی سوا
 بہری کیسی سیم و زرباب سی
 خدیو جہان و جہاندار
 کہی جملہ محمول بننے

مکانات شاہی بنی نور کے
گلستان میں ہی کہکشان کا جوا
حقیقت میں یہ دونوں بمثل باغ
بلایا اراکین نومی جاہ کو
کہ ہر سال عمدہ سراجاں سی
مقرر کر و ایک میل ضرور
رہی ہفتی تک مجمع خاص و عام
نئی طرح آرایش باغ ہو
جو باہر سی احباب آئین یہاں
اونہیں جسد اسباب ہر کام کے
عنایت کی جیسا آئین سرکار سے
یہ سنتی ہی ارکان دولت تمام
سجا پیشتر باغ دل خواستہ
یکی دن میں آراستہ کر دیا
ذریعی سے اخبار کی اشتہار
خبر سنکی یہ تاجران جہان
ہوا جبکہ غنچہ نسی پیدا او بہار

اورین دیکھ کر ہوش مغفور کے
کبھی دور تک جد و دل نہر آب
زمین فلک کے بین چشم و چراغ
و یا حکم اعیان درگاہ کو
یہاں جشن اجلاس کی نام سی
کسی بات میں ہو نہ اصل مقصود
خلائق کا ہو ہر طرف از و حام
جسی دیکھ کر خلد ہی داغ ہو
پی سیر شریف لائین یہاں
نشاط و طرب عیش و آرام کی
زبان آشنا ہو نہ تکرار سے
ہوئی روز و شب مائل انتظام
کیا لاکھ صورت سی پیراستہ
زمانی کی اسباب سی بہر دیا
روانہ کی ہر طرف بیشمار
گہرون سی چلی کاروان کاروان
نکھنی لگی نوع و س بہار

۲۱۷
چمن چنان گلستانِ حبیب آباد قبا لکھنؤ

تجویزِ فرمائی زیب بیان
رعایا ہوا سسی ہی کچھ کامیاب
اوکانین چین جس نایاب کی
مزون ہو دل آسودگی کی آنگ
بومشہور دو باغ ہین قرب شہر
بنہین بی نظیر اور بدرِ شیر
وارغوان سسی ہی جسکی زمین
نظر گاہ تک سب سے گران
محبت کی عالم میں شبنم مدام
گلون سسی برنگ بت نوجوان
اق تبسم لب گل میں ہے
من میں ہین گلہا می سوسن کیلے
اکرتی ہین شمشاد و طرف چین
ش کی شاید سواری تین
ا کی اگر دیکھی رضوان بہا
ارون طسج کی شجر سر بلند
روز مانند نخل چمنان

کہ ہر سال ہو ایک میلایان
اوٹھائی مزی عیش کی جیہاب
بہم ہو خریداری اسباب کی
تجارت دکھائی ترقی کی رنگ
تروتازہ و سبز و فردوس بہر
زمانی میں کہتی ہین برنا و پیر
زیارت گم باغ حلد برین
پرامست لیتا ہی انگڑائی
وہلاتی ہی غنچوں کے منہ صبح
صبا کرتی پرتی ہی اٹھکھیلیا
مزدور کا آہ بلبل میں ہی
شب و روز ملتی ہین باہم گلی
غضب کا ہی جو بن عجب بانگ
کہ سوچ مکھی چتر داری
کری رشت جنت کو صدق
ہمیشہ برو برگ سسی بہرہ
تبرکانہ کھٹکانہ نیم خیم

ہوا کہ خدام با صد شرف
 بنی ایک کو بھی نہایت وسیع
 اوسے و مہسی مزدور آنے لگے
 وہیں وہیں آئے وہ قصر بلند
 پس زیر آرائش و صرف گنج
 کہیں اہل دیوانی آکر تمام
 مقرر کہیں فوج داری ہوئی
 کہیں جمع اہل جہت ہوئی
 بڑی درجہ میں مثل شمس قمر
 کہا کرتی ہیں جسکو اکثر عوام
 یہ شوق عمارت جو حضرت کو ہی
 مثل سچ مشہور و نرات ہی
 ہزاروں ہر اک قسم کے پیشہ ور
 بڑی حوصلے کا مرانی کی ہیں
 کہیں شاہی سی آشنا نہیں
 شروع مہ و سال اجلاس ہیں
 خلائق کی بہبود کے واسطے

و دولت مغربی کی طرف
 بشکل سپر مقرر نس وسیع
 عمارت کی سامان لانی لگے
 ہوا بنکی تیار و قیصر پسند
 مقرر ہوئی محکم اوس میں پنج
 ہوئی کار پروانہ ہر خاص و عام
 کہیں صمد کی رو بکاری ہوئی
 مکمل کہ اغذہ برابر ہوئے
 وہ عالی عدالت ہوئی جاوہ گر
 کچہری صرافح کی کی وقت کلام
 تمام اس سے ان فہم خلقت کو ہی
 کہ تعمیر ہی نصف خیرات ہی
 بڑی چین سی کرتے ہیں دن بسیر
 مزی روز و شب نہ نہ کافی کی ہیں
 غم و رنج دنیا سی مطلب ہیں
 دم اوج اقبال اجلاس ہیں
 اسی خاص مقصد کے واسطے

جو مزدور تہی مدتوں کے فقیر
 بنا فیل خانہ نئی شان سے
 ہوئیں گا خوشانہ کی تیاریاں
 اسی طرح فداش خانہ بنا
 دروہ است خاص کی ہی وہ شان
 جلو خانی ایسی بنی خوش فضا
 وہ جلوہ ہی چاندی کی دروازہ
 غرض جتنی ہیں کار خانی یہاں
 زمانہ چند یو جہاندار میں
 گلی کوچوں میں صورت کہکشان
 گہنی گنج آباد ایسے کے
 جیاشیا کہ نایاب ہیں دہر میں
 یہاں کی اگر جنس دیکھی بشر
 یہاں باغ حشر و خوشہو
 نئی ایک بنوائی کوٹھی ومان
 دلاویز و دلکش چین کی طرح
 اسی طرح اک دن جو آ یا خیال

بنی اسکے جتنی سی خاص امیر
 مقابل ہر ایوان ایوان سی
 دکھائیں تکلف کی گلکاریاں
 کہ جسکی بدولت زمانہ بنا
 کہ ہی کہکشان سی بلب آستان
 کہ وسعت میں صحن فلک سی سوا
 خجل جسکی پر تو سی سیم سحر
 بنی اون میں ہمیشہ ضد امکان
 دکھائیں بنیں نختہ بازار میں
 نکالی گئیں عمدہ سکرین یہاں
 کہ انسان دیکھی سی جنگی جینے
 وہ کثرت سی موجود اس شہر میں
 خریدار ہو آپ کو بچہ کمر
 بہار عجب آب سی معمور ہی
 جسی دیکھ کر ہو خجل آسمان
 سچی ہی سراپا دہن کی طرح
 بی نفع مخلوق آشفہ حال

نکل کر زکات اہل اسلام
چنانچہ یہ حکم شہِ حق شناس
اسی طرح بہرِ فناءِ انام
بنینِ جابجا کو ٹھیان نور کی
سراپا دولہن کی طسج و نفیر
وہ تعمیر کی مسجد لا جواب
یہ رفعت نہیکہی سنی خواب میں
فضا صحنِ مسجد کی ایسی کم دل
اگر آنکھ پہنچے بای دیوار پر
وہ پانی ہی عظمت کہ میں کیا کہوں
ہزاروں مسلمان اہل نیاز
مقرر ہیں روز و شب صبح و شام
وہ بنوائی مہمان راہِ میثال
و کہا ئین قیامت کی تیاریاں
مسافر کو بی پرسش خوب رشت
محافظ مقرر ہیں شام و سحر
پہر اِصطبل تیار ایسا ہوا

ہمیشہ رہی وقف شام و سحر
شب و روز اتنا ہی محکم ہاں
دیہ حکم تعمیرِ سنگِ رخام
چمک جن میں ہی عارضِ حور کی
ملک دیکھ کر دل میں ہوں شکیب
کہ عالم میں نکلی نہ جسکا جواب
کہ نہ چرخِ ساجد ہیں محراب میں
تمنا یِ جنت سی ہو منفعل
صفاسی نظر آئی عکسِ نظر
بجای اگر گہرِ خرا کا کہوں
جماعت سی پڑھتی ہیں باہم نماز
خطیب و موزن مکبرِ امام
کہ ہی تنگ وسعت سنی کی خیال
مقرر کین شاید بٹھیا ریاں
میسر ہی دنیا میں لطفِ بہشت
نہ رہن کا کہنگا نہ چور کا ڈر
کہ جسکا زبانی میں شہرِ انہوا

سوان مصارف کی جیکا شمار
 بہت کچھ کیا آپ فی صرف زر
 ہسی بزمِ جشنِ طرب خیزمین
 زمانہ فی دیکھ سنا بار بار
 ہوئی آکی جو رونقِ انجمن
 رہی خاص مہمان سدا کے
 یہاں ختم محفل تک آغاز سی
 ہر اک کو عطا سرفرازی ہوئی
 زرق و رنگامِ رخصت دیا
 غرض یادگار یہاں تہا جشن
 کسی فی کہین جشن ایسا کبھی
 ہوئی آپ جس دن سی مستین
 رہی صرف ہمت اسی بات پر
 رفاہِ لائق مقدم رہی
 یہاں تک کہ فرما دیا آپ فی
 کہ جو کچھ خزانہ میں ہی سیم و زر
 کیا جاہر سال سب کا حساب

ابھی ہیں لکھاپی یادگار
 نہ ہمت فی بس کی کبھی عمر پر
 اسی مجمعِ عشرت انگیزمین
 کہ اک شررتیانِ قرب و جوار
 بلاشبہ سب ہو گئی چالیش تن
 اوٹھائی مزی لطف و بار کی
 رہی روز و شب جاہ و اعزاز
 تکلف سی مہمان نوازی ہوئی
 ہر اک کو گراںمایہ خلعت دیا
 طرب بخش پیر و جوا تہا جشن
 نہ اب تک سنا ہی نہ دیکھا کبھی
 ہمیشہ تیرا سمان برین
 کہ جو کار دنیا ہو تا نظر
 رعایا خوش اوقات ہر دم
 یہ فرمان نافذ کیا آپ
 متاع گراںمایہ ہی حسن
 بلا حیف و غم حسب حکم کتاب

از انجسدہ تہی مار کم نیک نام
دوم صاحب عزت و اعتبار
کلکڑ تہی جو شہ جہان پور کے
انہیں آپ فی یون کیا شاو کام
عطی کی دم خوش دریا ولی
یہ جلسہ ہوا ختم نزدیک شام
مکشربہا ورنی وقت سحر
گیارہ بجی دن کو با صد سرور
جو مشہور کوٹھی ہی چچی بہون
اوسے میں کیا چند ساعت قیام
تپاک دلی سی ملاقات کی
بہت خوش جو ارباب صحبت ہو
بجا ایک جب ڈہل گئی دو پہر
دم آمد و رفت و کوچ و مقام
عجب روز جشن طرب خیز تھا
مفصل اگر حال تحریر ہو
بلاشبہ اس جشن میں روز شوب

بریلی کے اسٹنٹ والا مقام
پرومن امیر فلک اقدار
بڑی ماہر آئین و دستور کے
دنی تقری دو ولایت کی حجام
حسینی صفا مانی ایک تیغ بھی
پہری گہر کو نواب والا مقام
دیا حکم شکر کو بہر سفر
ہوئی رونق افسر و پیش حضور
سرا پا فرج بخش و رشک چمن
وہیں آئی نواب جسم احتشام
عطوفت مدارات کی بات کی
تو صاحب اجنٹ اوٹھکی خصمت ہو
بریلی کو راہی ہوئی ڈاک پر
سلامی کی تو بین چلین لا کلام
کہ ہر دم دم عشرت انگیز تھا
تو بی انتہا طول تقریر ہو
روپی ہو گئی صرف دو لاکھ سب

یہی صحبت عیش و فرحت اثر
ہو اسیگون جب پنج ماہ تاب
طلب کی گئیں کشتیان سامنی
موافق مراتب کی با صد وقار
وہ جیتنے تھی حکام والا نزا
عنایت کرم کی شاخوان ہوئی
اوسی طرح حکام فرسخ تبار
خداوند نعمت سی رخصت ہوئی
ہو ادن تو حکام عالم پناہ
فی امتحان چن مردان کا
سمجھکر اسی صحبت دلپذیر
ہوئی شان جہاد و چشم سی سوار
پہونچ کر وہاں خرم و شادمان
او دہر بولی آپس میں کچھ بولیاں
یہ ہنس گامہ کچھ دیر برپا رہا
ہدف سی ہوا کین نظر بازیا
مگر جیتی میدان دو نام جو

رہی پچھلی تک جلوہ بخش نظر
بنا زرفشان مطلع آفتاب
اوسی وقت حاضر کی خدام فی
ہوئی میہانوں کو تقسیم مار
نہایت ہوئی خلق حضرت شاہ
دل و جان سی ہمنون خسان ہوئی
ہوئی ہو دج زرفشان بین سوار
شرف بخش جای اقامت ہوئے
ہوئی مائل کار ہای سپاہ
یکمی جمع دی چاند ماری قرار
چلی گھر سے نواب گردون سریر
بڑھی عالم شوق میں بقرار
شرف بخش صحبت ہوئی بیگان
چلین سچلون کی ادھر گولیاں
نشانہ اوڑانی کا چرچا رہا
دکہاتی رہی حکم اندازیاں
رہی محنت کی بین یہی سرخرو

<p> خرامان خرامان سواری چلی و فور تکلف سی سارامکان جو یہ مجمع خسروانہ ہوا مہیا تھا سامان دعوت بیان بجی ہونگی سات اوسگہری رات کے ہنسی دل لگی مین غذا کھا چکے پہر آئی جو سیر چراغان پسند برابر برابر بچپن کر بیان جلو خانی کے آگے میدان میں چراغان کی کثرت سی فرش میں دم صبح تک انجم افلاک پر جد ہر دیکھی عالم نور تھا ہوئی سیر میں سیر نو آشکار ہر اک پہول قدرت کی ہوتا دلیل مقابل تھی مہتاب مہتاب سی نظر آتی تھی گردشِ خیمہ غباروں کی لی چرخ ہفتم کی راہ </p>	<p> برنگ نسیم بہاری چلی حقیقت میں تھا نور چشم جنان پرخانہ دیوانخانہ ہوا زمانی کی حاضر تھی نعمت بیان کہ مہمان پابند اوقات کی محشم رہا نوش فرما چکی ہوئی جلوہ افروز سقف بلند ہوئی رونق افروز کل مہمان ہوئی روشنی حملہ ایوان میں بناد ورتاک رشکِ چرخ برین تصرف رہی عالم خاک پر جو ذرہ تھا وہ ذرہ طور تھا دکھانی لگی گلشنِ فی بہار دکھاتا تماشا باغِ خلیل ستاری تھی بی نور سیما سی دکھاتی تھی چرخِ مقدر کی پیچ منور ہوئی اون کفِ میل ماہ </p>
---	---

ہوا ہر طرف مہ رخون کا ہجوم

دلون کو کف پائی ملنی لگین

جد ہر دیکھی گرم بازارِ رقص

ز بس رات وہ شادمانی کی تھی

نظم کرتی کرتی سحر ہو گئی

حکایت لکھون سو لہون کی عجیب

محل سے برآمد ہوئی زرق برق

اوسی شان سی خرم و پریا

پرنی ٹونکی پر خوب یکبارگی

وہی سامنی ساتھ سارا جلوں

سوار و پیادہ کی کشت وہی

ہجومِ خلائق سی کوسوں کہین

اسی شان سی پونچھی تاجیم گاہ

سماندار کہین دولت تمام

بہا شک تہی حکام و آلاتار

اشاریسی نواب کی جد گھر

دشمن سی پر آہستہ آہستہ گل

مچی پرسی گانی بجانی کی دھوم

اشاروں سی تلوارین چلنی لگین

دل آشوب آشوب رفتارِ رقص

سرو و نشاط جوانی کی تھی

نگاہوں میں جلدی بستر ہو گئی

کہ نواب پر دو بجی کی قریب

سیرا پار روعلل گوہرین غرق

ہوئی فیل گردون نشان پر

جلے شوق میں لاکھوں نظارگی

وہی خوشنما پیار پیار جلوں

نگاہوں میں انبوه خلقت وہی

دکھائی دیتی تھی تل بہر زین

اوتر کر ہوئی رونق افسر و

سواری کا کرنے لگی اند

خوشی سی ہوئی ہاتھیوں

خیرٹ پر ہوئیں مہمین

روانہ ہوئی صورت بون

وہ خلعت جو آیا تھا سرکاری
 جو دیکھا مع فیملی رہوار کے
 کشن نے اوس کو منگایا وہاں
 نہ دیکھا تھا آنکھوں نے جو عمر بہر
 دلون میں ہوئی دلوں کی
 وہ ملکہ کی جانب سے وقت
 سفیر ریاست تھا جو نامدار
 ہوئی رخصت آخر کشن سے آپ
 سلامی کی پہر تو پین چلنے لگیں
 در قصر دولت سے تاخیمہ گاہ
 ہزاروں سواری کی مشتاق
 ہجوم خلایق سے پیک خیاں
 اوس انہو میں زلٹا تھی
 سرشام مانند بدرا دل جی
 یہاں بھی سلامی کی تو پین چلین
 اراکین و خویشان والا نسب
 مراتب سے نذرین دکھانی لگی

فلک رتبہ ملکہ کے دربار سی
 تو بانیں سے کم نہ تھی پارچے
 تکلف سے عزت سی آیا وہاں
 وہ کثرت سے تھا سامنی جلوہ گر
 نگاہوں نے لوٹے مزی دید کے
 ہوا زریب اندام و دوش حضور
 ملا اوس کو بھی خلعت زریں نگار
 روانہ ہوئی شوکت و فر سے آپ
 دعائیں دلون سے نکلتی لگیں
 نگاہیں خلائق کی تہیں فرش راہ
 دور رویہ کھڑی مثل عشاق تھی
 سمجھتا تھا اپنا گزرنامی
 سوار یکا جو بن دکھاتی ہوئی
 ہوئی جلوہ افروز دولت سرا
 اوسی طرح کو سون زمینیں ملین
 فراہم تھی دیوانہ خانی میں
 مزی کام دل کے اوٹھانی لگی

کہ ہوں بہرہ ور بخت بیدار سے
شہانہ ترک خسر و شایان سے
جو خلقت تہی مشتاق ویدار کی
صداسنکے ونگی کی پیرو جوان
تمنائیں بہر تماشائیں
اور زانی صبا فی خبر و مہم
سواری اسی طرح پونہچی و مان
یہ دیکھا کہ دو صاحب اعزاز ہی
سر راہ چپ ایک پر تاب پر
سواری کی مشتاق ہیں ہر گہری
کمشنر ہی اک گنہی سی پیشتر
مح چت حکام عالی مقام
اوسی جمع خاص احباب میں
بجی تھے اوہرتین دو پتھر پر
اوسی وقت نواب سندھین
سلامی برابر او تر نے لگے
کیا فیضی میں آکی اجلاس جب

نرہ جائیں محروم ویدار سی
سواری چلی خاص ایوان سے
سلامی کی توپوں نے آواز دی
ہوئی شوق عین ہر طرف سی دوان
نگاہیں سو شاہ والا بڑہیں
بہا چین دوڑی لینے قہم
فروکش تھی اکینٹ صبا جہان
الگ لشکر جنگ پرواز سے
کٹری پیشوائی کوہین ہمدگر
اوسی سمت ہی چشم حسرت لڑی
در خمیہ تہمان اوج پر
کہ ہیں تیس تعداد میں لاکلا
کٹری میں تمنای نواب یوں
کہ نزدیک پونہچی سواری اود
ہوئی فیکل جلود بخش زہم
دم تہنیت توپ بہر نے
ہوئی جمع حکام و عباہ سے

کیا شہر کو پہر سی آر استہ
 کہ ورت تو کیسی کہین نقش پا
 فراہم پہر اسباب دعوت ہوا
 غرض تہی مہ حال کی چودہویں
 کمشنر مع چند حکام کے
 طربناک و دلشاد و فیروز بہر
 سلامی کی توپین چلین شان
 تلنگون کی دو کمپنی زرق و برق
 یہی فوج اوس وقت ہمراہ تہی
 ہوئی دس بجی دوسری دن
 جریدہ ملاقات کر کے شتاب
 اوسی روز پہر دو بجی فیل پہر
 گرامی نژادان والا تبار
 تکلف سی شانہ آگی جلوس
 جلوین غماندین و لیساہ
 دور و یہ سواران چابک رکاب
 صدا کو س شاہی کی دیتی خبر

بناروی خوبان نوخاستہ
 نہ پاتا تہا تنکا برای عصا
 پہر آغا زہر م مسرت ہوا
 دل افروز تہی چاندنی کہین
 بڑی دہوم سے چہر بجی شام
 ہوئی رونق افسر و بیرون
 زمانہ ہوا خوش اس اعلان
 ترب دو سوار و کج آہن میں غرق
 یہی باعث شوکت وجاہ تہی
 فلک رتبہ نواب عالی وقار
 پہر آئی سو قصر دولت تاب
 ہوئی حبابہ و اقبال سی جلوہ گہر
 ہوئی ہوج زہر نشان پر سوار
 زمین پر گمان جبین عروس
 صبا سیر ہوا پر سب سوار
 تلنگے پیادی روان جیسا
 فرشتون کو ہر بار افلاک پر

ہر کی ایجنٹ فرخندہ روز

اوسے روز نواب عالی وقار

دیوانخانہ ہی مشہور عالم

رہنٹ کی سمت سی پہر دیوان

یت عجب سر بلند ہوئی

اوسے رات کہا پی کی دعوت شتاب

دم صبح نواب گردون چشم

اراکین دولت جو مت از تہی

دی او کو خلعت بصد احترام

مشہور و نامی تہی اہل قلم

اونہیں اونکی اسپ سی

رجب میں حضور ہند شاہ سی

یت ہوا خلعت زرفشان

دھم سی ہوا آدما

مقرر ہوا پرنس اور جرنیل

اوسیدن اعیان عالی مقام

نشی کی وہی دور ہوئی لگی

ہوئی شان و شوکت سی رونق

عصب کی قوت ہو کر سوا

ہوئی شان سی جلوہ بخش قیام

ہوئی تازہ تخصیص عزت عیا

ادار سیم دستار بندی ہو

ہوئی رخصت ایجنٹ عالیجناب

ہوئی درفشان مثل ابکیرم

سزاوار توقیر و اعزاز تہی

بڑی مراتب مناصب تمام

جہان تک تہی ارباب تیغ و

عنایت کی سیم و لعل و

فلک رتبہ ملک کی درگاہ

بڑی شان و شوکت سی آیا

چلے چوڑ کر کام حکام کو

اوری پہر نوید دل افسر و

شب و روز کرنی لگی تیل

وہی دلربا طور ہونے

کیا شہر کو پہر سی آراستہ
 کہ ورت تو کیسی کہیں نقش پا
 فراہم پہر اسباب دعوت ہوا
 غرض تہی مہ حال کی چودھوی^{۱۷}
 کمشنر مع چند حکام کے
 طربناک و دلشاد و فیروز بہر
 سلامی کی توہین چلین شان
 تلنگون کی دو کمپنی زرق و برق
 یہی فوج اوس وقت ہمراہ تہی
 ہوئی دس بجی دوسری دن
 جریدہ ملاقات کر کے شتاب
 اوسے روز پہر دو بجی فیل پر
 گرامی نژادان والا تبار
 تکلف سی شانہ آگی جلوس
 جلوین غمائیہ بین و لیساہ
 دو روہ سواران چابک رکاب
 صدا کو سن شاہی کی دیتی خبر

بنارہ وی خوبان نوخاستہ
 نہ پاتا ہاتھ کا برای عصا
 پہر آغا زہرم مسرت ہوا
 دل افروز تہی چاندنی بہرین
 بڑی دہوم سے چہ بجی شام کے
 ہوئی رونق افسر و بیرون
 زمانہ ہوا خوش اسر علان
 ترب دو سواروں کے آہن میں غرق
 یہی باعث شوکت و جاہ تہی
 فلک رتبہ نواب عالی وقار
 پہر آئی سو قصر دولت تاب
 ہوئی جاہ و اقبال سی جلوہ گر
 ہوئی ہو وچ زرفشان پر سوار
 زمین پر گمان جبین عروس
 صبا سیر ہوا پر سب سوار
 تلنگے پیادی روان جیسا
 فرشتوں کو ہر بار افلاک پر

ہر پل کی ایک منٹ فرخندہ روز
اوسے روز نواب عالی وقار
جو دیوانخانہ ہی مشہور عالم
گو رہنمائی کی سمت سی پیر و بان
عنایت عجب سر بلندی ہوئی
اوسے رات کہا پی کی دعوت شتاب
دم صبح نواب گردون چشم
اراکین دولت جو متاز تہی
دینی اونکو خلعت بعد احترام
جو مشہور و نامی تہی اہل قلم
اونہیں اونکی اسید سی بیشتر
رجب میں حضور شہنشاہ سی
عنایت ہوا خلعت زرفشان
دھم سی ہوا آمد آمد کا غل
مقرر ہوا پہنیا روچرشن
اوسیدن اعیان عالم قما
خوشی کی وہی دور ہوئی لگی

ہوئی شان و شوکت سی رونق فرور
گئی عصہ کی وقت ہو کر سوار
ہوئی شان سی جلوہ بخش قیام
ہوئی تازہ تخصیص عزت عیان
ادار سیم دستار بندی ہوئی
ہوئی رخصت ایجنٹ عالیجناب
ہوئی درفشان مشل ابرکرم
سزاوار تو قیر و اعزاز تہی
بڑائی مراتب مناصب تمام
جہان تک تہی ارباب تیغ و علم
عنایت کی سیم و لعل و گہر
فلک رتبہ ملک کی درگاہ سے
بڑی شان و شوکت سی آیا بان
چلے چوڑ کر کام حکام کل
اوڑی پہر نوید دل افرورچشن
شب و روز کرنی لگی تظلم
وہی دلر با طور ہونے لگے

یہ سلطان عالم سلامت رہی
 ہمیشہ فزون بخت و اقبال ہو
 ز بس پیر گردون گران گوشائی
 سلامی کی تو پون فی سونار سنی
 ادھر تہا یہ سنا مان عیش و سرور
 یہی ہر گہری دل میں پیہم خیال
 رفہ خلاق تہی بس میں مدام
 مدام اس ریاست میں جمول تہا
 وصول اوسے ہوتا تہا ہر حال میں
 ہوا روزِ اہلاس ارشاد صاف
 یہ سنکر رعایا ہوئی شاد کام
 کہ یارب یہ شاہ رعیت نواز
 یہی حشر تک پادشاہی کری
 یہی مثل خضر و سید مدام
 غرض جب ہزارہ دو صد کی سوا
 پس عشرہ تہا روزِ پنجم ضرور
 چچی چار سو جان بگل سکن دہوم

یہ جہاہ و چشم تاقیامت رہی
 جو ہو دشمن جہاہ پامال ہو
 زمان کہولت سی پہوش ہی
 یہ مژدہ دیا او پچی آواز سے
 او دہر فکر خلق خدا میں حضور
 کہ پون پچی کیونہ ایذا ملال
 اوسے کا کیا پیشتر انتظام
 کہ ہر غلہ پر خاص محصول تہا
 بلا جبر تک روپیہ سال میں
 کیا ہمہنی محصول غلہ معاف
 دعائیں یہ دینی لگی صبح و شام
 رہی ہفت اقلیم میں سرفراز
 یہی یونہیں عالم پناہی کری
 رہی دونوں عالم میں عاقبت مقام
 بیاضی کا آغا ز ہونے لگا
 کہ لاتی نیارنگ بزم سرور
 ہوتی پہروہی اہل مجلس کی دہوم

طرب خیز سامان ہوئی لگا
 ہوا چہار سو شہر آراستہ
 مکانات جو بن دکھائی لگی
 صفای عمارت سی پای نظر
 دکائیں تکلف سی بازار کے
 وہ روز معین جب آیا قریب
 مکانات سب رشک گلشن ہوئی
 پر خسان کی پرتو سی چمکا جہان
 ملی لطف و احسان سی شام و سحر
 جو تھی اہل خدمت صداقت آس
 کرم کا یہاں تک تہا پیدا اثر
 پوشی سی ہوئی وسعت سینہ تنگ
 لیا جابجا طائفوں سے ہجوم
 اداؤں کا اظہار ہوئی لگا
 ملا کر ہم ساز سی سازِ رقص
 ہوا ہر طرف شور و غم بلند
 یہ جشن طرب دیکھ کر بار بار

دلاویر سامان ہوئے لگا
 بنا کوئی فردوس ہر برا
 لگا ہوں میں ہر دم سمانی لگی
 پہلنے لگا نقش دیوار پر
 نمونہ بنیں صحن گلزار کے
 ہزاروں کی یکساں رجاگی نصیب
 کنول چہاڑ فانوس روشن ہوئے
 ہوا خاک پر آستان کا گمان
 امیرون کو خلعت غریبوں کو زور
 دی ادا کو انعام و رنگین لباس
 کہ غنچی بھی رکھتی تھی مٹی میں زور
 نکلنی لگی دل سی دل کی امانگ
 چائی مبارک سلامت کی دھوم
 قیامت کا دربار ہوئے لگا
 ہوئی شعلہ رو گرم پروازِ رقص
 بنی تان چرخ برین کی کھنڈ
 یہی کہتی خلقت کہ پروہر دگار

کروں حال کلب علی خان بیان
 کہ یوسف علی خان گردون چشم
 اوسے روز مانند نقش نگین
 پڑیں تو پون پر ہر طرف بتیان
 مراتب سی ندین گزرنی لگین
 گئی پہلے پیش خد او نہ فر
 پہر ارکان دولت سداں سپا
 بجین نو بتین چار سو شہرین
 نظر کر کے اس لطف دربار کو
 قد مبوس قبال شاہی ہوا
 او ہر نغمہ تہنیت تھا بلند
 اوسے شوکت وجاہ و قبال
 ہوئی مسی قلعہ میں جلوہ گر
 نوافل سن کر چکی جب ادا
 کیا مفتخر مندرجہ کو
 پی حش سامان یکجا کرین
 ہوئی حش کی شہرین ہوم نام

سناؤں نوید مسرت نشان
 روان جب ہوئی سوی باغ ارم
 ہوئی یہ سلیمان مسند نشین
 لرزنی لگا قلعہ آسمان
 مرادین فلک سی او ترنی لگین
 گرامی نزا دان والا گھر
 ہوئی بہرہ اندوز اعزاز وجاہ
 خوشی کا ہوا غلغلہ دہرین
 گیا بہول خورشید رفتار کو
 فداجت عالم پناہی ہوا
 کہ ناگاہ وہ خسرو نخت مند
 اوٹھی مسند فخری فال سی
 پڑیا فرض آدینہ صف باندہ کر
 پہری سوی ایوان عشرت فزا
 دیا حکم اعیان درگاہ کو
 مناسب ہو جو کچھ مہیا کرین
 اراکین کرنے لگے انتظام

اوسے روز پائین کتبہ پر ہوی دفن وہ خسرو نامور

م آپ کا چہپ گیا ہی تمام پسند ہنر مند ہی صبح و شام

منظر کر کے طرز بیان سخن اوٹھاتی ہیں فن کے مزنی ار

و سراپا سرور ہند کان استان حضور

ہر تاج ابھرت و شہر یاری یا قوت اکل ملکت

و تاجدار سی سرامد سیران دولت پناہی خیریل

صدر نشینان مجالس والاحباب ہی فرار زندہ

و ہم ریاست فرو زندہ شمع سیاست حاجی حسین

شیر نقین زائر روضہ شہنشاہ حنا فقین جنت آب

معالی القاب جامی دین محمد نواب کلب علیخان صاحب بہادر

نواب تخلص ادا الشواقبا وضاعفا جلا

بہت سوچا باقی عجیبہ اوٹھا بالیش خواب غفلت سی سر

شب نامرادی اوڑی بنکے دو ہوی صبح روز تمنا نمود

جہ ہر دیکھی عالم نور ہی نگاہوں میں ہر سنگ رہ طور

طرب خیز سامان ہی ہر طرف نکلتی پر ارمان ہی ہر طرف

لگاوٹ ہی رند محی آشام سی تبسم ہی پیدالب جام سی

اچھوتی پلا آج ایسی شراب پیری میں پیدا ہو کیف شراب

حقیقت میں وہ رنگ پیدا کیا
 پہاں تک کہ وہ شکِ نظمِ گہر
 کہ پہلی ہوا منطبع وہ کلام
 ملا کہ ہم پہ پہاں بی نظیر
 مسدس رباعی خمسِ نزل
 اگر لکھوں میں عہدِ دولتِ پناہ
 نہ کافی ہو ماہِ دلِ افسرِ زہی
 رہی اتنی مدت وہ فرخندہ فال
 اوٹھائی جو پہ صدمی سلطان کے
 بہت کچھ ہوئی چارہ جوئی مگر
 عیان ماہِ ذیقعد تہا دہرین
 سینِ عدو نامی غفارِ مین
 ریاست سی ہنگام نصفِ انہا
 اگر عمرِ نواب والا شمع
 تو افزون نہوں سالِ پنجاہ
 بڑی دہوم سی موتی مسجد کی پاس
 عزاخانہ پاک سبطین میں

کہ خاتم کو مفتون و شیدا کیا
 کمر ہوا طبع اس طور پر
 کہ دیکھا تھا غالب فی حبکو تمام
 بناتی تھی حبکو جنابِ امیر
 ہر اک رنگ میں آپ تھی بی بدل
 تودہ سال پر ہوں فزون چار ماہ
 زیادہ کروں یا زدہ روز بھی
 شرف بخش اقبالِ جاہ و جلال
 شبِ روز لالی پٹری جان کی
 مداوانہ کوئی ہوا کارگر
 تھی مشہور جو بیسویں شہر میں
 اوسی جمعہ برکتِ آثار میں
 ہوئی رونقِ افسرِ روزدارِ القرا
 لکھی اس جگہ کلکِ مشکینِ رقم
 گھٹین پانچ دن اور نہ ماہ سی
 موافق وصیت کی ہنگامِ یاس
 مقامِ غم شاہ کوئین میں

شرف بخش کلمتہ جا کر ہوئی
وہی کن موافق نہ آئے ذرا
یہاں تک ہوئی قلت آرام کی
عدالت سی مانند نوشیروان
سوعلم رکھتی توجہ مدام
یہی لطف صحبت شب و روز تھا
وہ منطق میں حکمت میں تھی دستگاہ
شب و روز متقیق و تدقیق تھی
غرض علم عقل کی علامت تھی
طبیعت یہی موزون لڑکپن سی
کہا کرتی تھی شعر اردو مدام
رہی رازِ آموزِ شعر و سخن
پہر انداز نو کی جو طالب ہوئی
پسند پہر لکھنؤ کے زبان
یہاں تک ہوا میل خاطر او دہر
مظفر علی کو دکھانی لگی
ہوا جمع دیوان انجسام کار

شریک نکی جلسوں میں اکثر ہوئی
وہاں کی کسی طرح آب ہوا
کہ پہر آئی رخصت سی حکام کی
ریاست میں اپنی رہی حکمران
کیا کرتے ارباب فن سی کلام
یہی رنگ بزم دل افروز تھا
کہ ماہر کی منہ سی نکلتی تھی واہ
مسائل کی ہمیشہ تحقیق تھی
فنون شریفہ کی فہم تھی
بہت فکرانوس اس فن سی تھی
فصاحت بلاغت سی مملو تمام
بہت روز و نیک مع من سخن
اسی فن میں شاگرد غالب ہوئی
پند آئی نواب کو ناگہان
کہ کہنے لگی شعر اوسی طور پر
مزی طرز نو کے اوٹھانی لگی
پڑی چار سو اہل فن میں یکا

اوسے غدر میں لکھنؤ سے یہاں
شب و روز راحت سی بی خوفِ ہم
غرض فوج باغی کی بید اوسے
بچا کر زرو مال و اطفال کو
دم رخصت و حالت اضطرار
کیا آپ فی شہر کا بندہ و بست
وہ کی صرف ہمت کہ شام و سحر
یہاں ہوں پریشانِ خستہ تباہ
جو حکام ہنسی تھی کہ سا پر
سختیم آشوبِ غدر سپاہ
اشکر احسان و منت کیا
جسکی تحصیل نہ کا تھا
ناک شرف بخش تمغا کیا
وہ اعزاز کی آب و تاب
میں لکھنؤ سے راجی الضمیر
میں لکھنؤ سے راجی الضمیر
میں لکھنؤ سے راجی الضمیر

یہ راقم ہی آیا تھا بہر امان
رہا قلعہ میں دس مہینے مقیم
فرنگی گئی رستم آباد سے
روانہ ہوئی نینہ تال کو
وہ نواب کو دی گئی ہتھیار
رہی فتنہ گرد رسی کوتاہ دست
ہوا یہی نہ بلوی کی آئی ادھر
یہاں روز لیتی تھی اگر پناہ
او نہیں بھی نہ پونچا کہہی کچھ ضرر
سمجھ کر گورنمنٹ فی مخیر خواہ
صلی بن علاقہ عنایت کیا
یہاں ایک لاک و بیست و نہ ہزار
جسکی کہنی اسٹار آف انڈیا
کہ ملکہ کی جانب سے آیا خطاب
لکھا بعد ضرر زندگی دلپذیر
سلامی میں دو توہین افروز میں
کیا اہل کو تسلیم میں شامل نہیں

رجب آپ کو سب جہاں پر
 سو خصوم مضروف تھی اہل دین
 ہزار و دوسد کی سواد ہر مین
 یکا یک جو بگڑی سپاہ فرنگ
 خرابی ممالک میں پٹنی لگی
 گئی وہلی کو جبکہ باغی سپاہ
 پس غارت قتل ارباب زر
 فرامین لکھی رئیسوں کی نام
 سلاح و سلب سی زر و مال سے
 اگر اسمین فسر آئی گا بال ہر
 یہ افسانہ غم کروں کیا بیان
 یہاں تلوی تقریر بی سود سے
 اوس آشوب میں آپ فی صبح و شام
 کہ راضی رہی دونوں انجام تک
 ریاست کو صدمہ نہ پہنچا کوئی
 ستم کا یہ خطرہ نہ لگنے کا
 نہان بلکہ عید باد میہ و غریب

گئے دو برس دو مہنی گذر
 کہ ماہ مبارک کی تھی چودھویں
 بہتر تھی مشہور سن شہر میں
 دیگر گون ہوا ہند کا رنگ و رنگ
 نصار اسی وہ فوج لڑنی لگی
 کیا لوٹ کر شہر پہلی تباہ
 بٹھایا ظفر شاہ کو تخت پر
 کہ ہوں شاہ کی جان دل غلام
 کرین سب کمک آگی ہر حال سے
 ملا دینگی ہم خاک میں کر و فر
 خبردار اس سی ہی سارا جہان
 مفصل کتابوں میں موجود ہے
 فراست سی ایسا کیا انتظام
 نہ آیا کہ بھی غت۔ رکا نام تک
 نہ آیا اذہد اہل باد کو
 رعایا رہی روز و شب بی خبر
 جوئی آگی شہر و سک مامون

حبیب بین کہ تاج تہی تیر ہوین ہوی رونق افندی خلد برین

ذکر خیر چمن آرامی بوستان دولت و اقبال ہا پیرا
گلستان بہار و جلال فریدالافاق حمید الاخلاق
جناب نواب محمد یوسف علی خان صاحب بہادر
فرزند ولیدیر دولت انگلیف و درمکان

پلاٹام سی آج ساقی شراب	کہ دور متدی پس آفتاب
منزہ دل بین آئی تو کہولون زبان	کرون حال یوسف علیخان بیان
کہ جب دہر سی جنت آرام گاہ	ہوی عالم قمر کی بادشاہ
اوسے روز فرزند والا گہر	ہوی مسند آراجہای پدر
ہوا اہل بہار و چشم کا ہجوم	چچی ہر طرف کامرانی کی مہوم
نویڈی طرب بخت و دولت نوی	صدای مبارک سعادت نی می
برابر سلامی او ترے لگی	دم دوستی توپ بہرے لگی
جو یوسف علیخان فرخندہ فر	ہوی وارث ملک و مال پدر
ریاست کا عمدہ کیا انتظام	رعایا بریا ہوی شاد کام
ممالک کا کو آباد کیا	کہ فردوس ہونی کا دعوی کیا
غرض قابل تحت شاہی تھی	سزاوار عالم پناہی تھی وہ
لیاقت کا اونکی مقبرہ جی جان	کرون ایک ذکر فراست بیان

آپ کی حصر سی پاک ہیں
 موت میں ہمیشہ آفاق تھی
 بیخ آزمائی تھی ہر رنگ میں
 نعت میں حاصل تھی وہ ستار
 اصول مذاقت سی رکھتی غرض
 جو لکھنوی ایک نامی حکیم
 خبردار سے سختی و جلی
 اونہین کے تلمذ سی مت از تھی
 سبوا اسکی نثار تھی بی دلیل
 خصوصاً وہ عاری میں تبارنگ ہنگ
 کتابین جو درسی بین زیر فلک
 مگر کہہ تھی وہ ذکاوت حضور
 رجب کی ہینی کی تھی بیسویں
 تھی بارہ سو شہ ہو ہجرت کی سال
 شرف بخش بہ چشم وہ مسن
 ہوئی تھی تیر چہ فیروزہ گون
 شب و روز ایسی عوارض تھی

یہاں گنگ ار باب اور اک ہیں
 شجاعت میں رستم کی مصداق
 بہت صاف تہا ماتہ چورنگین
 کہ یہاں آتا جو پیش نگاہ
 بتا دیتی بی نبض و یکہی مرض
 سیحای خاک عظام ریم
 فلک رتبہ مرزا محمد علی
 اونہین کے فن طب میں عمر از تھی
 کہ تھی خاص شاگرد مرزا قلیل
 کہ سن سکی تھی راج سعدی ہنگ
 پرین تہین کل قطبی و میر تک
 کہ ہر فن میں ہوتا تھا ثابت عبور
 پہرون رہے جمعہ کو بالیقین
 کہ پیدا ہوئی تھی شہ خوش خصال
 رہی چارہ سال اکیس دن
 ولادت کی سن پر اکہت و فزون
 کہ تل میں دشنہ کی کو کچہ دن چہرہ

قواعد حکومت کی جاری کی
 رعایا ہوئی شاد آباد ملک
 ہجوم کرم بخش عام سی
 ہوئی راستی صاف سڑکیں
 زمانہ میں پہنی لگی بی حجاب
 کیا خوب شکر کو آراستہ
 متاع گران قیمت آنی لگی
 عوض کہیں لنگی کی ارباب
 جو نایاب اسباب تہادہن
 ہوئی آپ جس سال مسند نشین
 رعایا نہایت پریشان تھی
 ترقی کچی کی تھی معمول میں
 کہ آیا خراج ضیاع و عقار
 مگر آپ کی حسن تدبیر سے
 ہر اک دیہ آباد ایسا ہوا
 نہ بس آپ تھی قد و ان نہر
 مراتب مناصب اعزاز سے

موافق شریعت کی جاری کی
 ہوا چندی میں مثل بجا و ملک
 مکانات پختہ بنی عام سے
 ملازم تھی ہر کام میں تیز و چست
 خرابی مری طبع حسانہ خراب
 ہوا شور و شرفتنہ برخاستہ
 ترقی تجارت دکھانی لگی
 ہوئی شال و مال سی بہرہ
 وہ کثرت سی ملنی لگا شہر میں
 کیا ملک اجداد نہ میر نگیں
 ریاست جہانتک تھی ویران تھی
 یہ تھا فرق تحصیل محصول میں
 فقط چار لک اور پنج ہزار
 ہوئی گنج لب بدیز تو فیر سی
 کہ ہر سمت شہرون میں شہر ہوا
 ہر اک فن کی کامل ہوئی نامور
 کیا فخر و دوران ہر انداز سی

ہوئی پہرے مشہور آفاقین
 ہر اک سمت شہرت ہوئی نام کی
 جب احمد علی خان والا تبار
 مع جمہ سامان اعزاز و جاہ
 کمشنر کے ہمراہ باصدا سرور
 تہی ربارہ جو چہرے شہر و زمین
 یہاں بخشنبہ کو باصدا وقار
 سلامی کی تو پین چلین ہر طرف
 خوانین اوس عہد میں بقیلم
 نہایت ہی سرہنگ و خوشنوازی
 قیامت ہر اک شخص آفت میں تھا
 غضب شور شرخ و رفتہ فساد
 کیا کرتی تھی بدگستین بحساب
 کوئی رسم انصاف جاری نہ تھی
 کہ ایسا کیا آپنی بندوبست
 ریاست سیاست کے صدرا اصول
 مقرر کی محکمہ جا بجا

فرست لیاقت میں اخلاق میں
 پیری و ہوم فکر خرد کام کی
 ہوئی رونق افسر و زدار القرا
 بدلا چون میں تہی وہ فلک بارگاہ
 ہوئی ایک دن داخل راسمہ
 جماد و دم کی تہی اکیسویں
 ہوئی سند آراوہ عالی تبار
 تردد و لون بسی ہوئی ہر طرف
 ستم کی شب و روز بہرتی تھی
 عبت سرکش و مردم آزار تھی
 جہنم کا شعہ شدارت میں تھا
 یہ سب انکی عادت سی بامراد
 نہایت تہا نظم سی بیا خراب
 عدالت نہ تھی فوجداری نہ تھی
 کہ سر ہو گئی سر بلند و کیست
 نکالی طبیعت سی زیب اصول
 عدالت سی ہر کام ہوئی لگا

رانی حجابہ انجم سپاہ جناب مستطاب معلی القاب نواب محمد سعید خان صاحب ملک بخت آرامگاه

خبر لی ذرا ساقی پر غم دور
 پلامی کہ تر ہوں دمان و زبان
 کہ نواب جسم جاہ ساتم کرم
 خدیو جهان و بہان پناہ
 جو خان لکھتی بعد محمد سعید
 پس جنگ آصف جب انکی پر
 کیا قصد کعبہ بصد اشتیاق
 یہ حضرت اوسی شہر میں چنہ روز
 وہاں سی جو بربخاستہ دل ہوئے
 ز بس بچی ملک و دولت کی تھی
 اسی سی وہ نور شنید عالم فروز
 یکا یک بصد شوکت و اعتلا
 پھونچ کر وہاں لطف و آرام سی
 او نہوں فی رئیسانہ کی آبرو
 وہ جتنی تھے ارباب تدبیر سی

کہ بی کیف ہوتا چلا ہی سرو
 سنہل بیٹھوں پہر بہر غرض
 سلیمان نگین و کند چشم
 سپہر عطا جنت آرامگاه
 توفی الفور ہونا نام نامی پدید
 بنارس میں آکر ہوئی جلوہ گر
 روانہ ہوئی سوی ملک عراق
 رہی جاہ و عزت سی رونق فروز
 سوی لکھنؤ آپ مائل ہوئی
 طلبگار ارثی ریاست کی تھے
 یہاں پہی نہ ٹھہری مگر چنہ روز
 ہوئی سوی کلکتہ رونق فزا
 ملی لائق و عمدہ حکام سے
 ریاست کی بابت ہوئی گفتگو
 ہوئی خوش حکیمانہ تقریر سی

یہی انسرون فی ستم اور یہی
یہ سب کچھ ہوا شہر میں شور و شر
اوسے حالت غش میں وہ نامور
جو اتوار کی شب ہو دیا ہوئی
پہر رات ہو گئی کہ وہ حکمران
جو شہر ہو رہی موضع اک بانکار
اوسے جاحش شاہ صاحب کے پاس
وہ مشترک ان محاسن کی ساتھ
پہر اوس روز تاریخ ای ہمنشین
خطون میں جو لکھتی تھی سال بل خط
عیان ہو زمان حکومت کا حال
اسی جاہ سی وہ سیجا نفس
زینت تھی طبیعت سخن و ستگا
کتب خانہ فیض آثار میں

تیرہ ٹہہ کی جانیں گئیں اور یہی
پہر احمد علی خان رہی پنجبر
رہی جمعہ سی ہفتہ تک بی خبر
وہ ترغ کی شکل پیدا ہوئی
ہوئی شو جنت یہاں نسبی و
بناتہا و بان پیشتر سی مزار
ہوئی دفن نواب روشن قیاس
رہی بعد مردن یہی مرشد کی ساتھ
مہ پنجہیں کی تھی پچیسویں
وہ بارہ سو چہین تھی ہجری فقط
بڑا دوجو چالیس پر سات سال
رہی زندہ دنیا میں پچیس
کیا کرتی تھی نظم مہی گل
کچھ شعرا میں جمع

نور خیر مرکز و اسرۃ عبدل و داد و واسطہ نظر
ایک آداب و قوانین نظم ماحی نقوش
وہ بخش و جہان آرای رسم رخشاں افلا

زبانِ فدا دل بہجایم
 ترکونی جنگلی کر کے شکار
 اسیدم حضور اوسکو پوچھو آئین گے
 بجالائی وہ حکم سرکار کو
 دوسری دن اونہوں نے بیان
 فائدہ شور بی فی کمال
 اگر دیکھتی دیدہ غور سے
 یہ فرماتی ہیں افسر و نسی حضور
 اوسی کی ہون جادوسی میں بخیر
 بلا غدر و تکرار جاسین ابھی
 یہ کارندہ وہ تھا کہ لیل و نہا
 یہاں جتنی سرکش تھی سرنگ
 وہ سنتی ہی اس جعلی ارشاد کو
 یہ افسر پہونچکر وہاں خشکیں
 ہوتی اوسکے ہمراہیوں سے ستیز
 ہوا کہ باز ارشاد چار سو
 ارجحہ مارا گیا

کہ ہی نواب والا مقام
 لی آؤ تو قف نہو نہینار
 ابھی شور باؤشش فرمائیں گے
 ویا جلد لا کر محسدار کو
 کہ اچھی ہیں نواب عالی مکان
 اوسی وقت سی ہی طبیعت بحال
 مرض میں کمی ہی ہر اک طور سے
 کہ وہ ہونکل ہی دشمن مرا پر ضرور
 بنی ہی ہر اک دم مری جان پر
 بہت جلد سرکاٹ لائیں ابھی
 ریاست کے کرتا تھا سب کار و بار
 سیاسی اوسکی بہت تنگ تھی
 چلے جوش میں تازہ بیدار کو
 ہوئی مائل قتل رکن رکن
 چلی دونوں جانب سے شمشیر تیز
 قیامت ہوئی جلوہ گر چار
 تن خستہ سی سرداوتا گیا

روم وہ تہی ساتوین

یو وود و صدر اور دو لبست و

سار لگے آگ بار و دین

واوس گہرین رہتی تہی شام گاہ

سکانات و ایوان قسرب و جوا

سکری تختی اوگر گری دور و دو

نتہا شہرین زخمیون کاشما

جان سی اپنی چو پستہ

روز تک ماتعہ تھا

ہوا تہا نہ کامل ہلال

تہی او سوقت یہ سال زہیر فلک

اوٹہا شعلہ قصر فلک سودین

وہ سب اوگر گئی صورت برگ گاہ

منظر ہی نہ آئی بزرگ شدار

ہوئی اکثر انکی بھی صدمی جی

کوچہ تہا عرصہ کارزار

وہر سی سوی جنت سفر

جہر ویکہ ہی ایک کہہ دام

و تہ دو

ہوا و سدا حادثہ نیا

نواب آخردین بیمار تھے

ہینون اسنی مین رہی ملت

طلبیون نی کی جان نثار ہی

ویکن نہ تدبیر کوئی چلی

پُراند و دیہوش رہی لگی

اوٹہا یا اوسی غشی مین بر ملا

جسی رمی عالم فی ویکہا

بہت دن سی مستقم زار تہی

یہا تک کہ لکیر غش ہو گئے

و فی خداقت شعار می بہت

شب و روز ٹہرتی گئی

زبان بند و خاموش رہی

زمان محسوس فی نیا اشغ

عرض بخیر و روز ایا م سی
 غم خلق و سودا می منصب تھا
 او نہیں روز و ن تقدیر سی ناگہان
 دکھا یا کیا چرخ پر آفتاب
 سوا اشک مظلوم کی سال ہر
 کہیں جہ زخموں خطاں حسین
 حرارت سی فاقہ کی ہر استخوان
 قدیم اوڑھ نہ سکتی تھی حیوان
 یہاں تھی جو انتظامی کمال
 شب و روزی دانہ آب نان
 مساکین و محتاج خانہ سرا
 وہ رہتی نصیبوں سی ناکام صبح
 اگر کیجیے سادگی کل قسم
 مگر اس بجائے مختصر طور پر

سیر کرتی تھی عیش و آرام سی
 او نہیں کچھ ریاست سی مطلب تھا
 ہوتی قحط کی شکل پیدا یہاں
 زمین کٹہر کو چشم عتاب
 فلک سی نہ قطرہ گرا خاک پر
 نہ تھا سبز بالائی روی زمین
 بزرگ شمع دیتا دھواں
 نہ لیجاتی تھی سانسان سی
 ہوتی اور بھی خلق آشفٹہ حال
 ہزاروں کی جانیں گھٹیں آگ
 و کانون میں پڑ رہتی جو وقت خواب
 نظر آتی حجاب نہنگام صبح
 تو ہو عمر بہر کم نہ یہ کیف و کم
 میں لکھتا ہوں حادثی بخیر

حاشیہ اول

سنائی کہ بارود خانہ یہاں
 بنایا تھا ماتحت خدامت

تھا اوس عہد میں شہر کی میان
 در دولت خاص کی سامنی

روان فوج حین جبا کی نوکر ہوئی
اس طرح صد ہا شریف زمین
ہو شہر ہنسناں گلیاں اوداس
سیر روز روشن سوارا تھی
ہمیشہ سی نواب گردون محل
شب و روز اکشہ بدہ عالی تبار
بیابان و صحرا میں تھی صید گاہ
یہاں کار سازان اعیان ملک
انہیں کو ریاست کی سب کار تھی
جب آتی بیابان سی شاد کام
سرشام سی صبح تک بیٹھی آپ
کبھی دیکھتی ناز و انداز رقص
کبھی لیتے بوسی لب جام کی
بجائے تہن اکبھی بیچنبہ
دم صبح بہر تافلک جب شتاب
تو نرم طرب ہوتی برخواستہ
اوسے نشہ بادہ ناب میں

موافق سیاحت کی افسر ہوئی
ہوئی کاوشون سی غیر الوطن
ہر اک سمت آتی نظر شکل یاسن
اوداسی برستی مکانات سی
لگاتی تھی گولی عدیم المثل
رہا کرتی مصروف سیر و شکار
مہینوں وہیں رہتی شام و بچاہ
کیا کرتی تھی ساز و سامان ملک
یہی لوگ مالک تھی محنت اہی
رہا کرتی مصروف عیش و مدام
سنا کرتی مستی میں طبعی کی تہا پ
کبھی سنتی آواز دمساز رقص
کبھی ساقی نازک اندام کی
لکھتی تھی پیاسانی میں ڈوب کر
میں نور سی ساغر آفتاب
چلی جاتی خوبان لوغاستہ
وہ رہتی سرشام تک خواب میں

مظہم مکرم رہی اک دلیر
 سمجھتے تھی باقی کو اپنا عدو
 وہ یاد آتی تھی آپ کو دم بدم
 تو آنکھوں میں انکی اوتر تالہو
 نہوں عزت و جاہ سی بہرہ
 کسی طرح برباد کرو یحییٰ
 انہیں کیجیے بی نشان و تباہ
 رہیں ہی تو پابندِ دولت رہیں
 نہ کہوں نشان انکی بنیاد کا
 بڑیافتہ و شور و شر کو بکو
 ہوا بند و بست ریاست خراب
 ہوا چین سی شب کو سونا خرام
 نہوتا تھا پہرنا سلامت نصیب
 جد ہر ویکھی اہل شر کا ہجوم
 رعایا کی فریاد سنتا نہ تھا
 مصیبت میں ہر ایک کی جان تھی
 کیا جانب لٹو نک عمر سفر

تمام افسروں میں کہ تھی شکیں
 سبب یہ کہ دل میں وہ فتر خدو
 پدیر ہوئی تھی جو بیجا ستم
 کوئی افسر آتا اگر رو برو
 یہی چاہتی تھی کہ فتنہ گر
 عوض باپ کا ایک دن لیجئے
 عمائد ہوں یا افسرانِ سپاہ
 سلامت نہ اربابِ دولت ہیں
 سدا و ن میں نام اہل بیاد کا
 اسی وجہ سی شہر میں چار سو
 بہم خون ہونی لگا بحساب
 پریشان چور و سببِ خلقت تمام
 نکلتے تھے گھر سی جو باہر غریب
 ہوئی ہر طرف خانہ جنگی کی دھوم
 کوئی وادیدِ اوستنا نہ تھا
 خلافتِ جہان تھی پریشان تھی
 پوجو ری اکثرنی بانڈی کمر

جو ہو لفظ نصرت اول رقم
پتا نام کا اون کی یون ویدیا
نیابت کا اونکو دیا اختیاء
سوا بارہ سو^۹ لو کی امی ہمنشین
کہ نائب ہوئی وہ خداوند نام
ہوا مختصر جبکہ طول حیات
تھی چھ پچیسویں ماہ سوال کی
تھی بارہ سو پچیس^{۲۵} ہجرت کی سن
بڑیا پندرہ سال پر پانچ ماہ
تو ہون بی غم و رنج فکر شمس
غرض اتنی مدت وہ فرخندہ روز
اونہوں نے کیا جسگہری اتفاق
ہر اک طرح اوس اوج اقبال میں
ریاست میں اونکو ملاختیاء
خوانین کو رنج دینی لگے
اراکین دولت کی عزت کی
نقطہ مصطفیٰ خان کی اولاد

تو آخر کو خان و بہادر ہو غم
خبردار اہل نظر کو کیا
ریاست کا کرنے لگی کاروبار
جمادی اولیٰ کی تھی پانچویں
رہی حکمران روز و شب صبح و شام
ملی روح کو قید تن سہی نجات
غائیش تھی آخر مدہ حال کی
یہی دور تہا زہیر چرخ کہن
پہر اکیس دن اور بی اشتباہ
زمان نیابت تمام آشکار
رہی بی تردد نیابت فروز
ہوا مملکت کا دیگر گو نہ حال
تھی نواب پچیسویں سال میں
ہوئی مستقل مرجع کاروبار
عوض باپ کا اپنی لینی لگے
کسی خاندانی سے ملت نہ کی
رہی شاو حسان امدادی

جناب مستطاب نواب محمد فیض الدین خان صاحب بہادر عرض مندر انا را لیدر بر ما نھم

کہا شک کروں انتظار شراب
کسی اور پیر مغان سی ملوں
بہ خشک تر ہوں تو گویا کروں
کہ آصف پس فتح با صد سرور
خزانی میں تھا جس قدر مال و زر
جو سیراب تھا ملک آباد تھا
بنی بگڑی کچھ ہو مگر بیرواں
اوسے ملک میں اپنی شامل کیا
کئی شرط کی ساتھ لیکر قلم
پہرا احمد علی خان کو پیش نگاہ
زبیں تھی یہ نواب فرخندہ قال
نہ تھی کچھ بیک و بد حال کی
کسی سال میں بی ملازمت ام
اوسے وقت آپس میں شور کیا
ملی تھی جو آصف سی خود پیشتر

عوض می کی دی کاش ساقی جواب
یہ دل دی کی ایک سا غمناہوں
دورنگی کے مضمون انشا کروں
ہوئی جس گہڑی داخل رامپور
کیا اپنی قبضی میں سب بی خطر
شکست محاصل سی آزاد تھا
خراب اوسے آتا تھا چھ لاکھ سال
مقرر و مان اور مال کیا
کیا اک نیا عہد نامہ رقم
کیا مسند آرمی اعزاز و جاہ
نوا آموز و نا بالغ چھ سو سال
کہ عہد گرامی تھی تہ سال کی
ریاست کا ممکن نہ تھا انتظام
نیابت کی وعدی کو پورا کیا
کیا تھا خوانین کو منتقم

<p>تقویٰ حافظہ ذہن تہا لاجواب ہمیشہ تہی تحقیق محبوبیل محقق تہی منطقِ مین تازا ہین نہ دنیا کی جگہ گردن سی فرصت ملی کہ پیدا ہوئی تہی وہ گردن چشم رہی بہرہ اندوز عیش و طرب کہ ناگاہ وہ اعتبارِ زمن خلل آگیا عیش و آرام مین نہ پہر آئی صحت کی صورت نظر تو لی بچش نہ کو جنت کی راہ چھٹی ہندشینانِ مغموم وہین حشر تک ہی قرار آپ کا یہ تاریخ بی مثل کی تہی قر چونواب حاجی بیت الح بسائش خسر گفت رضوا نوکمر خیر نواب احمد علی خان صاحب رند تخلص خلف الصدق نواب محمد علی خان بہا</p>	<p>ہر اک علم سی آپ تہی کامیاب لبت بینی اکشر تہی مرغوب سبجہ تہی تنقیح کوفہ عین زیادہ نہ پڑھنی کی مہلت ملی گیارہ سو اسی مین تہی چار کم ترسیہ ہر س دہر مین روز و شب تہی بارہ سو اتر تیس ہجرت کی سن ہوئی عبت لاریج و آلام مین حرف لاج ایسا کہ بارہ دگر جب آئی چھٹی ماہ سوس کی آہ ہوئی دفن تادول مین دہوم اویسی شہر مین ہزار آپ کا کرم خان فی اوسوقت باعدالم زدنیا سوی خلد رحلت نمود ریاض جنان گشت آرام گاہ</p>
---	--

کہا تھا کہ اس تاجی کو کہہ جان
 اوسے وقت خدام فی دوڑ کر
 نیت کی وہاں بھی دو رکعت پڑھی
 دم سجدہ پھر آگے گولہ گرا
 قیام وقعود و رکوع و سجود
 فراغت سے پہلے اسلام اپنے
 کہ جس کے پیمانہ بھرتا نہیں
 بہت مہینے چانامیان نماز
 مگر بی مشیت نہ کچھ ہو سکا
 تھوڑی سی ساعت کا چہاں تھا
 فزون زور و طاقت میں رسم سے
 سوا اور چیزوں کی شام و سحر
 کہ دم بچت ایک عمدہ حلوان
 لگاتی تھی بہت زبانی سی تیر
 محاسب بھی تھی آپ انیسویں برس
 جو اس فن میں ہی ایک درسی کتاب
 زبانی تھی وہ یاد شام و سحر

بچہ یا یہ مصالے اوٹھا کر وہاں
 کیا حسب ارشاد و مدنظر
 اوسے طرح آخر کی سنت پڑھی
 وہی فرقہ پر سری پایا گیا
 کبھی سبب اولابی غم بہت و بود
 کیا لوگوں سے یہ کلام آپ نے
 کبھی بی اجل کوئی مرتا نہیں
 شہادت کی زبانی سے ہوں سفر فرما
 یہ جان حسین بھی نہیں کہہ سکا
 سنو قوت جسم کا حاجہ
 زبردست مردان عالم سے تھی
 غذا کی بھی مقدار تھی بیشتر
 کیا کرتی تھی خوش جان و اما
 نہ کہتی تھی اس فن میں اپنا نظیر
 کیونکہ تھی ہمسر کی ہوس
 مرکب خلاصہ سے لفظ حساب
 برابر تھی جب عمل پر نظر

ابوالعزمیوں کی نہایت انتہی
رقم اس جگہ اک حکایت کرو
دلون میں جو پیراجلاوت کری

تہو شجاعت کی غایت انتہی
قلم بند عمدہ روایت کرو
شجاعت پر اونکی دلالت کری

حکایت

کوئی قلعہ تھا سخت بالای کوہ
برابر کئی دن سی ہوتی تھی جنگ
کمال و غا عین پیکار میں
اوسے قلعہ کی سامنی بی خطر
نیت کر کی سنت کی بہر ثواب
گری گولی دو ایک نزدیک سر
بدول کو ترود نہ کچھ غم ہوا
یہاں تک کہ پیر اسلام آپ فی
کیا حکم خادم فی بہر ناز
کیا فرض ادا آپ فی پروان
پہاں ہی وہی شکل پیدا ہوئی
گری گولی پیر چوڑ کر سج گاہ
جسے اس بھی فرست ملی آپ کو

بشکل حصارِ فلک پر شکوہ
تہی وسعت گہ کوہ تو پون سنی
ہوا اظہر کا وقت کہسار میں
منازا آپ پڑ پنی لگی کوہ پر
گئی سجدہ میں جب وہ عالیجا
مگر ماتہ دو ماتہ کی فدا پر
کیی رکن سب بی ترودا
وہ کل رکعتیں کین تمام آپ
بچھا دی بڑا کرو ہی جان
مقرر یقین ضرر تھا جہاں
وہی قدرت حق ہو
ہوئی حصن روئین خا
ہوا داغ جوش دا

بڑی ہی آپ فوجِ عدو مال سی
 چلی خوب میدان میں تیغ کین
 نہایت کو وہ راجہ کہا کر شکست
 کمی دیکھ کر نجات و اقبال کی
 وہ شورش نہ باقی رہی وہیں
 پس فتحِ نوابِ فیروز مند
 وہ بڑھ کر ملا حسنِ آداب سی
 عنایت کا اظہار کرنے لگا
 بنا شیفہ حسنِ تدبیر کا
 یہاں تک کہ نامِ سفیر جب لیا
 کسی طرح اوسنی اجازت نہ دی
 خوشامد سی منت سی روکا مایا
 ہوئی سخت مجبورِ نواب جب
 وہیں شان و شوکت سی لیل و نہا
 سوا ان مقامات کی جا بجا
 ہمیشہ رہی آپ فیروز مند
 تلمن میں حسم و مدارات میں

کیا سامنا را می نیپال سی
 دلیروں فی کی خون سی تر زمین
 ہوا جنگ سی سست کوتاہ دست
 مع فوج لی راہ نیپال کی
 ہوا فتح کا شہرہ ہر شہر میں
 پہرائی سوراجہ سنسار چند
 ہوا شاہِ جسم جاہِ نواب سی
 شجاعت کا اقرار کرنے لگا
 ہوا محو آئینِ تسخیر کا
 مصمم ارادہ کہیں کا کیا
 کہیں رخصتِ نقل و حرکت نہ دی
 نہ لپے دیا گاہِ جانی کا نام
 گیا پیشِ حیلہ نہ کوئی سبب
 رہی زندگی بھر اقامت گزار
 ہوئی سیکڑوں معرکہ کی بار بار
 نہ پونہا کسی طرح کوئی گزند
 نہ رکھتی تھی ہمسیر کسی بات میں

سرافراز ریان عادل میں تھا
 سبھ کقوی فوج واسبابین
 یہاں تک تھا طول و طویل و سکار
 خبر سنکے وہ راجہ نیک روز
 کیا شکر احسان مقدم ادا
 انہیں روزوں رشک زروال سے
 ہوا شکر آرا و مغرور جاہ
 ویا حکم راجہ فی تسخیر کا
 ادھر بھی لڑائی کے ارمان میں
 یہ راجہ فی چاہا کہ احباب کو
 کروں رخصت اعزاز و اکرام سے
 روانہ ہوں میں سوی میدان جنگ
 یہ نواب پاکی مفہوم دل
 یہ مجھ سے نہوگا کبھی عمر بہر
 رہیں قلعہ میں آپ آرام سے
 فقط فوج ہمراہ کر دیجی
 یہ سنکر وہ راجہ ہوا شادمان

سوا دولت و ملک حاصل میں تھا
 اوٹھاتی نہ سرد مدعی خواب میں
 کہ دیتی تھی بانیس راجہ سراج
 ملا آپ نواب سی ایک روز
 مراسم محبت کی لایا بجا
 خصوصیت بڑی راہی نیپال سے
 سو ملک ناوون بھیجی سپاہ
 ہوا سامنا تیغ کا تیر کا
 نکالی گئی فوج میدان میں
 خصوصاً فلک تے نواب کو
 اذیت میں ڈالوں نہ آرام سی
 کروں گرم بازار تیر و تشنگ
 کہا اوس سی ای ہدم مستقل
 کہ رخصت ہوں اسوقت میں چوڑ کر
 سمجھ لوں گا خصم بیاخام سی
 دلیر و فک میدان بہر و بجی
 کیا حسب ارشاد لشکر روان

نظر کر کے یہ سالِ حُشمتِ قرین
 اوہر آپ فی پہیری تو سکنِ باگ
 گزیران ہوا وہ شہر کی طرح
 لگروہ رہ تنگ کہسار سے
 انہیں اوس طرف سی پیش
 کیا عرض پہر ہم خاص سے
 یہاں اب ٹہرنا نہیں کچھ فروہ
 کہا آپ فی ای عقیدت گزین
 کیا اسے بیکار تلوار کو
 یہ کہہ کر سنبھالی کمان آپ
 فرار روک کر شلوخ رہوار کو
 اوہر تیر چٹکی سی چھوٹا اوہر
 ومان پہری پہر وہ عالیجناب
 اوسے راہ سی حرم و شادمان
 اسے طرح شوکت دکھاتی ہوئی
 رئیسانہ انداز سی جھنڈ
 ومان ایک راجہ تھا سنسار چنڈ

ہوئی مشتعل آتشِ ششم و کین
 اوہر بولی نامرومی جلد بہاگ
 یہ پونہچی برابر نظر کی طرح
 بچالی گیا جان تلوار سے
 ہوا گھوڑی پر آگی ٹہرنا محال
 منکوار پابندِ خلاص سے
 چلین اپنی ہمراہیوں میں حضور
 اسی چوڑے دون میں یہ ممکن نہیں
 میں زندہ نہ کہوں گا بیکار کو
 کیا زور کا امتحان آپ فی
 کیا آشنائے سی سو فار کو
 وہ آیا نظر لوٹا خاک پر
 ملی اپنی ہمراہیوں سی شتاب
 ٹہرایا قدم سوی ہندوستان
 یونہیں سرکشوں کو و باقی ہوئی
 ہوئی شہرِ نادوان میں جلوہ گر
 جوان و جوان طالعِ ٹہو شمشیر

گری لاش پر لاش میدان میں
کیا سر بلند این راجہ کو پست
چلے پھر کسی کی نہ تیر و تیر
بڑھی جانب کو ہمارے بلند
کیا گرم اوس برق رفتار کو
چہلا وہ سا پہر تا ہوا کو دہر
نہ پونہا کوئی سائے رہواری
کری لفظ ضامن ہر ابرقم
نہ باقی رہی کچھ تردد یہاں
بس اب ہو چکی فتح یہ کارزار
دلیرون کی ماتہو نسی پائی شکست
پریشان سب ہو گئی جا بجا
خسوست عداوت کی قابل نہیں
توقف نہ ہر گز یہاں کیجئے
کہاں ہیں گئی لڑتی لڑتی کہ ہر
مخاطب تھی وہ آسمان وقار
پڑی گولی شمشیر ذاب پر

پڑا تقدہ جسم میں جہان میں
پٹھانوں فی آخر او نہیں دی شکست
گریزان ہوئی فتنہ گر کوہ پر
تغاقب میں نواب فیروز مند
اشارہ بتایا جو راہوار کو
پاک تک نہ چھپکی کہ آیا نظر
سوا ایک ممتاز سردار
اگر شاہ خان سی مقدم قلم
تو ہونا مہی بی تکلف عیان
کیا عرض اوسنی کہ ای جم و قات
مخالف کی لشکر نی کہانی شکست
فراہم تھی جتنے یہاں شکیا
کوئی دشمن جہان مقابل نہیں
مناسب ہی غلاف عنان کیجی
خواین کی لیجیے اب خبر
یہی عرض کرتی تھی وہ جان
چلی ایک بندوق ناگہ او دہر

یہ سنتی ہی نواب گردون جناب
کہا کہہ دو راجہ سی کل صبحی م
اگر دعویٰ مرومی دلیہن ہے
تو کل راہ مین آکی ٹوکی ہمین
کری سامنا تیغ فولاد کا
نایم یون سی راجہ نی سنکر جواب
ہزار آدمی سو جب گہہ کی لڑی
دیا حکم جسوقت نکلیں ادھر
اگر دیکھو آمادہ رزم و جنگ
دم صبح نواب خورشید اوج
دو بروہی جا کر پیادہ سوار
سنبھل کر لڑائی کی عنوان سے
چبائی تھی امید مین راہ کی
دیا حکم نواب نی او گھڑی
بڑی دونوں جانب سی مروان کا
دلیرون نی پیر دم نہ لپے دیا
ہٹادی بڑی فوج بدخواہ کی

ہوئی عالم قہر مین پیر عتاب
اسی کوہ پیر ہو کی جائین گی ہم
کوئی حوصلہ زعم باطل مین
موافق ارادی کی روکی ہمین
اوٹسائی مزہ کب رویداد کا
دلیران لشکر کی انتخاب
کی راہ مین دونوں جانب کھڑی
یہ گھوڑی نہ چھوڑو کسی طور پر
کر دم بھی ہرگز نہ دم بہر درنگ
ہوئی مائل رزم و ترتیب فوج
کیا چست و محکم مین و بسیار
دلاور بڑی رستی شان سی
کہ ناگہ پڑی باڑ بدخواہ کے
کہ ان سی سمجھ لو اوٹھا کر کڑی
ہو اگر مہنگامہ کارزار
گنوارون کو تلوار پر رکھ لیا
اولٹ دین صفین قوم گمراہ کی

رہی چن دت جو گرم سفر
پہونچ کر وہاں رنج و اندوہ میں
وہاں ایک تہارامی فلان وا
سوار کا انکی ترک دیکھ کر
سمند سیہ زانو برق و تازہ
غضب کا اوسے شوق پیدا ہوا
ندیان درگاہ کو بھیج کر
سمجھ کر خلاف ادب یہ خطاب
کہا ہلکو بیروای قیمت نہیں
عنان گیر باد پہاری کی ہین
اگر دوستانہ ملاقات ہو
تو اس وقت میں ایک کیا اور دس
وگرنہ یہ زہار ممکن نہیں
یہ سنگر وہ جاتا رہا آپ سی
ریاست کی سامان پر زور پر
اوس وقت بی حفظ داب کلام
زر و زور سی فتنہ و جور سی

انہیں کوہ منکوت آیا نظر
فروش ہوئی دامن کوہ میں
جوان و جوان زور بازو کشا
ہوا دنگ وہ راجہ نامور
ہوا اور یہی باعث سوز و ساز
ہزاروں تمناسی شیدا ہوا
کیا اوسنی گھوڑا طلب بخاطر
دیا آپ فی صاف اوسکو جواب
یہ خاصی ہین مال تجارت نہیں
یہ گھوڑی ہماری سواری کی ہین
ترقی مرا سم کی دن رات ہو
میں راجہ کو تحفہ میں دید و ن فرس
کی طرح رہو اور ممکن نہیں
غضبناک و ہر ہم ہوا آپ سی
ہوا مائل فتنہ پیدا دگر
خلاف آدمیت کی بھیجا پیام
میں لی لونگیا یہ گھوڑی ہر طور سی

اوسے شان سی خرم و شادمان
 تہی ہمراہ اوس وقت لیل و نہار
 سواروں میں تہی تیس باقی نفر
 جدہر ہند میں رونق افزا ہوئے
 رئیس اوس ریہ کی گہر گئی
 ہوئی بست و دو معرکہ راہ میں
 انہیں تہوڑی لوگوں سے ہنگام
 ہمیشہ رہی غالب و فتحیاب
 ولیکن نہ پہلی طبیعت کہیں
 سمن جہان گرد کی ناگہان
 پہونچکر کسی سمت کی راہ سی
 اوہوں نے بہت کچھ مدارات کی
 سناویر تک قصہ سرکشی
 مگر بعض ہیجا خیالات سی
 نشہ کی جو مشکل شائی و مان
 اوسے طرح پہرتی ہوئی کہیں
 لئی اپنی ہمراہ خیل و خدم

عرب سی پیری سوی ہندوستان
 سوا آپ کی تین سو جان تثار
 پیادے تہی ہر دم شریک سفر
 جہان آپ تشریف فرما ہوئی
 جلالت شہامت سی تہر گئی
 لڑائی ہوئی ملک بدخواہ میں
 عدو پر کیا عمر صد زیست تنگ
 مخالف نہ لائی لڑائی کی تاب
 نہ فرمائی جگر اقامت کہیں
 اوٹھائی سو ملک کا بل عنان
 ملی دوستانہ زمان شاہ سی
 ادا شرط اعزاز دن رات کی
 کیا آپ سنی عہد شکر کشی
 ہوئی مانع شاہ اسبات سے
 کیا قصد کشمیر جنت نشان
 ہوئی اکی پنجاب میں جاگزین
 چلے سمت جموں سی وہ چشم

نہ ہمت سی اوٹھسایہ باریتنا
 زرہ وہ اُناری تن پاک سے
 وہ ہرچند انکار کرتی رہے
 قسم اونکو دلوائی نواب نے
 ہوئی ساکت آخر وہ آل رسول
 جو ٹھیک آگئی وہ قد پاک پر
 اوٹھسا کر سوچیںج و سبت دعا
 کہ یارب یہ نواب عالی ہم
 ظفر یاب تیری اعانت سی ہوں
 مرا وون سی اپنی زمین کامیاب
 دعای شریف او سکھڑی عمرش پر
 کہ پہر عمر بہر وہ تہور ماب
 جد ہر جہاں پٹری لیکھی شمشیر تیز
 یہاں تک کہ نواب اس باب میں
 کہ ایسی دعا پیشتر جنگ سی
 نہ سہتا جفا میں ستمگار کی
 غرض جبکہ مکی میں مدت ہوئی

ہوا موجب زن جسد جو دو سخا
 عنایت کی طبع طرب اک سی
 نہیں صرف تکرار کرتے رہی
 زرہ اپنی پہنائی نواب فی
 کیا اوس زرہ کہ بدقت قبول
 خوشی سی شریف ستودہ سیر
 خدا سی یہ کر نے لگی التجا
 جد ہر جہاں تسخیر اوٹھائیں
 عذر خاک بر سر نہ ہمت ہوں
 پہرین انکی دشمن ہمیشہ شراب
 ہوئی اس قدر استجاب اثر
 رہی اپنی بدخواہ پر فتحیاب
 مخالف بنی گرد راہ گریز
 یہ فسر مایا کرتے تھی احباب میں
 مجھے کاشش ملتی کسی رنگ سے
 نہ آصف نہ آصف کی غمخوار
 زیارات و حج سی فراغت ہوئی

شریف ایک ملی میں تھی نیکذات
 ملی وہ محبت سی شفاق سی
 دیون کی صفائی سی نجہام کو
 قصارایہ دونوں گرامی گہر
 ہمیشہ سی تھی بسک عادت پڑی
 زمرہ ایک تھی طرہ انداز کی
 اوسے دیکھ کر وہ ستودہ خیال
 زمرہ وہ تھی جو خاطر شاہ سی
 سدا پامر صبح جواہر سی تھی
 جوان بخت احمد شہہ دہلوی
 ہوئی تھی سبب اوسکی بنیادی
 جو یعقوب خان ستودہ شعار
 مدار المہامی بھی تھی اون کی نام
 کوئی اونکی خست تھی عفت مآب
 جواونکا ہوا عقد نواب سی
 عمروسی کی دن شان و شوکت تھی
 ستائش میں جنیدم شریف حرم

فرشتہ منش برگزیدہ صفات
 ملاقات کی حسن اخلاق سی
 تکلف نہ باقی رہا نام کو
 حرم میں کہیں تھے بہم جلوہ گر
 برو دوش نواب میں اوسکے ہڑی
 بنائی ہوئی دست اعجاز کی
 ہوئی مع خوان بی تکلف کمال
 بنائی گئی تھی بڑی چاہ سی
 سوا حسن باطن میں ظاہر سی تھی
 خراوند و پیہم کچھ سرورے
 گزیرہ روش عیہ ایجاد کی
 شب و روز دہلی میں تھی قلعہ دار
 ممالک کا بھی کرتی تھی انتظام
 عفاف میں پاکیزہ خواجہ اب
 بہت کچھ ملا قسم اسباب سی
 زمرہ بھی عنایت کی خلعت ساتھ
 بڑی پیش نواب حاتم کرم

جہیز ایک منگو کی باصد سرور
سوار آپ کو کر کے وقت سفر
یہ سنکر ہوئی خوش وہ عالیجناب
کیا بارِ جمال و انقال کو
سو منزل مقصد چاودان
جو پونچھی بنارس میں اس طور سے
محبت کا سر رشته توڑا وہاں
کیا مالکِ خانہ دلرب بند کو
یہاں ہر طرحِ جنت آرامگا
ضروری کچھ سباب لیکر شتاب
اویسی دہن میں کلکتی ہوتی ہوئی
کشان تہا زبس شوقِ دل روزِ شب
بہت جلد جہتی میں پہنچا جہاز
وہاں سی بڑھی آگے وہ محترم
نظر بہر سیر و تماشا بڑھی
پہنچ کر درِ حناء پاک پر
کوئی قصر تھا لکش و نشین

کہو نگاہوں رونق افروز حضور
پہراؤ نگاہیں کارِ سرکار پر
ہوئی متعدد بہر کارِ ثواب
لیا ساتھ ازواجِ اطفال کو
ہوئی ہمرہ چیری صفا روان
نظر کر کے انجام پر غور سے
عزیز واقارب کو چہوڑا وہاں
جگر بند کو خاص قدر زند کو
رہی گہرینِ مختار شام و گاہ
بڑھی آگے نواب عالی جناب
چلے نامرادی کو کہوتی ہوئی
ہوا مختصرِ طولِ راہِ طلب
ہوئی سیرۂ چشم خاکِ حجاز
لٹی جان میں دل میں شوقِ حرم
گہٹی نامرادی تمنا بڑھی
کی سجدی چاروں طرف خاک پر
ہوئی آپ اوسمیں اقامت گزین

نہ سننا یہاں ہی نہ کہنا یہاں
پریشان ہر وقت ہونا عبت
تمنا ہی چچ دل میں کثرت سی
مناسب یہی ہی یہی خوب ہی
کہ اب بہرہ ورجح کی دولت سی ہون
کہا چیری صنا سے ای ناہور
کوئی دل میں باقی نہیں آرزو
فقط چاہتا ہوں کہ آپ اس قدر
کہ میں ہند سی ہوں عرب کو روان
یہی روز و شب حوصلہ دل میں
اعانت مری آپ فدا ہی
کہا اوسنی ای خسرو جم کلاہ
اگر آپ ہوں بنی سی سوار
میں اسباب میں آپ سی کیا کہوں
اگر جائیں کلکتی ہو کر حضور
ارادہ کریں آپ جسد ن اودہ
اوس وقت خدمت میں اگر شتاب

عبت ہی شب و روز رہنا یہاں
یہاں رہ کی اوقات کہونا عبت
یہ حسرت یہ ارمان مدت سی ہی
یہی وقت تحصیل مطلوب ہی
مشرف زیارات حضرت سی ہوں
جو ہونا تھا وہ ہو چکا خیر و شر
کسی شئی کی مجھ کو نہیں بتجو
کرین مہربانی مری حال پر
کروں حج کعبہ پہونچکر وہاں
یہی شوق صبر آزمادل میں
اسی کام میں کام کچہ آئیے
یہاں سی غرب کی ہی دو سمت راہ
تو میرا نہیں کچہ اودہراختیا
سوا اسکے سب کچہ سنون چپ رہوں
تو مجھ سی نہیں پوچھنا کچہ ضرور
مجھے کیجیے بے تردد خبر
چلون گا میں کلکتہ تک ہمرکاب

وہیں چوڑ کر ساز و سامان جنگ
ہر اک سمت و مہر میں مردانِ کار
ہو واجب یہ ہنگامہ گرم سرد
وہاں سی میانِ نشاط و سرو
ہر اک سمت مردانِ فیروز بہر
عمائد کی سائے آصف مہر فر
رئیسانہ انداز و معمول سے
بزرگانہ فدا کی شفقت وین
نئی طرح کی ساز و سامان ہوئی
خوشی کی ہوئی ہر طرف دھوم دھما
کیا نائب اون عہدہ سردار کو
حضور اراکینِ جاہ و چشم
حسابِ مہ و روز و تاریخ و ماہ
کہ نوابِ جم جاہ والا مقام
رہی ناظمِ ملک زیرِ فلک
غرض جبکہ نواب کو بھی جنگ
یہ سمجھے کہ اب حسنِ تقدیر سی

خوانین سب چل دی بید رنگ
نظر پہ نہ آئی بزرگ شہار
نہ باقی رہے آب و تاب نہر
بڑھی فوجِ آصف سو رامپور
ہوئی خیمہ افراز بیرونِ شہر
ہوئی شہر میں جلوہ بخش نظر
ملی ابنِ نواب مقتول سے
کیا شان و شوکت سے نشین
رئیسِ خدرا احمد علی خان ہوئی
پڑا بیکسی سے مصیبت کو کام
جو محکم کر آئی تھی اقدار کو
جواو و نون میں عہد نامہ رقم
شب و روز ہی اس سخی کی گواہ
جو آصف سی تھی جنگِ صبح و شام
سوائی سہ ماہ بست و دور و نزدیک
دکھایا چہ پنج فسو نگرنی رنگ
بر آئی گا مطلب نہ تہہ بیر سے

مکانات میں عزت و نام سی
یہ جنگ دوبارہ غضب لائی گی
کیکاتہ چرخ نیلی خیم
مکانات کہہ کر او جہڑ جائن گی
کرین آپ کو شش کہ یہ از دھما
خوانین سی پہ لڑائی نہو
میں کہہ سکی آصف سی شام سحر
کہ احمد علی خان ابھی میں صغیر
جو انکی طرف سی کرمی نظام
شب و روز تفصیل مجمل کری
تمہیں پیش کر کے کہو نگا حضور
یہ خدمت عنایت انہیں کیجی
یہ شکر ہوئی خوش وہ عالی گہر
بلی چرمی صاحب کی تدبیری
اوا کر کے آئین احلاص کو
خوانین میں آ کی دربار سی
کہ دم بہر میں وہ شکر پیر خروش

بسیر کرتے ہیں عیش و آرام سی
خرابی کی صورت نظر آئی گی
نہ باقی رہی گا یہ جاہ و شہم
عمائد مصیبت میں پٹربا بن گی
کسی طرح ہو جہای برہم تمام
دیرون سی تیغ آزمائی نہو
رضا مند کرونگا اس بات پر
انہیں چاہتی ایک لائق وزیر
ریاست کو آباد رکھی مدام
مہات ملکی کو فیصل کری
نیابت کی قابل ہیں یہ وی شعور
نیابت عنایت انہیں کیجئے
کر بانہی تکمیل اقرار پر
وزیر خداداد توقیر سی
کیا محکم اوس وعدہ خاص کو
جہاں وہ رنگ اپنی کردار سی
ہوا ہو گیا جیسی ستی میں ہو

بہت بگڑی تاویل پہچان کر
اوڑی نیشہ جس گہری دہن
خوانین باقی تہی جو کوہ پر
ہوخواہ یہ چیر صیاح کے چال
نہایت پریشان و مضطر ہوئی
یہ ٹھہری کہ مرنا گوارا کریں
جوفہ زرد و دم بین نواب کی
کریں اون کو سردار گردون چشم
او تر کر سر کوہ جان کاہسی
یہی قابل سرور ہی آج ہیں
انہیں پچلین سائے میدان کو
غرض جمع جہاں لشکر کیا
او تر کر سر کوہ سی بید رنگ
سنی چیر می صبا جب فی جب یہ خبر
کہا ایک سردار محنت از سی
کہ اچھی نہیں صورت جنگ یہ
تمباری عزیز و اقارب تمام

مگر چپ رہی مصلحت جانکر
ہوئی مشتہر قریہ و شہرین
ہوئی رفتہ رفتہ انہیں پہی خبر
ہوئی سنکی تیغ غضب حلال
پی مشورت جمع افسر ہوئی
وہی حشر پہ آشکارا کریں
جو پر توہین او سر شک ہتھک
دین سائے عبدالعلی خان کی ہم
کریں سامنا فوج باز خواہ سی
یہی آب و تاب در تاج ہیں
انہیں پر تصدق کریں جان کو
انہیں کو سپہدار و افسر کیا
مقابل ہوئی چار سو بہر جنگ
بنی صدر مہر فکری سی جان پر
ٹہری نامی ارباب اعزاز سی
برائی سی خالی نہیں ڈونگت
ریاست میں رکھتی اتک قیام

ریاست کا کچھ ذکر چھپڑا نہ تھا
 نظر سی جو گدرا وہ پر چھپڑا
 سمجھ کر دل حیلہ جو میں جواب
 امور ریاست میں جب دوید
 کہا چیری صاحب کا جواب نی
 مجھی ملک آصف سی دلوائی
 او نہوں کیا عرض جواب
 کسی امر آسان و دشوار میں
 کہا آپ کو سہو تقریر
 کیا پیش وہ خط مشکین قم
 اوسی چیری صاحبانی پڑہ کر کہا
 غرض میری تہی میم مکسور سے
 ریاست سی جو آپ کا حال میں
 زمین او سفدر حسن کردار
 اسی نامہ شوق میں میم پر
 تولد احسان فرمایے
 یہ سنکر جواب فریب اتھا

کوئی ملکی اوسدم بکھڑا نہ تھا
 لیا فکر سی چیری صانی کام
 رہی سوی نواب جو خطاب
 قرنی سی ہونی لگی گفتگو
 سکت چشم رشک دارا بنی
 وفادہ خاص فرمایے
 نہیں ہوں میں آگاہ اس باب
 یہ وعدہ نہیں میری اقرار میں
 مری پاس موجود تھ سیر
 کہا دیکھی ای سراپا کرم
 کہ تجنیں خطی میں دہو کا ہوا
 کہ مضموم باہر ہی مقدور سی
 مقرر ہی روزینہ ہر سال میں
 دلا دون گامین اپنی سرکار سی
 کہیں لکھہ گیا ہوں میں ضمہ گر
 مجھے وہ جبکہ آپ دکھلائی
 ہوئی تنگ نواب تیغ آزما

سوا می غنیم نام راوی مدام
 ازل می فریب انکی خلقت میں ہی
 یہ سب کچہ کیا عرض نواب سی
 جو پہچا تھا آصف اپنا سفیر
 وہ اسپر ہی کہتا رہا بیشتر
 ابھی جاگی آصف سی جملہ امور
 سماعت نہ کی برق و شعلہ عوا
 اوہر پونہچی چیر چسبا کے پاس
 یہاں تیز تر آکی مثل گمان
 اوسی وقت آصف فی یک قلم
 کہ احمد علی خان کو میں بیشتر
 طلب کر کے تمنی جو احباب سی
 رہی آپ کو یہ برا خبر خیال
 مری سامنی آپ کو زہر ہلار
 تم اپنی ممالک کی سردار ہو
 یہ تحریر اوس وقت پونہچی و مان
 بہم باتین ہوتی تھیں اخلاق کی

نکلنا نہیں چیری صناسی کام
 و غار و نر و شب اصل نیت میں
 نہ مانا چلے چند احباب سی
 کہہا سخت او سکوسمبھک حقیر
 نہ فرما تین جلد ہی حضور
 میں آتا ہوں ملی کر کی پیش حضور
 منگا کر ہوئے بی تامل سوار
 او دہر وہ سفیر پریشان حواس
 کیا حال نواب یکسر بیان
 کیا چیری صاحب کو نامہ رقم
 سمجھتا ہوں حقدار ملک پدر
 کیا وعدہ ملک نواب سی
 کہ ملک کشید ہی میرا حال
 کسی طرح کا کچہ نہیں اختیار
 جسی چاہو دی ڈالو تختار
 کہ دونوں تہی بیٹھی ہوئی شادمان
 عطف و عنایت کی اشتقاق کی

لگاؤ کرم اونکی ہی حال پر
 مبادا کہ جسد ملاقا ہو
 مجھے مفت میں جان کہو نا پڑی
 اسی وجہ سے ای گرامی گہر
 یہ کہ کہراو سیدم بصدر التیام
 کہ جو آپ فی اپنی احسان سی
 کوئی عذر زہار مجھ کو نہیں
 میں کروں گا رخصت خوانین کو
 سمجھ کر فقط آپ کو محمد با
 مگر آپ اتنا کرم کیجئے
 یہ نواب کا جب کہ پونچا پیام
 اوٹھا کر اوسی وقت کاغذ قلم
 روانہ کیا پاس نواب کے
 اوسے پڑھ کی پاس صداقت کیا
 ہوئی مستعد بنی خطر بنی ہراس
 سرا مشیران دانش شعاع
 کہا ای خدراوند جاہ چشم

رعایت ہی ہر وقت مد نظر
 خلاف طبیعت کوئی بات ہو
 عبث ماتہہ جینی سی دہونا پڑی
 نہیں جاسیکا میں وہاں عمر بہر
 یہی چیری صاحب کی بھیجا پیام
 بلایا مجھے خاص عنوان سی
 کسی طرح انکار مجھ کو نہیں
 نہ کہہ نکالتے کی آئین کو
 چلا آؤں گا بے تردد وہاں
 زبانی یہ تقصیر لکھہ بھیجئے
 ہوئی چھپر لکھ بہت شاد کام
 کیسی حسب خواہش وہ مضمون رقم
 فلک مرتبت رشک مہتاب کی
 خوانین لشکر کو رخصت کیا
 کہ چلکر رہیں چھری صبا کی پاس
 ہوئی مانع اوس وقت بھی چند بار
 یہ جانا ہی اسدم سرا پا ستم

اس وقت تشریف لیجائی
ملاقات کی بعد حسبِ مراد
شرائط کرین پیش جو آپ سی
فقراہی گاہ موعود
کسی چال فقرہ سی تدبیری
جو انگریز آیا ہوا ہی سفیر
و خدمت میں جس وقت ہو بار بار
کہا آپ فی میری نیت میں ہے
ملون چیری صاحب میں پیشتر
وزیر الممالک کو ہر طور سے
پس جنگ حافظہ جو حاجت ہو
چھ لین کو کر کے تختہ عام
کیا عرض پہر ای شجاعت پسند
نہیں چیری صیاح کی خیمتیار
و یا سنکے نواب فی یہ جواب
مگر کیا کردن آصف جم شہ
طرقدار احمد علی خان کی میں

ابھی آپ آصف سی مل آئی
بس اب کیجی طی یہ قصہ ساز
کہیں جس کسی امر کو آپ سی
ضرورت کو کر لیجی گاہ قبول
نکلیے اس آفت کی تسخیر سے
یہاں روز و شب ہی اقامت پڑ
اوسی دیکھی بے تردد جواب
ارادہ دل حق طویت میں ہی
اونہیں کے وسیلی سی ہون چاہر گر
خیال او نکا ہو گا سوا اور
کیا تھا ہی شش منزل فی ہی
کیے طے مہات ملکی تمام
یہ جانا نہ ہو گا کہ ہی سو دست
کہ لیا وین وہ پاک و شہرہ
جو تم کہہ رہی ہو یہی ہی صوا
او ہر پہر رہی میں محبت کی
ارادی شب و روز حسان کے

یہی سائے جملہ پیادہ سوار
وہی ساز و سامان و اسباب جنگ
ادھر ہو چکی تھی فراہم سپاہ
نہ پوچھا اسکے فوج آصف ضرر
وزیر الممالک فی انجم کو
روانہ کیا ایک لائق سفیر
کہا جاگی کہنایہ نواب سی
خوانین لشکر کو رخصت کرین
ریاست کی نسبت جو تکرار ہے
یہ کل جہ گری پہلی ملاقات میں
ادھر تو یہ تھی صورت التیام
کہ دل میں نہ وسواس کچھ لائی
مناسب نہیں شور و شر ہر طرف
پی جنگ اوٹھائیں نہ تلوار آپ
پس شرط و اقرار و عہد بہم
یہ دونوں طرف سی جب آیا
کہا بعض مستان فی او گھڑی

کیا کوچ اوسیں سو کو ہزار
وہی سائے انبوه فوج فرنگ
بخوبی بنالی تھی بجای پناہ
محاصرہ ہی گرد شام و سحر
گوارا کیا رسم پیغام کو
کیا اوس سببی پردہ رازہ ضمیر
کہ ہمسے ملین چند احباب سی
بیان آکی ہمسے حقیقت کرین
شب و روز بیکار بیکار رہے
ابھی ہونگی طی بات کی بات میں
ادھر چیری حبانی ہیجا پیام
مری پاس تنہا چلی آئی
یہ ہنگامہ کر دیکھی ہر طرف
لڑائی سی ہون دست بردار آپ
ولا دین گی آصف سی کچھ ملک ہم
ہوئی شا و نواب عالی مقام
بگڑ کر نصیبون سی یہ بن پڑی

ارادہ کیا خود سو رزم گاہ
کہا چیری حبیبانی ای جم چشم
ابھی آپ تشریف رکھیں یہیں
کہا پھر کرین اسکی تدبیر کیا
کہا کچھ مدد وقت چرپا ہی
اوس وقت ہمراہ فوج گران
یہاں دونوں بیٹھی تھی حسی
پہر آواز تو پون کی آنی لگی
کہا چیر لیا حبیب نے پر شاد شاد
یہ معلوم ہوتا ہی انداز سے
ہوئی فتح اقبال سی جلوہ گر
گہری بہر کی بعد ایک اشتہر سوار
پہونچ کر شتاب اوسنی کہولی زبا
دونامی خوانین کی لاکی سر
جو دیکھا تو آیا نظر ناگہان
مقابل میں بہت ابٹم شمس قمر
پس خرمیہ بامی دید و شنید

روانہ ہون فی الفور لیکر سپا
فرمایا کچھ تردد الم
لڑائی میں عجلت مناسب نہیں
مداوای برگشتہ تقدیر کیا
کہا کچھ سبب جی بس قدر چاہی
کی چند قند ماری افسر روان
کہ ناگہ لڑائی کی میدان سی
ہوئی خوشش کہ محنت کھانی لگی
کہ ای آسمان قدر فرخ نہاد
ہویدای تو پون کی آوازی
بگڑ کر بنے پہر لڑائے مگر
ہوا عرصہ جنگ سی آشکار
لڑائی کا قصہ کیا سب بیان
کی نذر ثواب فخرت رہ فر
سر مصطفیٰ خان عالی نشان
عمر خان کی بیٹی کا رکھا ہی سر
ہوئی عید سی بڑے کی اصف کو عید

لیسی ساتھ جملہ پیادہ سوار
وہی ساز و سامان و اسباب جنگ
اوہر ہو چکی تھی فراہم سپاہ
نہ پونچا اسکے فوج آصف ضرر
وزیر الممالک فی انجم کو
روانہ کیا ایک لائق سفیر
کہا جاگی کہنہ سایہ نواب سی
خوانین شکر کو رخصت کرین
ریاست کی نسبت جو تکرار ہے
یہ کل جہگڑی پہلی ملاقات میں
اوہر تو یہ تھی صورت التیام
کہ دل میں نہ وسواس کچھ لائی
مناسب نہیں شور و شر ہر طرف
پی جنگ اوٹھائیں نہ تلوار آپ
پس شرط و اقرار و عہد بہم
یہ دونوں طرف سی جب آیا پیام
کہا بعض محبت ازنی او سگڑی

کیا کوچ او سیرم سو کو ہزار
وہی ساتھ انبوه فوج فرنگ
بخوبی بنالی تھی جسای پناہ
محاصرہ ہی گرد شام و سحر
گوارا کیا رسم پیغام کو
کیا او کسی بی پردہ رازہ ضمیر
کہ ہم سے ملین چپ۔ احباب سی
بیان آکی ہم سے حقیقت کرین
شب و روز بیکار بیکار رہے
ابھی ہونگی طی بات کی بات میں
او دہر چیری حبانی ہیجا پیام
مری پاس تنہا چلی آئی
یہ ہنگامہ کر دیکھی ہر طرف
لڑائی سی ہون دست بردار آپ
ولا دین گی آصف سی کچھ ملک ہم
ہوئی شاد و نواب عالی مقام
بگڑ کر نصیبون سی یہ بن پڑی

ارادہ کیا خود سو رزم گاہ
 کہا چیری صبا کی امی جم چشم
 ابھی آپ تشریف رکھیں یہیں
 کہا پھر کریں اسکی تدبیر کیا
 کہا کچھ مدد وقت چرپا بھی
 اوس وقت ہمراہ فوج گران
 یہاں دونوں بیٹھی تھی جیسے
 پہر آواز تو پون کی آنی لگی
 کہا چیر صاحبہ پر شاد شاد
 یہ معلوم ہوتا ہی انداز سے
 ہوئی فتح اقبال سی جلوہ گر
 گہری بہر کی بعد ایک اشتہر سوار
 پہونچ کر شتاب اوسنی کہولی زبا
 دو نامی خوانین کی لاکھی سر
 جو دیکھا تو آیا نظر ناگہان
 مقابل میں بہت اشمس قمر
 پس خرمیہا می دید و شنید

روانہ ہوں فی الفور لیکر سپا
 نہ فرمائی کچھ ترود الم
 لڑائی میں عجلت نہ سبب نہیں
 مداوی برگشتہ تقدیر کیا
 کمک بھیجی جس قدر چاہی
 کیی چند قند ہاری افسر روان
 کہ ناگہ لڑائی کی میدان سی
 ہوئی خوشش کہ محنت ٹھکانی لگی
 کہ امی آسمان قدر فرخ نہاد
 ہویدا ہی تو پون کی آوازی
 بگڑ کر بنے پہر لڑائے مگر
 ہوا عمر صحت جنگ سی شکار
 لڑائی کا قصہ کیا سب بیان
 کیی نذر نواب فرخندہ فر
 سر مصطفیٰ خان عالی نشان
 عمر خان کی بیٹی کا رکھا ہی سر
 ہوئی عید سی بڑے کی اصف کی عید

فراہم کیے کچھ پیادہ سوار

کیسی مورچی ہر طرف استوار

رفتہ رفتہ از جانب زیر الممالک نواب آصف الدولہ بہادر

برای مصالحت جناب مستطاب محلی القاب نواب

غلام محمد خاں صاحب بہادر نورالتد مرقدہما

پلا جلد ساقی سرخ رنگ
کہانتک کروں جنگ شیران
بس اب مختصر زور بازو کروں
کہوں آصفی فوج کا حال کچھ
ہوئی پہلے کنپوس سیبوت جنگ
لڑی گٹھہ کی مردان فیروز مند
وزیر الممالک سی ہو کر اوداس
بظاہر بری ہیں لڑائی کی ڈھنگ
شجاعت پٹھانوں کی مشہور ہے
خوانین شاید ہوئی روٹھ کبری
دیروں میں تلوار چیلنے لگی
وزیر الممالک یسکر قیاس

کہ ہوں روز کے قضی جیگر دستنگ
بہت کی نبرد و لب ان رقم
یہ افسانہ رزم کیسو کروں
شناؤں نئی شان اقبال کچھ
چلی تیغ چلکر گراب و تفنگ
ہراک سمت سی ہو گئی توپ
کیا چیری صاحب فی یہ التماس
نہیں آتی آواز توپ و تفنگ
تہور سی یہ قوم مجبور ہے
یوریش کر کی سب توپوں پر آہمی
غج اعون کی حسرت نکلنی لگی
نہایت ہوئی مضطرب و بدحواس

یہ بہرہ کی وہ دونوں عالی گہر
اویس وقت باگ اسپ نواب کی
پرستش سی تازیان کی وار
وہ بیتاب ہو کر بزرگ شہر
بنا اور نی مین صاف وہ تند خو
یہ کتنی تہی رانوں مین گورو کی تمام
کئی کوس تک جادہ و راہ پر
یہ دونوں ہی ہمراہ نواب کے
یہاں تک یہ شب دیز سرپٹ گیا
روا رواٹھاتی ہوئی درو و ریج
وہاں راہ مین خستہ و پرغبار
شتاب او سکی گھوڑی کی لیکر لگا
ریاست مین ازب کہ شام و سحر
مبوی شہرت آخر اس آئین کی
محل مین تہی جتنی صغیر و کبیر
یہیں چوڑ کر شان و شوکت سوا
وہیں پونہی نواب جسم جاہ ہی

ہوئی مستعد قصد و کخواہ پر
کسی پیل سی پیر کر کاٹ وی
کیے دونوں صاحب فی جتیا
نگاہوں سی نہان ہوا بہاگ کر
کہیں ہوش عاشق کہیں بنگ رو
نہ رکتا وہ اسپ گستہ لگام
سوا گرو کی کچھ نہ آیا نظر نہ
ہوئی سمع ان برق بیتاب
کہ بعد فسادت بہت گہٹ گیا
یہ پونہی دم چن مین میر گنج
ملا ناگہاں فوج کا ایک سوار
کیا تو سن جادہ پیا کو رام
لڑائی کی آتی تہی ہر و خم
کہ گہری لڑائی خوانین کے
زن و مرد و طفل و بزرگ پیر
روانہ ہوئی تہی سولال و انک
وہ دونوں عزیزان ہمراہ ہی

یہاں کون ہی یار و اغیار سی
سلامت اگر آپ کی جان ہی
جہاں چاہیں گی ساز و سامان
مبادا اگر نفع دیگر ہوا

کسی نہ بن آئی گی کوئی بات
قرب آپ کی فوج کفار کی
بس اب کبھی خیر ہو ارکو
دیا اون کو نواب نی یہ جواب
کہرون کیا میں اس وقت معذور

قدم پیچھے آگی سی ہنٹی نہیں
ابھی تک وہی شوق ہی جنگ کا
گزر جاؤں ہر چند میں جان سے

یہ کہہ کر ارادہ کیا بخیطہ
بڑا کر سمتِ سبک گام کو
اوہوں نے جو دیکھی یہ عجیب اسنگ

یہ اس دم ہجومِ غم و جوش میں
خفا زندگانی سی ہیں جان سی

نکل چلے میدانِ پیکار سی
تو ہر کار و دشوار آسان ہی
وہیں جمع ہو جائی گا بید رنگ
تو یہ جاننی گہر ہی ابتر ہوا
مشکل ہی کہ دو لہا کی دم تک ہرا
نہیں یہ جگہ ضد کی اصرار کی
یہاں سی نکل چلے کہسار کو
کہ امی ہمدان تہور مآب

تہور کے عالم میں مجبور ہوں
ارادی لڑائی کی گہنٹی نہیں
کوئی غم نہیں حالتِ تنگ کا
ولیکن ہٹو گانہ میدان سے

کہ حملہ کریں فوج بد خواہ پر
لڑیں تیغ سی آپ انجم کو
کہا اب بڑی ہیں طبیعت کو ہنگ
نہیں ہیں کسی طرح اب ہوش میں
بجرا انکو لچلے میدان سی

سنا جبکہ نواب فی بیان
 نہ بن آئی کچھ فکر و تدبیر سی
 بہر آید غمزدہ و رومی
 یہ ہنگامہ یکسی دیکھ کر
 گو ارا غم و رنج فرقت کیا
 فقط رہ گئی خود بہ نفس نفیس
 لگاتی تھی نواب بمیشل تیر
 برابر دم جنگ پیش نظر
 ہر اک تیر میں ایک دو آدمی
 وہ ترکش جو تیرون سخیالی ہوا
 لیا اور ترکش بصد کرفتہ
 اوسے طسج ناوک لگانی لگی
 یہاں تک لڑی حسن تدبیر سے
 جو ہر اہل اعزاز تھی
 طلب اون سی ترکش کیا تیر کا
 اونہوں نے کہا ای تہور نشان
 کیا وقت مروانہ آہنگ کا

ہوئی شملکین مثل شیر ریان
 ہوئی یاس برگشتہ تقدیر سی
 کیا سینہ خالی دم سرد سی
 کیا چشم حق بین کو اشکو نسی تر
 یہ مجبوری اونکو بھی نصبت کیا
 چپ و راست دو خانہ انی نہیں
 نہ کہتی تھی اس فن میں اپنا نظیر
 رہی ناوک اندازہ بدخواہ پر
 گراتی تھی بالائی خاک زمی
 نہ کم حوصلہ غم عالی ہوا
 لگا تھا جو پہلے سی رہا رہا
 تلنگون کو تودہ بنانی لگو
 کہ خالی کیا اوکو بھی تیر
 عزیز و اقارب میں ممتاز نہ
 لیا داغ دل پر نہ تاحیب
 مناسب نہیں اب ٹھہر
 زمانہ نہیں اب راجہ

اوسی کثرت فوج خو نریر سی
 یسنگر ہی نواب اس جنگ میں
 کیا طہا ہر اپنا ارادہ وہ
 کہ شاید ہو غلبہ میسر ہمیں
 بڑی ہر دلیہ ان جنگ آزما
 نہ پہونچی تھے حد تک بی سادہ برگ
 وہی ہر شکست آزمائی بڑی
 ہو تین تو میں ہر سمت آتش فشا
 گراہوں کی بوچھاڑ پرنی لگی
 زیادہ چارم سی پرکٹ گئی
 بشکل مقدمہ دلیران جنگ
 اب اس فوج میں کل سپاہ سوار
 جہکا کر سہر عجز آواب سی
 کہ اول تو مشکل پہونچنا وہاں
 سوا اسکی کٹ جائیں کل جانثار
 اود ہر کثرت فوج سی ہر کہیں
 اود ہر خستہ و دلفگار آدمی

یہیں آکی ہر لڑائی انگریزی سی
 رہی ستقل حالت تنگ میں
 کہا حملہ آخری ہر سی
 کمری لطف یزدان مظفر ہمیں
 سو فوج بدخواہ کشور کشا
 کہ آیا نظر گرم بازار مرگ
 گہٹا حوصلہ نارسانی بڑی
 بنا عرض جنگ و زخ نشان
 نصار کی سب فوج لڑنی لگی
 گڑھی کشتہ خستہ سی پٹ گئی
 پھری ہر گزر گاہ سی ہو کی تنگ
 رہی زندہ باقی اڑائی ہزار
 کیا عرض اون سب فی نواب
 اور ایسا ہوا ہی تو نصرت کہان
 نہیں کچھ ہی ہونا دم کار زار
 نظر آتی ہے غرق آہن زمین
 فقط ہیں اڑائی ہزار آدمی

مالکی اک اور حملہ کرو

بافسروں کی کہ ای جم و قار

نوبہم گہوڑوں کی آئین بی ہراس

جوین پرتی مروان پیکار سے

مگر کیا کریں سخت مجبورین

سناجب یہ مضمون پیر اضطراب

کہ بان سچ ہی یہ عذریجا نہیں

لگتا ہروسی پرائند کے

یہ سنکر خوانین فرمان پذیر

گنتی ہوں گی کچھ دور پیر اضطراب

برسنی لگین گولیان چارسو

رہی فوج نواب کم اور بھی

پہونچنا تو کیسا پہری راہ سے

کہ یہ فوج نصرت کے ارمان میں

مناسب نہیں اب ٹھہرنا یہاں

پہونچ کر کہیں دامن کو دین

فرابم خوانین کو کیجئے

شجاعت میں نام آج پیدا کرو

اگر کچھ بھی اسوقت ہوتی سوار

اسیدم پہونچ جاتی تو پونکی پاس

دکھاوتی شمشیرِ خوشخوار سی

کہ تو پون سی میدان میں پہونچ

دیا اوکو نواب فی یہ جواب

کسی طرح ممکن پہونچنا نہیں

اوٹھا و مزی مرگ ناگاہ کے

بڑی دشمنوں کی طرف ناگزیر

کہ پرنی لگا ہر طرف سی گراب

تشریف لگی خستہ جان چارسو

ہوا قہر میں یہ ستم اور بھی

کیا عرض نواب جم جاہ سی

نہ کٹوائی مفت میدان میں

کسی سمت لازم ہی عطف

کسی دامن و رد اندوہ

موافق اراکین کو

سوا اسکی کیا اسکا چارہ کروں
 کہ ہوں قتل مجبور و بی اختیار
 اور احمد علی خان فرخ شیم
 نکلنے نہ پائیں وہ ایوان سے
 خدا خوب واقف ہی اس جنگ سے
 نہیں چین سی یہ کتارہ کشی
 کسی اور موقع میں مانند شیر
 غضب میں ہوا تنگ لایا یہ رگ
 ہوا حریف زن قوم سی ناگہان
 یہ سنتی ہی وہ فوج آہستہ
 کیا منع ہر چند نواب نے
 گہری بہرین میدان روزِ مصافحہ
 فقط چند مردان فوج میں
 قرینی سی ہوتا تہا یہ آشکار
 ہوئی جمع اون سب کے افسر تمام
 بجالائیں اسوقت کیا جان تبار
 کہا میری نزدیک ہر رنگ سی

یہ میدان کیونکر لڑے گا
 محمد علی خان والا تبار
 رہیں روز و شب قید زندانِ غم
 ریاست کرین آپ اس شان سی
 ہر اسان نہیں میں کسی رنگ سی
 فقط دل کی ہی آج یوں ہی خوشی
 دکھا دیگا اپنی شجاعت و لیر
 کہ پھیری سو خانہ گہوڑی کی باگ
 کہ ہون زن طلاق اب جو بھری بہا
 ہوئی رزم گاہوں سی برخاستہ
 نہ مانا سپاہِ عثمان تابانی
 نظر آیا مثل کف دست صاف
 جو تو پون سی بچکر کھڑی تھی وہیں
 کہ تعداد میں ہونگی اربع ہزار
 کیا عرض ای خسرو نیکنام
 ارادی میں ہی صلح یا کارزار
 کوئی بات بہتر نہیں جنگ سے

حد و نہ فی حسن گفتار سی
کہ فوج یمن فی جو وقت قتال
تہمین اب یہ لازم ہی ہمت کرو
یہی دن صفوں کی صفائی کا ہی
یہ سردار فی سنکی ترغیب جنگ
فی قتل کینو جوار شاہ
کٹری بہرین اس فوج کو کاٹ کر
مگر کیا کروں میری دل پر ہنوز
کہ جس روز اہل بغاوت کی ساتھ
تمنا ریاست گزینی کی تھے
کیا تھا یہ فدوی فی خدمت میں
جو دربار میں ہوتی ہوں باریاب
حضور کی حبس کو لیاقت نہو
اونہیں ساتھ جانا نہیں کچھ ضرور
یہ سنکر بھی آپ فی بی و ہرگ
وہ دلت بھی آج تک یاد ہے
نہیں ہوتی ہمت کہ بدخواہ سی

کہا لشکر چپ کی سرداری
کی کام ظاہرین بی قیل و قال
بڑھو آگی مروانہ تجربات کرو
یہی وقت تیغ آزمائی کا ہی
کیا عرض نواب سی بیہ رنگ
مری آگی کیا اسکی بنیاد ہی
ابھی کہینچ لاتا ہوں تو پین اوہر
وہ داغ ندلت ہی آتش فروز
چلے آتی تھی آپ کثرت کی ساتھ
ہوس دلمین سندنشین کی تھی
کہ مجمع سی جانا نہیں کوئی فرض
اونہیں ساتھ لیجا ہی جیسا ب
جنہیں یاد آداب صحبت نہو
نہ لیجا ین سمراہ اپنی حضور
دیا تھا غبت بہائون میں جہرگ
سنان رگ جان ناشاد ہی
لڑوں آج میں تیغ جانکاہ سی

بہت خوش ہوا دل خوانین کا
 مگر تباہ و افسر نہایت لیر
 کہا جمع کر کے پراگندہ ہوش
 یہ کیونکر ہو تم تو مجھی نیزی پر
 اوس وقت پستول کھینچ کر
 دھن میں او تر آئیں وہ گولیاں
 اسی طرح سرور یا ضلعیم
 لڑی ایسی اوسدن کہ زیر فلک
 اسی جنگ میں وہ وحید و فیر
 فتح و فتح ان فرخندہ فر
 لڑی اس شجاعت اس شانسی
 جد ہر جا پڑی لیکے تیغ و تبر
 صف جنگ میں اونکی تلوار پر
 بہت سعی کی پر نہ کامل ہوئی
 ولیکن ہوا لڑتی لڑتی ضرور
 کہانتک کروں یہ شجاعت رقم
 غرض جب وہ کسپو بصد کرو فر

فلک تک گیا شور تحسین کا
 کہ اسوقت مشکل میں ہی مثل شیر
 کہ ای خان تیغ افگون سخت گوش
 کرو جیگر میں کروں در گذر
 کیسی فیدہ پستی سی بالائی سر
 روانہ ہوئی روح سوی حسنا
 عزیز عمر خان محمد نسیم
 فسانہ ہی آفاق میں آہنگ
 ہوئی خوب لڑ بہرگی آخر شہید
 پس رہی جو دواونکی تہی نامور
 کہ منہ کر گئیں فوجین میدان سے
 منظر آئی سیکڑوں خاک پر
 اجل صدقی ہوئی تہی ہر وار پر
 شہادت کی دولت نہ حاصل ہو
 بدن غنچی کی طرح زخموں سے چور
 کسی سی نہ تھا کوئی حیرات میں
 صف آرا ہوا اکی پیش نظر

میری فکر کچھ کام کرتی نہیں
مناسب یہی ہے کہ تہہ وادہر
کہا آپ دیکھیں تو ای جہ شہم
سوار ہی میں جو اونکی رہو اترتا
سمند سیہ زانواں لایا
دم عرش قیمت نہیں چند بار
و کہ انا جو سرعت وہ اوڑھ کر کبھی
اگر کچھتے تصویر بالائی سنگ
اویسی گھوڑی پر وہ گرامی گھر
چلے گد گداتی برابر اویسی
سبب یہ کہ گولے کی بوچھاڑ تھی
قریب آکی پونجی تو آیا نظر
کٹھری میں قواعد کے آئین سے
دبا یا جو رانوں میں رہو ارکو
ہراک کی بند ہی رہ گئی تکتی
ادھر چپارون پتلی سی وہ رہو
ادھر جکوتا کا تہا وہ نامور

جو کہتی ہو دل میں تہہرتی نہیں
کرو ان خیالات سی در گذر
اسی وقت کیا آج کرتے ہیں ہم
صبا سیر تھا برق رفتا رہا
کبھی آنکھوں دیکھنا کانوں
خریدا رویتی تھی بارہ ہزار
پہنچتا نہ سایہ برابر کبھی
ہوا بسکی اوڑھا یا شوخی سی نگہ
بڑے جانب اند نامور
لگائی ہوئی اوچھپون پر اویسی
ادھر توپ جو تھی شریر بار تھی
ہراک سمت گوری اویسی طور
خبردار بندوق سنگین
اوڑا یا جو اوس باد رفتا رک
تہو اویسی سنگین کی چوچکا
ہوا جلوہ بخش زمین قدر
مع کچھ جڑ جڑی ہر آیا نظر

میانِ دلبرانِ فیروز و زمند
یہاں فکر سیسے کے پیر و انگلی
کہ بیٹی عمر خان کی اس جنگ میں
پہری خرم و خندہ زن پر سرو
برنگ گل لالہ و نارون
بڑی کاہشِ حسرت و آہ سی
کہ فدوی تصدق ہوا آپ پر
لڑا خوب ہر چند کفار سی
مگر یہ رہی جاتی ہی آرزو
نہ آیا مری سامنی وقتِ جنگ
اسی واسطے ہون میں امیدوار
وہ انگریز نامی جو سردار ہی
اسی میں کسی فن سی کردار سی
کہا آپ فی ای عقیدت گزین
یہاں کیا کسی ملک میں شہرین
تم ایسی ہی ہر چہ ہیت مشہور ہو
مگر قلعہ میں کس طرح جاؤ گی

ہوا ہر طرف شورِ تحسین بلند
لکھون ایک نامی کی مردانگی
ہوئی خستہ جب حالتِ تنگ میں
مگر مثلِ صد برگ زخموں کی چوہ
سراپا بہر خون میں پیرہن
کیا عرضِ نوابِ جسمِ جاہی
کوئی دم میں ہوئی ارم ہی سفر
کیا قتل بہتوں کو تلوار سے
کہ اب تک کوئی افسر نام جو
نہ مینی کیا قتل او سی بید رنگ
کہ پہر آپ دینِ رخصتِ کارزار
جو رکھی ہوئی ٹوپی پر دار سے
کہوں قتل نیزیسی تلوار سے
تمہاری شجاعت میں کچھ نہیں
نظیر اب تمہارا نہیں دہر میں
بکیتی بکیتی میں مذکور ہو
کہ ہر ایسا موقع محلِ پاؤ گی

بہر اہتاجو پہلی سی اونین گرا
ولیکن نہ آئی ارادی سی باز
دیرانہ جا کر جو پونہچی قریب
پچھا کو سون ہر سمت لاشوں کا کفر
ندی بہرنی کی پیر تو فرصت نہیں
وہین رکھ لیا سب کو تلوار پر
ہوئی بسکہ فی النار قوم پلید
نہ جب تاب لائی وہ تلوار کی
اوڑاتی ہوئی خاک میدان جنگ
کوئی ٹیکرہ تہا وسیع و بلند
کہا افسروں نے کچھ ایسا ومان
جو کپنوترائی میں تہا تازہ دم
قدم جلد اوٹھا وٹمک کی لیے
دیران لشکر شکن کو ادھر
گئی تو بین گوروں کی قوت کی ستا
عزیزان و احباب کی سامنی
زبان مبارک سی بی اختیار

وہ کہا کر گری خاک پر جیسا
وہی رکھی مد نظر ترکستاز
ہوا پیر گرا ب انکو کہا نا نصیب
ہوا غل شجاعت کا تا بام عرش
دکھا دی دیر سی شجاعت اونین
رکھی پیر سپاہی نہ سردار پر
جہنم گیا بھول بل من مزید
ہوئی فکرمامن کی زہار کی
ہٹی مضطرب ہو کی فوج فرنگ
اوس سی پر یہ سب چڑھ گئی بی گزند
کہ اوس فوج فی قلعہ باندھا دیا
کی اوس کو چنہل فی چٹائی قم
اسی وقت آؤ کھمک کی لیے
جب آیا وہ میدان خالی نظر
ادھر کہینچ لائی شجاعت کی ستا
کٹری کر دین نواب کی سامنی
کہا آپ فی مرحبا چند بار

ہزاروں تڑپتی سسکتے رہی
 لہو کی جو چہینٹیں اوڑھیں رو بہ جنگ
 ادھر سینی پر کہا کی ضرب شدید
 نئی اک ہوئی اور نازل بلا
 کہ پچھو اسی پروانی پسانہ لگی
 وہو ان پہر پڑا تو پون کا سگھری
 اندھیرا نگاہوں میں پیدا ہوا
 عجب ہر طرف سخت پیکار تھی
 سواروں کی ہر سمت وہ ترکتار
 وہ چہرہ کی بوچھا امید نہیں
 وہ موج ہوا وہ ہجوم غبار
 وہ لاشیں جو انان خو بخوار کی
 ہزاروں وہ زخمی پڑ گئی ہوئی
 فرض اوس قیامت آثار
 لیران نواب فی وقت جنگ
 لئے ساتھ اپنی ہزاروں دلیر
 ور کی عالم میں چھوٹی بڑی

وہیں خاک پر سر پڑ گئی رہی
 نظر آئی موج ہوا سرخ رنگ
 ہوئی گولی سی مصطفیٰ خان شہید
 دم جنگ پہ رنگ لائی ہوا
 لڑائی کی صورت بدلنی لگی
 ادھر کے دیروں کو مشکل پڑی
 ممیز نہ اپنا پیرا یا ہوا
 قیامت کی بل چل غودارتھی
 وہ دشت اجل دو نون جاوڑا
 وہ اوڑنا ہزار ونگا ہر آن میں
 وہ ہونا زمانہ کا تاریک وتار
 کچلنا وہ ٹاپون سی رہوار کی
 ہزاروں زمین پر سسکتی ہوئی
 اوسے عالم تیرہ وتار میں
 جو دیکھا سوار ونگا اپنی یہ رنگ
 بڑھی جوش میں صورت تند شیر
 نظر کی طبع تو پون پر جا پڑی

تب افسر کے آواز پر ایک بار
 پہرہ سوقت چلتا ہی ہم گراں
 یہاں بھی نصارا اس حال ہی
 سواروں نے لڑنے کے ارمان میں
 اٹھی پیچھے بولی پر انگریز کے
 ادھر کے سواران چاہک رکاب
 اوٹھادی سبک خیز گھوڑوں کی باگ
 بہم خوب تلوار چلنی لگی
 وہ افسر سواران کفار کا
 پہنشی وہ نہ بی حکم سرداری
 جدائی میں انکی ہوی دیر جب
 پس پشت افسر تہی جو توپ پر
 یہ دیکھا کہ دونوں طرف کی سوار
 کسی طرح ممکن رہائی نہیں
 اوٹھوں نے کیا سب سے قطع نظر
 چلا فوج پر ہر طرف سی گراں
 ہزاروں سپہ خلد راہی ہوئے

چپ و راست پہٹ جاتی ہیں
 اوٹھاتی ہیں دوزخ کا جانیں غداں
 لڑی بڑھ کی فوج عدو مال سی
 کئی فیہ پستول میدان میں
 ڈاگھوڑوں کو نرم ہمب کے
 بڑی باڑکا اون کو دیکر جواب
 لگا بی خس عمر دشمن میں آگ
 عداوت و لون سی مکھنی لگی
 ہوا حصہ خونریز تلوار کا
 اوترتی رہی گھاٹ تلوار کے
 نہ پایا گیا خاص کوئی سبب
 اوٹھوں کیا دور میں سی نظر
 ابھی کر رہی ہیں بہم کارزار
 کوئی شکل مشکلاکشاں نہیں
 دیا حکم ہی پڑی توپ پر
 بہادر گری خاک پر بھیاں
 قبول شہادت پناہی ہوئی

کنا مصطفیٰ خان فی ای چشم شرم
 کہ فوج یمن پر سپاہ یار
 اگر فتح کر لی انہوں فی جنگ
 کہیں شرم سی منہ دکھائیں گے کیا
 اگر بہاگی یہ فوج کہا کر شکست
 ہوا ایک دم یمن بگڑ جائی گی
 یہ احسان بہر خدایہ کیجئے
 کرین خوب جی بہر کی دشمنی جنگ
 حضور آج دیکھیں دم کارزار
 جمائیں ہین فوجین جو پیش نظر
 ابھی کاٹ کر ڈال دیتی ہین ہم
 یہ سنکر ہوئی خوش وہ کشور کشا
 یہی گفت گو ہو رہی تھی یہاں
 سیاہہ دکھاتا ہو جا بجا
 سبب یہ کہ اکبٹر دم کارزار
 وہ لڑ پڑ کے کچھ دور سی بخنظر
 مخالف کی جب فوج لڑتی ہوئی

ق

گوارا کرین کس طرح اسکو ہم
 مقدم ہووے سنگا مہ کارزار
 تو ہم ہوں گی مٹ ہووے نام ہنگ
 جو پوچھی گا کوئی بتائیں گی کیا
 تو ہو جائیں گی جو صلی سب کے نسبت
 ہماری بھی قوم اُن نظر آئی گی
 اجازت ہمیں پیشتر دیکھنی
 نہرہ جائی لڑنی کی دل میں اُمنگ
 کہ کیسی لڑی آپ کی جان نثار
 لگائیں ہین تو ہین یہاں جس قدر
 اسی وقت سب چہین لیتی ہین ہم
 کہا آخرین مرحبہ مرحبہ
 کہ فوج عسروسی او دہرنا گہان
 سواروں کا جھنڈ آگی بڑیا
 بڑیا تی ہی یہ قوم پہلے سوار
 لگالاتی ہین فوج کو توپ پر
 قریب آتی ہی گرتی پرتی ہوئی

وہ سسکھا کی پل تک پہنچ کر تمام
ترائی میں کالی ہوئی خیمہ زن
لڑائی کی سامان واسباب سی
ہوا جلوہ گر صبح یون آفتاب
جوش گلیں جنکین اود ہر دھوپ میں
خوائین سمجھے کہ شاید یہاں
سبب یہ کہ اس فوج فی عمر بہر
ادھر تو سن برق و شہ پر سوار
کہا اہل لشکر سے ای صفت شکن
مقابل میں آئی ہی فوج فرنگ
قریب آگیا وقت شمشیر کا
مخاطب ہوئی پیر و ہمیشہ جہا
سو راست آمادہ کار زار
بڑی افسر اس فوج جبار کے
کہا اون سی نواب فی کان میں
سوچ ہی جو فوج قوم دلیر
تمہیں یکہ کر خوب لڑ جائی گی

اقامت کا کرنے لگی انتظام
بڑی گوری باندھی ہوئی سیکن
مقابل ہوئی فوج نواب سے
کہ جیسے ہو دریای خون میں جناب
نیارنگ آیا نظر دھوپ میں
کوئی چشمہ ہی موج زن ہر زمان
نہیکہا تھا انگریز کا کرفس
صف آ رہی نواب عالی تبار
یہ دریا نہیں سامنی موج زن
سیاہہ دکھاتی ہی یہ بہر جنگ
زمانہ گیا سستہ و دیر کا
سو افسران شجاعت پناہ
سپاہی تھی او سو وقت بارہ ہزار
عمر خان تھے مصطفیٰ خان تھے
کہ اس دم مناسب ہی میں اینین
یہی جنگ جو پہلے ہو مثل شیر
شجاعت دکھانیکو اڑ جائی گی

انہیں ناظم شہر دیکر تدار
 سمجھ کر یہ باتیں سردا فرضول
 کہا گو نہوں آپ کی دروند
 مگر یہ نہو گا کسی رنگ سے
 سبب یہ کہ سردار مذکور پر
 کہ جو جنگ بگڑی ہوا انقلاب
 نہریت ہر ایک پر بلا لائی گی
 اسی قوم میں ہیں یہ سردار بھی
 خلاف شرافت کرینگے نہ کام
 یہ سن کر نکی چپ ہو رہی وہ جناب
 ووالی کے دن حکم نواب سی
 اوٹھا کر مسافت کی تکلیف رنج
 زمانی کی ناتھوئی پا کر نجات
 دم صبح مردان فولاد سنج
 او دہرا صفی فوج ہی بید رنگ
 کوئی فتح کنج اور تہا سوئی شوق
 نصارا کی گنہگار ہو ہمراہ تھی

یہیں چوڑو چپ ریل و نہار
 کیا افسروں نے یہ بھی قبول
 نہو او نکو مسند نشینی پسند
 کہ آنکھیں چپرائیں صف جنگ سے
 بخوبی یہ روشن ہی شام و سحر
 تو ہو گی نہ تنہا ریاست خراب
 یہ کل قوم برباد ہو جاسی گی
 خرابی بچا ہین گے اپنی کبھی
 رہیں آپ بی فکر اس ملام
 دیا پہر نہ کچا فسر و نکو جواب
 بڑی فوج سامان و اسباب سے
 کیے خیر پیش و پس میر گنج
 بسری وہیں سب سے جھگڑ کی رات
 ہوئی داخل مغربی فتح کنج
 پہونچ کر مقابل ہوئی بہر جنگ
 وہاں او تری وہ فوج آہن میں غرق
 شب و روز دسوز بدخواہ تھی

مین کہتا ہوں اب بھی یہی بار بار
اگر مسلح تکیو گوارا نہو
تو کر لو کسی وقت پر کر کے کید
دورنگی سی اونکی یہ پیدا ہی رنگ
مجھی خوب تحقیق ہی بخلاف
کہا افسرون فی کہ ای چشم
کسی نے کہا ہی غلط آپ سی
گرفتار انکو کریں ہم اگر
اسیدم بگڑ جای یہ قوم سب
زبردست دشمن سی ہی پتیننگ
دیا اونکو نواب فی پسر جواب
جو کہتا ہوں مین خوب تحقیق ہی
سوا اسکی ہی قرین قیاس
عام اونکی صحبت رفاقت مین
یہ ممکن نہیں قتل نواب سی
نہیں انسی محکوم ایہ بھی
اگر قریب کرین نہیں انکار ہے

و مان فوج فی آجکل بی خطر
 یہاں تک کہ نواب گردون کلا
 ہوئی قتل شمشیر بیداد سی
 ریاست میں ہنگامہ غدر
 کوئی فکر ہوتی نہیں کارگر
 یہاں تک ہیں آمادہ کشی
 یہ ہی قصد اب لیے فوج گران
 مٹا کر شیران بدخواہ کو
 محمد علی خان کی بیٹی کو ہم
 وفا آپ ہی عہد شرکت کریں
 رزٹرنٹ فی سنکی گیفٹنگو
 ہمیں عذر کیا عہد سرکار میں
 اوس وقت اگر بصر کر فر
 وہ افسر مع فوج سامان جنگ
 ادھر ہر ہمدرد شکر بشمار
 سنی جبکہ نواب فی یہ خبر
 کہا تم نے کہا نہ مانا مرا

کسی ہی بغاوت پر اپنی کم
 محمد علی خان عالم پناہ
 گئی عالم فتنہ آباد سے
 ہر اک لشکر حاکم صدر
 کسی طرح آتی نہیں راہ پر
 کہ چارہ نہیں غیب لشکر کشی
 کٹیہر کو ہون مابدولت روان
 سزا دی کی اوس فوج گمراہ کو
 کرین وارث ملک جاہ و چشم
 ابھی دو نو کینو کو رخصت کریں
 کیا عرض نواب کی رو برو
 تامل کی کیا وجہ اقرار میں
 ویا حکم جنرل کو بہر سفر
 روانہ ہوا سوی میں جنگ
 ہوئی آصف جم چشم ہی سوا
 بلا یا خواہن کو سرب
 وہی فتنہ آخر کو برپا رہا

جو کہتا ہی نامہ مرے نام سے
مجھی کچھ سہوکاراوس سی نہیں
یہ تحریر جدم روانہ ہوئی
قضا را اوٹھا کر مسافت کی پہنچ
اوسے فوج کی کچھ سپاہی ومان
اونہونے کیا قید پاکر خبر
اوسے پڑھ کی سردارِ عزت نشا
اوسیدنسی جیسکم جاری کیا
کہ جو آپ تحریر نامہ کریں
لفافہ نہ سربند تنہا کریں
غرض نامہ افسران سپاہ
اوسے پڑھ کی دیوان حیدران ہو
نہ بن آئی جب جسرت و آہ سی
جوی سنکے برہم وہ حالینا
اوسے حالت غصہ و قہر میں
کہا آپ واقف ہیں اس حال سے
پس جنگِ حیا فظ کیشہر تمام

میرا ہون میں اوسکی الزام سی
کوئی کام نہ ہا راوس سے نہیں
نئی شکل جو بر زمانہ ہوئی
وہ قاصد ہوا داخل میر گنج
رما کرتی تھی صورتِ پاسبان
مع خط پکڑ لائی وہ بدگہر
ہوئی سمتِ نواب سی بدگمان
یہ سامان بی اختیار کیا
جو مضمون دل وقفِ خامہ کریں
کہیں بی دکھائی نہ بھیج کریں
ومان جب ہوا جب اوچش نگاہ
ناسف سی تصویرِ بچیان ہو
کہا آصف آسمان جاہ سی
نہ باقی رہی پیرِ طبیعت کو تاب
بلایا زہرِ ٹیڈنٹ کو شہر میں
کہ شمشیرِ فوجِ عبد و مال سے
رما ہم سے وابستہ ہر صبح و شام

چلا جب نہ کچھ زور نواب کا
کہا میں تو سمجھا چکا ہر طرح
گوارا کرو صلح یا کارزار
نہیں مجھ سے ممکن کہ خط کا جواب
زبان گنگ ہی حرف انکاری
نہ یار کہ فرقت گوارا کروں
مری قہر موجود ہی بوشتاب
گذر کر رہ و رسم آداب ہی
کہ مالک ہم اپنی ریاست کی ہیں
جو چاہا کیا ہم کو کسکا ہی ڈر
ہماری بد و نیک میں روز و شب
یہ تقریر تحریر خب ہو چسکی
اوس وقت نواب والا گھر
تمام اہل دربار رخصت ہوئی
منگا کر الگ سب سے رافقہ قلم
بریت ہو جس سے وہ تدبیر کی
کہ میں فوج سرکش سی مجبور ہوں

ہو احوال دل برقی بیتاب کا
رہ راست و کہلا چکا ہر طرح
بناؤ بگاڑو تمہیں خست یار
لکھوں نار و ناسزا ناصواب
سکوت اشنالب میں تکرار
بگاڑوں میں تمسی کنار کروں
جو بہتہ نظر آئی لکھو جواب
لکھا سب فی یہ سمت نواب تہ
سنرا و از خود شان و شوکت ہیں
کہ رنگی جو چاہیں گی شام و سحر
کوئی کس لئی دخل دی بی سبب
جو ہوئی تھی تدبیر سب ہو چکی
وہاں سی اوہی مصلحت جانکر
جو حاضر تھی سب در رخصت ہوئی
کیا خفیہ ایک اور نامہ رقم
یہ تقریر اور خط میں تحریر کی
شرارت سی ان لوگوں کی دور ہوں

یہ کیونکر گوارا کریں ہم ستم
عبث زور و دشمن کا نظہاری
یہی ہیں شجاعان لشکر اگر
اسی فوج فیروز میدان جنگ
چہرہ آمنہ جو شیران خونخوار کے
کہا اون سی نواب فی واقعی
ولیکن ہو یاد سے یہ ہر کہیں
نہ یہ ملک و دولت میسر او نہیں
سوا فوج ذاتی کے فوج فہرنگ
سوا شکست و وبال زوال
یہ جیانیات ناسود مند
کہا افسروں نے شکست و ظفر
یہ بی شبہ آیا ہی قہر آن میں
کہ تہوڑی بہت پر دم کار زار
تردد یہ کیون کئے برہمی
سچہ لینگ مردان جنگ آزما
کہیں گے اوٹھالین گی جسد کڑی

کہ ہون دیکھی سرکش کو بال غم
غم کشت فوج بیکار سے
تو کرو میں گے دم بہرین زیر و زبر
کیا خان ہنگش کا کیا حال تنگ
اوتارا اوسے گہاٹ تلوار کے
بہت خوب یہ فوج اوسارن لڑی
کہ ہنگش کو آصف نہی بہت نہیں
نہ حاصل یہ سامان لشکر او نہیں
کری گی کمک روز میدان جنگ
ظفر یاب ہونا جسار محال
کریں گے نہ ارباب دانش پسند
مخول نہیں کشتہ فوج پر
رفیقان طلاوت کی شان میں
ہوا کرتی ہیں غالب ای نامدار
کہ سے متفق ایک لاکھ آدمی
ذرا آپ دیکھیں تو ہوتا ہی کیا
کہ بیکار کی فوج کیسی لڑی

کہا غیر ممکن کہ دشمن کو ہم
 کی طرح یہ کام اچھا نہیں
 کہا اوٹسی نواب جم بہاہ فی
 کہ آخر کوئی حد بھی تکرار کی
 او دہر سی ہوئی درگزر کس قدر
 اب آگے نہ رہی ہی تکرار میں
 بنا کر بگاڑو گی یہ کام کیا
 یہ مانا کہ تم ہو بہا درکمان
 مگر اوس طرف فوج کثرت سی
 نصار بھی ہونگی مقرر شریک
 کہانتک خوانین میدان میں
 برابر کی یہ کچھ لڑائی نہیں
 پسندیدہ ہی نیک اسلوب
 مناسب ہی بی عذر و رد و فضول
 کہا افسروں نے کہ ای جم چشم
 نہیں چاہتی ہیں کہ سرسبز ہوں
 ہر اک بات میں کی مکمل آپ نے

زبردست کو دیکھی لین مول غم
 کبھی اسکا انجام اچھا نہیں
 فلک آستان عمرش درگاہ
 کوئی انتہا عذر و انکار کی
 رہا لطف تدبیر کس قدر
 مقدر لڑائی ہی انکار سے
 ذرا سمجھو تو ہو گا انجام کیا
 شجاعت کی عالم میں ہوتا
 قیامت کا انبوء دولت سی ہی
 بڑھین گی پی جنگ ہو کر شریک
 لڑینگے شہادت کی ارمان میں
 کوئی شکل عہدہ برائی نہیں
 یہ تجویز آخر بہت خوب ہی
 اسی آپ اسوقت کر لین قبول
 کس طرح احمد علی خان کو ہم
 کبھی صورت شاخ ترسبز ہوں
 بچایا او نہیں آجتک آپ نے

یہاں ملک میں اتنی وسعت کہاں
 رہی ہی زیاست نہایت قلیل
 لہذا ہمیں اس میں انکار ہے
 غرض تیسری مرتبہ پر جواب
 اگر شور و شر دور کرتی نہیں
 ہمیں سب گوارا مگر استغفار
 کہ احمد علی خان معصوم
 یہاں بھی دین عزت و جاہ
 ریاست کی تحصیل سال میں
 سوا اسکے چوبیس لاکھ اور
 توالبہ کہہ سکتی اسباب کو
 زیادہ چھپے اسے یا را نہیں
 خوشی ناخوشی اپنی ظاہر کریں
 سبب یہ مضمون فرحت اثر
 پرستہ یہ نتیجہ نظر ہوا
 ان کو کیا ایسے کاغذ قلم
 ہو سیکو یہ ریت سنجیدہ دلی

سزاوار تقسیم و قسمت کہاں
 کمی حدیسی افزون ہی کثرت قلیل
 کوئی اور تجویز درکار ہے
 یہ آیا کہ نواب عالیجناب
 کوئی شرط منظور کرتی نہیں
 بی صلح واجب ہی نواب پر
 جگر بند نواب مظلوم کو
 مصارف ہوں تنخواہ
 ملین تین لاکھ اونکو ہر حال میں
 میں پیش نہ رانی کی طور پر
 رضا مندر کر لون میں نواب کو
 سوا اسکے زہرا چار انہیں
 خاص ارادی سی ماہرین
 ہوئی شاد نواب فرخندہ
 اراکین دولت کو ظاہر ہوا
 میں خاص منظور ہی اپنی
 مگر سکتی فسر ہوئی مضحکہ

سمجھ کر عبث نامناسب خلاف
 کہا بعض سردارِ ہمسو جاہ فی
 نہیں خوب انکار کرنا ہے
 غانا لکھا کہا کی سوچ و تا
 کہ مج کو سردارِ تاجداری نہ تھا
 نہ تھی آرزوی ریاست مجھے
 مقام تامل ہی جہاں نظر
 گئے خود ریاست کو سپر فضول
 یخِ حیرتِ دم گئی لکھنؤ
 کہا اوسنی نواب فرخندہ فر
 ریاست کو تقسیم کر لین ہمس
 رہیں حصی پر اپنی قابض مدام
 سوا اسکی نواب عالی مکان
 رہیں منتظم اون کے بھی بیشتر
 یہ تجویز نو سنکی دیوان کی
 کہ نواب منظور کر لین مگر
 سمجھ کر خلافِ خرد کو صواب

تمام افسروں کی کیا انحراف
 خرد و مت دینی کار آگاہ نے
 سمجھہ لیجئے گا پیراگی کہے
 یہ نواب سند نشین فی جواب
 مرا امر یہ اختیار نہ تھا
 نہ تھی حیرت ملک و دولت مجھی
 ہو یا ہی ارباب فرہنگ پر
 وہ کیونکر کری یہ نیابت قبول
 ہوئی پیش دیوان کی رو برو
 نیابت سی راضی نہیں ہیں اگر
 اوٹھائیں نہ کین جس کی ستم
 کرین چاہی دل جس طرح انتظام
 نہ جب تک ہوں احمد علی خان جوان
 ریاست کی ہر وقت رکھیں خبر
 ہوئی مصلحت بعض عیان کی
 نہ راضی ہوئی فوج کی فتنہ گر
 یہ دیوان آصف کو لکھا جواب

رہا صاف نام کام و دود گہر
 انہیں پیار سی لیک آغوش میں
 کہا انکو ہرگز نہ چھوڑ دوں گا میں
 محل میں اوس وقت پونچا دیا
 انہیں گہر سے باہر نکلتی ندین
 اراکین وارث انہیں جان کی
 یہی روز و شب مجھ کو رہتا ہی

چچا سی یہ لپٹے وہاں دوڑ کر
 اوس افسر کو روکا غضب شمیم
 کہہ ہی منہ نہ الفت سنی موڑ ونگاہ میں
 حفاظت کی نسبت یہ فرمایا
 نگاہوں کی آگ سی ٹلنے ندین
 عدو ہو رہی ہیں عجب جان کی
 کہ افسر نہ پیرا کرین اور شر

استغاثہ قتل نواب محمد علی خان بہادر بوکالت
 صاحبزادہ مصطفیٰ خان سابق الذکر برکار
 دولتمدار وزیر الممالک نواب آصف الدولہ بہادر

زمانہ ہی گردش میں ساقی دایم
 کوئی دم تو سر مست رہ میری جان
 نئی شکل فت نہ ہی پیش نظر
 کہ جب افسر روئے کیا یہ ستم
 ہوئی قتل نواب گردون قمار
 عمر یرون قبر چوں میں چہ چاہو

نہیں دو گھڑی اک طرح پر قیام
 خدا جانی پھر تو کہاں ہم کہاں
 سنا تا ہی محبہ نہ الی خبر
 پس عہد و پیمان و قول قسم
 محمد علی خان والا تبار
 کسی وقت پوشیدہ شوری ہو

ملی صاحبِ حبابہ و اعزاز سے
 کہ احمد علی خان بن کم سن ابھی
 انہیں ہی کسی حسن کردار سے
 تو پہر کوئی جہگڑا نہ باقی رہی
 یہ سنکر ہوی بد مزہ و چہناب
 کہا یہ ستم روز اچھا نہیں
 ابھی ہو چکا ہی عجبٹ ایک خون
 بخوبی زمانے کو معلوم ہی
 ابھی عقل کامل ہی حاصل نہیں
 نہ کوئی خطا کی نہ کوئی قصور
 ہوئی حرف زن فت نہ گراپنی
 ہمیں کم ہو بچ کی الزام سے
 یہی سمجھیں گی دل میں چھوٹی بڑی
 ہوئی سنکی برہم خدیو جہان
 لکرو شہیر اکشر اوقاتین
 قصدا رالب بام عکم حضور
 اوسی قصد سی ایک دستِ آرز

کہا خیر خواہی کی انداز سے
 لڑکپن کی بین واقعی دن ابھی
 اگر کیجئے قتل تلوار سے
 جواب ہی یہ دھڑکانہ باقی رہی
 بگڑ کر دیا افسرون کو جواب
 یہ آہنگ جانشوز اچھا نہیں
 کہ تم اور میں جس بد نام ہوں
 کہ وہ بی پدر محض معصوم ہی
 خصومت عداوت کی قابل نہیں
 دلون میں تمہاری عجبٹ فتور
 یہ ممکن نہیں ہے اگر آپ سی
 کسی دن انہیں پہنیکین بام
 کہ یہ گھیلے کھیلے گر پڑے
 نہ مانا فریب عداوت نشان
 اوسیدن سی رہنی لگی گہاتین
 یہ سر گرم بازی تہی با صد سرو
 کیا سوی احمد علی خان دراز

بہشتی تھی اپنی جگہ پر مگر
 کیا تھا جو پیغام لیکر ومان
 کہ مہنے تو شرکت کا پایا مزا
 رہیں جس ترین دل کی سب ناتمام
 مگر یاد رکھیں یہ بات اہل شر
 نہ یہ نجات و دولت نہ اقبال ہی
 یہ جو کچھ ہے سب ہی قمریہ وال
 پہرون چٹری تک یہی گفتگو
 بہم سنگی تکلیف درویش
 دم چپ رہیں ایسی شدت ہوئی
 غرض آپ فی بھی پس صبر ملال
 اوٹھا یا جہانزی کو تعظیپ سی
 کیا افسروں نے یہ سب کچھ فساد
 کہ ورت خلش پھر بھی باقی رہی
 یہ جب دیکھتے خاص دلہند کو
 اوٹرتا ہو بیشتر آنکھ مین
 نظر کر کے انجھام پر ایک دن

پسینی سی تھی موج رفتار تر
 کیا اوس کی بی لطف ہو کر میان
 بخوبی ضمانت کا پایا مزا
 ہوا بی اجل کام اپنا تمام
 کہ روئین گی تقیر کو عمر بہر
 نہ یہ شوکت و شان و اجلال ہی
 خوانین کا ہو چکا اب کمال
 مخاطب سی کرتی رہی دو بدو
 چلے آتی تھی ہر طرف سی مریہ
 کہ یسین پڑھنی کی نوبت ہوئی
 کیا دن کو گیارہ بجی انتقال
 کیا دفن اعزاز و تکریم
 ولیکن بر آئی دل کی مراد
 وہی فکر نا اتفاقی رہی
 محمد علی خان کے فرزند کو
 چہ ہو تا ہر شے تر آنکھ مین
 ہوی جمع سب فتنہ گرا یک دن

بہینا تہا ذی حجہ کا بالیقین

بڑی دہوم سی وقتِ عیش و سرور

محرم کی بدن ہوئی تیر ہو این

اوتارا سر بند جاہ سے

فقط شان و اعزاز سی ہرزگان

پس تنگی بھی وہ رستمِ نظیر

صفر کے بہینی کی تھی بیسویں

رہی ان حسابوں میں نیک فال

محل میں یہ جس وقت پونچھی خبر

اوسیدم کشتیِ شخص کو بی ہراس

حضرت فی یہ ذمہ کیسا کیا

اود ہر پیر کو بعدِ عرضِ سلام

کہہ دیا اللہ مجھ کو نہیں کچھ خبر

جفا کسنی کی جانِ مغموم پر

وہاں پیر و مرشد کا تھا طوریہ

اوسیدم سے حضرت بھی بیتاب تھی

اوتہا تھا قیامت کا درو شکم

تھی اوس روز تاریخِ اٹھارہویں

ہوئی جانشینِ پادروہ حضور

ہوئی مائل و شمنی اہل کین

کیا خستہ شمشیرِ جاہ گاہ سی

رہی آپ چوبیس دن حکمران

رہی غم میں سینتیس دن گوشہ گیر

کہ راہی ہوئی سوی خلدِ برین

زمانی میں زندہ چہیا آئیس سال

ہوئیں بہینِ آشفتہ و نوحہ گر

روانہ کیا شاہ صاحب کے پاس

یہ کیا جان پر حشر ہر پاکیا

یہ نوا صاحب فی بھیجا پیام

کہ اس قتل پر کسنی باندہی

ہوا شیر کون ایسی مظلوم پر

کہ جبدم سنا تھا نیا طور یہ

نئی غم میں بی وائے آب تھی

د آخری تہا جو تہا کوئی بوم

یہ سنتی ہی نواب عالیجناب
نہ از تہجد بہ وقت پڑھے
پہر آواز رونی کی آنی لگی
مکانات کی پردی چہر وادی
ہجوم مصیبت میں تنہا نہ
اوسیدن فقط ترک عادت ہو
فلک پر ہوا مہرب جلوہ گر
چلے حملہ مانند احباب کے
دلیوں میں طربناک و خرم کمال
زبانی کی فریاد و زاری بہت
کیا صبر تعلیم نواب کو
کہلے جتنی پردی تھی بندہ وادی
بدلوائی پوشاک سبے وہیں
پہر ایسی نواب مغسوم
محلہ جو مدرسہ شہر میں
کیا دفن نواب مرحوم کو
چہیاں ^{۴۶} شہم تھی جب گیارہ سو گسوا

ہوئی صورت برق چہر اضطراب
فقط آپ فی چار رکعت پڑھی
خبر بقیارسی اوڑانی لگی
سحر تک اوسے طرح رویا کئے
ادا کی بچھا کر وہیں جاننا
نار سحر بی جماعت ہوئی
شنی افسروں فی یہ پور غم خبر
ہوئی آکی پا بوس نواب کے
بظاہر پیرا گت رہ پیر ملال
دکھائی غلط سو گواہی بہت
دلاسا دیا جان بیتاب کو
رخ اشک آلود دہلوادے
کیا دی کی تکین بند نشین
اوٹھایا جبنازہ بڑی دہوم سے
اوسے بقعہ آسمان بہر میں
چہپا یا تہ خاک مظلوم کو
ہوئی تھی یہ دنیا میں رونق فزا

گیا ہو گا کہ دور وہ زشت رو
 کہ کبستر یا تھا کوئی بہند و نژاد
 پس اغظ منسا فقط رام تھا
 کہا آپ جاتی ہیں اس دم کہاں
 عداوت تھی اوس کو بھی نواب سی
 کہا اوسنی میں ہوں تنہا رشتہ
 وہاں پونہچی اوس وقت وہ بگھر
 یہ پشت مکان سی او تر کرشتاب
 تپنیہ کیا ایک فی بڑہ کی فید
 بڑا دوسرا کینہ جو بد گھر
 او ہراون خیشون کی منہ مرگئی
 او تھا کہ ستمبہای فوج پلید
 وہ ہندو گیا دوڑ تار تار کو
 تہجد کو اوٹھی تھی وہ پاکباز
 سرا سیمہ بی وقت اسی یکہم
 تو بیوچہ اس درجہ غلطی کیوں
 کہا اسی خداوندیہم و تاج

ملا اور بھی راہ میں اک عدو
 جفا پیشہ وقت نہ گریہ نہاد
 یہی اوس بدر انجام کا نام تھا
 کیا اوسنی اپنا ارادہ بیان
 جلا تھا وہ بد خو بھی نواب سی
 چلا بنکی الہام خان کا شریک
 کہ جاگی تھی نواب فرخندہ فر
 گئی بی تردق قریب جناب
 ہوا زخم سی جسکی احوال غیر
 کیا گردی پر اوسنی گولی کو سر
 او ہرا نتون کی چلتی پڑی اوڑ گئی
 ہوئی یون محمد علی خان شہید
 ہوا رومی جا کر ملا رات کو
 وضو کر رہی تھی برای نماز
 اشاری سبی پوچھا کہ آیا کہہ
 پریشان کیوں ہی مکدر رہی کیوں
 محمد علی خان ہوئی قتل آج

کسی طرح بہتر نہیں رہنے خیال
سپاہی فی جو آگئی ظاہر کیا
اور ایسا ہی بالفرض اگر مان لیں
تو یہ چاہتی دل میں کرنا قیاس
وہ صد می سہی دورِ افلاک میں
نہیں آپ میں جب وہ عالی تبار
اگر کچھ دعا اونکی نسبت ہوتی
نہ تم ہونہ ہم ہیں نہ یہ ملک و مال
یہ سنکر وہ سردارِ ظلم اوٹھی
پہونچکر تمام اپنی احباب میں
کہا ایک فی پر سواری ہلاک
اودہر شاہ صاحب سی پیمان
بن آتی نہیں کچھ کسی طور سے
یہی گفتگو ہو رہی تھی یہاں
رہیں آپ پابندِ قول و قسم
غنیمت سمجھ کر اس اقرار کو
غرض طیش میں وہ ستمگر چلا

کمال سے حضرت کو ہو گا مال
وہ سب میری نزدیک ہی افترا
سپاہی کی باتوں کو سچ جان لیں
کہ اب اونکی ہرجا نہیں ہیں حواس
کہ فترق آگیا عقل و ادراک میں
تو پھر اونکی کہنی کا کیا اعتبار
تو یہ جان لو پھر قیامت ہوتی
نتیجہ ہی ایسی ستم کا زوال
دلون میں پریشان برہم اوٹھی
ہوئی مشیوت ساز اسباب میں
یہ دنرات کا قصہ کیونکر ہو پاک
اودہر فکر میں روز و شب جان ہی
تہکے مہم تو تدبیر سی غور سی
کہ ناگاہ بول اوٹھا الہام خان
کئی دیتی ہیں آپ یہ کام ہم
اجازت دی سب سے ستمگار کو
اسی قصہ سے اوٹھکی باہر چلا

ایرون کی غمراہ فیسروں کی ستم
موافق کشتی کے دستور کے
اسید نظم میں زہار میں
پس چار ہای علی الاتصال
سپاہی جو پہرہ کا تبار و برو
مری جسم پر زخم تھی جس قدر
یہ کہدینا ہر ایک سردار سی
کہ غافل نہیں ہوں میں خستہ جگر
ہراک کی نکالو نگاہ بل میگمان
سپاہی فی نواب کا یہ پیام
گئی ملکی وہ چہوئی بہائی کی پاس
کہا یہ سلامت میں لگی اگر
مقدم سمجھ کر ہراک بکام سی
یہ جہگزرا نہ ملی ہو گا اسکی بغیر
او نہوں نے کہا یہ مناسب نہیں
تہ میں چاہی پاس پیمان کا
ضمانت خداوندیہ فان کی

یکمی ایک عرضی میں خفیہ رستم
 ذریعہ سی نواب مذکور کے
 روانہ کی آصف کی سرکار میں
 ہوئی رستم جب مائل اندمال
 کہا ایک دن اوسے سنتا ہی تو
 وہ سب ہو چکی خشک پیچہ گر
 شیران فوج ستمگاری
 سمجھ لو نگاہ ایک سی وقت پر
 کہ بنوا و نگامو چہون کی رسیاں
 اوسے دن کہا افسر تیرا
 کیا قصد نواب سب التماس
 تو پہر کوئی فتنہ اوٹھائی گلہ سر
 بجھائیں یہ آگ آپ مصام سی
 اسی میں ہماری تہاری ہی خیر
 سدا و اہل مراتب نہیں
 کہ اندیشہ اسمیں ہی ایمان کا
 کفالت شہر ملک ایمان کی ہی

یہاں پہلی اقرار خود کیجئے
 کہ زہار ہم سے خلافِ وفا
 تو البتہ ہم ذمہ داری کرتے
 وگرنہ ہمیں رکھتی اس سے معاف
 عرض حسب ارشادِ سلطانِ دین
 ہوئی مطمئن پیر عالی مقام
 کہ اب تم نہ کچھ خوفِ اعدا کرو
 کیونکہ میں تمکو کوئی ضرر
 نکل آتی بی غم تیغ و تیر
 محمد سلیمان والا گھر
 قریب درِ شہر سوی شمال
 مصون اور محفوظ ہے وہ مقام
 وہاں افسروں نے عبث بی سبب
 وہاں بھی لیا اپنی عادت سی کام
 وہ پونچھا تا ہتھامشاک میں بیشتر
 اسی مدت قید میں ناگہان
 علی مصطفیٰ خان سی انجائٹ

اراکین سے پھر قسم لیجئے
 نہوگا کہی ارتکابِ دغا
 مصالح میں شرکت تمہاری کر
 کہ ہی کارِ دنیا ہماری خلاف
 کئی دونوں نے عہد و پیمان ہیں
 محمد سلیمان کو بھیجا پیام
 نہ اندیشہ ظلم سجا کرو
 نہ پونچھائی گا آج سی غم بہر
 کہ ہی ذمہ دار آپ کا یہ فقیر
 یہ سنکر برآمد ہوئی بخیطہ
 گڑھی تھی جو مضبوط و محکم کمال
 ابی الا آن گڑھ اوسکا ہی سب میں نام
 نظر بند رکھا او نہیں روز و شب
 نیم ایک سبقہ بنا صبح و شام
 انہیں چیزیں کہانی کی شام و سحر
 ہوئی او رہی ایک صورت عیان
 محمد سلیمان گرد و برفِ قاتل

بیر ما غنیف دل عشی طاری ہوئی

اوسے حالتِ غش میں شام و سحر

طلب کر کے بہنوں فی جستار کو

پس پردہ نزدیک خود بیٹھ کر

حفاظت میں یہ چہرہ دل پر کیا

اوپر سنی نواب کو ہوش میں

بہم مشورہ کر کے اسباب میں

کیا عرض ای نامہ ارجہاں

اونہوں فی محل میں جو بیجا پیام

پس التماس سوال و جواب

جو مرشد ہیں نوابِ جسم جاہ کی

سدا پا تقدس فرشتہ خصال

وہ ذمہ گیرین جناسِ اسبات کا

کسی طرح کان کو صدمہ ضرر

و البتہ کہ عذر اصل نہیں

سنکی نواب مسند نشین

اعراض یہ حالِ چشت اثر

تکلم میں بی اختیار ہو

وین چار دن تک رہی جلو

مقدم کیا انکی اصلاح کو

کہا جلد ٹانگی دو ہر زخم پر

پہر پہر کا پتھرہ مقدم کیا

پہر آئی او دہر مدعی جوش میں

گئی بعض دربارِ نواب میں

مناسب نہیں انکار ہنایہاں

نہ مانا یہ بہنوں فی بیجا پیام

یہ ٹھہری اگر شاہِ عرفان مآب

جو خاص اچھی بندی ہیں اللہ کے

جنہیں خلق کہتی ہی حافظ جمال

کہ آیت وہ ہوگی نہ ہرگز دعا

نہ پوہنجائی گا کوئی بیاد اگر

وگر نہ یہ زہار ہونا نہیں

گئی پیش سلطانِ ملک یقین

اونہوں نے کہا خیر بہتر مگر

وہ سب کچھ کیا آج مجھ پر گذر
یہ آتا ہی رہ رہ کی ہر دم خیال
کہ میری گئی جان اس حال سے
نہ خوشدل خوانین لشکر ہوئی
ریاست میں واقع ہوا جو فتور
جو ہنگامہ و جہر ہلاکت ہوا
میں پیمانہ عمر بھر تباہوں آج
کہ اول امامت نہ بہ ہوں میں
اگرچہ سمجھتا ہوں میں خستہ تن
مناسب مگر اس گہری جان کر
وہیں اونکو پہی اپنی آئین کے
وہم متغیثانہ جا کر نہاں
کریں گی کمک وہ تمہاری ضرور
پس جنگ و ہنگامہ اہل کین
رہی یاد یہ وقت مشکل مرا
تم اس وقت لینا بسد بہتیا
یہ کہہ کر نہ باقی رہا ہوش وہ

کسی سی نہیں مج کو شکوہ مگر
برا بر یہ ہوتا ہی دل کو ملال
چھٹی چوٹی بہائی نہ جنجال سے
نہ ابتک رضا مند افسر ہوئی
نہیں میری بہائی کا ہرگز قصور
وہ سب افسروں کی بدولت ہوا
تمہیں دو نصیحت یہ کرتا ہوں آج
ولای علی سے لبالب ہوں میں
کہ اوس طرح مشکل ہی دفن و کفن
عقیدی سے اپنی تمہیں کی خبر
نہ بانی اوسے وقت تلقین کی
کہرو آصف الدولہ سی بیان
مبادینگی ساری یہاں کی فتور
تمہیں ہو گے آخر کو مسند نشین
یہ ہنگام بیتابی دل مرا
مری دشمنوں نے مرا انتقام
صدائیں نہ پہر آئیں راگوش وہ

جب آیا نظر بہا بنی کا یہ رنگ

بگڑ کر دل و جان بیتاب سی

اگر اس سی تم ختم و شاد ہو

تو ہم ہی الگ ہوں انہیں چہر کر

انہیں تو کرو منع انکو شتاب

اس اثنا میں بعض افسروں نے دین

سنا مامون سی جب یہ بہا کی حال

کہا افسروں سی کہ اتنی ستم

بس اب ہو چکی ظلم جی بہت

یہ سنگدہی وہ عداوت شعاع

کہا پاکی فرصت دم اضطراب

میں ایک سنگو کی جلدی پلنگ

مامون نے حق خدمت کیا

سنائی و مان آپ نے بی خطر

احمد علی خان والا تبار

سو وقت میں یہ ستودہ خصال

قدر میں تحریر تہا

ہوئی افسران جفا جو سی تنگ

کہا قہر میں چہوٹی نواب سی

کہ بھائی تو تیغ بیدار ہو

کسی سمت ٹل جائیں منہ موڑ کر

کہ بین در پی جان پُر اضطراب

کیا تہا بجز انکو سندنشین

اوٹھی جوشِ الفت میں نظر کمال

برادر کی نسبت نیکہیں گی ہم

جو صدر نہ نیکہا تہا ویکہا بہت

چھٹی یہ ستمدہ روزگار

کہ پونچا دو محب کو محل میں شتاب

لٹایا انہیں چین سے میز رنگ

محل میں اوس وقت پونچا دیا

کیا یاد بیٹی کو پیش نظر

گئی پیش چشم پدر شکبار

نہایت ہی کم سن بہت خصال

جو کچھ صدر نہ خار تقدیر تہا

او کٹر کر نکل آیا قبضی سی پہل
پس پشت نواب نی بیخ
کمال تحمل سی جیل کڑی
محمد علی خان فی بیگانہ دا
فراہم تھی ار باب شر حبقتہ
نکل بہاگی زیر قدم سی زمین
جو وہ تیغ نواب کی ماتہ میں
پلٹ کر وہ بہاگی ہوئی آٹری
کیا قصہ نامون سی تیغ دوم
مگر اتنی مہلت نہ حاصل ہوئی
چلے وار قوم ستمگار کے
مگر بڑہ کی نامون ویاں آگئی
نہ ہی مدعی قتل کرنی سی باز
کہ یہ قوم کی غمہ سرواہیں
اگر آگیا زخم انپر کہیں
ہزاروں سی لڑنا پڑیگا ہمیں
مگر پیلوں سی اونہیں دیر تک

مقدم فی ڈالاشجاعت میں بل
مع تیغ بی قبضہ پہنکی سپر
پڑا قبضی پر ہی نہ ماتہ اوسکڑی
کیا بہائی پر اپنی حبوت وار
ہوئی چار سو ڈر سی نہیرونہ بر
گرا ایک پر ایک ہراہل کین
نہ آئی کسی کو نظر ساتھ میں
اکیلی رہی یہ نہتی کہڑی
کسی طرح لی لین بڑا کر قلم
وہ فوج آکی ہر سمت حاصل ہوئی
گری کہا کی یہ زخم تلوار کی
بچانی کو نواب کے چہا گے
دلون میں ہوئی اپنی اندیشہ
ہزاروں ہی انکی مدوگارہیں
تو پھر خیر ہر گز نہا رہی نہیں
بلا پیش آئی گی کیا کیا ہمیں
یہ کو چاہی ہر طرف بہہ رہی

ہوئی مضطرب النسی پوچھا نا
 عرض جو مینی شام و سحر
 سرِ موساعت نیکی آپ نی
 اوسے کا یہ آخہ نتیجا ہوا
 عدو بن گئی جان کی مال کی
 سمجھ لیجیے گا جو کچھ بن پڑے
 یہی مصلحت ہی یہی ہی صلاح
 محمد علی خان یہ سنکر جواب
 سبک دست سی تیغ کو یہ
 وہ محراب در کاٹتی مثل برق
 اتنی مین نواب نی جیخلہ
 سپر پر لیا وار تلوار کا
 فقط پہول تک کات کر رہ گئی
 نہ دیکھتا تھا یہ وار تلوار کا
 سپر مین غرض تیغ نواب کی
 زور لیکن نہ کچھ بن پڑی
 انہوں نے سپر کو زرا دی کی چشم

یہ ہی تم اسوقت آئی کہان
 آپ سی بار بار بیشتر
 توجہ عنایت نیکی آپ نی
 ارباب لشکر مین بلوا ہوا
 بتا سب ہی اسوقت کو مال
 آج سندھی ہون اوٹھیں
 اسی مین ہی میری تمہاری فلاح
 ہوئی آتش قہر سی شعلہ تاب
 وار غصی مین نواب پر
 ہوا چاہتی تھی رگِ زخمِ فرق
 دست چپ راست بالائی
 شکر ادا بخت بیار کا
 اجل دونوں کو مر جا کہ گئی
 سنا تھا نہ یہ روکنا وار کا
 دیکر غضب کی برش نہیں گئی
 لی لئی نکلی نہ تیغ او سکھڑی
 تو دیا یہ کہ مانتہ دم

جو نکلا تھا پہوڑا بغل کی قریب
مری کہنی سنی سے جبراج
ججہ دشمنی تھی پد رسی شدید
خدا خوب واقف ہی اس بات سی
اور ایسا بھی بالفرض مینی کیا
یہاں بعض لوگوں کی لی لی کنام
وہ دو نو مکرم سمجھ کر خلاف
کہ یہ بات زریبا نہیں آپ کو
ہمین ڈر ہی دنرات بلوا نہو
سنرا وار جو خیر خواہی کے تھا
مناسب طرح پر صبر التجا
اب آگے خداوند مختار ہیں
مگر یاد رکھئے گا ای محترم
وہ اپنی کمال عنایات سی
یہی ہو رہی تھی جسم گفتگو
نظر گاہ تک صحن دیوان عام
محمد علی خان کو جب چار سو

ہوئی جسکے صد می سی جنت نصیب
سم آلود مرہم کے پہا ہی دہری
کیا عرش مندر کو مینی شہید
کہ میں پاک ہوں ان خیالات سی
تو کوئی میرا آج کر لی گا کیا
کیا حرف دشنام صرف کلام
یہ سمجھا رہی ہیں اونہیں صاف
مناسب یہ کہنا نہیں آپ کو
کوئی فتنہ منگامہ برپا نہو
جو لائق عقیدت پناہی کی تھا
وہ اسوقت ہم کر چکی سب ادا
ہم اس امر میں محض بیکار ہیں
کہ جو کہتے تھے عرش مندر سی ہم
نہ منہ پہیرتے تھے کسی بات سی
کہ پو نہی یہ نواب فرخندہ خو
ہوا شکری لوگوں سی پر تمام
یہ منگامہ آیا نظر روبرو

پی عزم جیبا وہ افسر تمام
جود و رازی پر پونہچی وہ فتنہ گر
ولیراہ حسان او کی تہا نام
قریبون میں نامی گرامی ہی تھی
بڑی دیکھ کر بہت بیتاب سی
کہ تنہا قدم رنجہ فرمائی
وہاں سبکا جانا مناسب نہیں
یہ سنکر دیا کچھ نہ مطلق جواب
اوسے طرح بہتر حسنِ آداب سی
کہ شاید جو فدوی کی عرض بات
رہی سنکی نواب کو پہرہ تاب
وہ سنتی ہی جہڑکی وہیں رو گئی
یہ آگی بڑی قہر میں جوش میں
قریب آکی دیکھا تو آیا نظر
دروست میں لوگوں کے روبرو
کہ اگر بد اندیشی نہ نا حق شناس
کہ میں طالبِ سند جاہ تھا

روانہ ہوئی سوئی دیوانِ عام
ملے ایک سردار فرخندہ فسر
یہ آغاز میں تھا وہ انجہام میں
محمد علی خان کی سمدھی ہی تھی
کیا عرض یہ چھوٹی نواب سی
کچھ افسر ہی حیدر علی جانی
عبث غل جچانا مناسب نہیں
بڑی آگی نواب عالیجناب
کیا التماس اوسنی نواب سے
نہیں اس گہری قابلِ التفات
دیا سخت آشفستگی میں جواب
جو کہنی نہ تھی بات وہ سہ گئی
نہ کہنی میں افسر نہ خود ہوش میں
محمد علی خان والا گہر
یہ کرتی ہیں بیٹھی ہوئی گفتگو
یہ کہتے ہیں نسبت مری بی ہراس
بدل عرش منزل کا بنجواہ تھا

اگر آپ کرتی نہیں یہ قبول
یہ رنجش غضب ایک دن لاتی گی
ملی گا کوئی تو اس افتادین
اوسے شخص کو ہم بجای پدر
اگر وہ بھی بالفرض اس بات
تو ہم قرعہ اس قوم میں ڈالکر
بنالین گی اپنا مدارالمہام
نظر کر کے نواب فی طور یہ
کہ اب جان بھی جاتی ہی بی خطر
کیا لب نہ گویا دم اضطراب
خوشی ناخوشی کے نہ کلمی کہے
وہ نا فہم پیدا اگر پردنا
اوسے بارہ سو نو پین اہل کین
ہوئی دفعۃً مائل شور و شر
ہوئی جمع کیجیاں سوا
لیلی اپنی ہمراہ طبل و علم
پہونچکر اوسے فتنہ و شور سی

ضرر ہوگا اک دن مقدر حصول
غبت جان تم دو نو کی جائی گی
ہمین عرش منزل کی اولادین
بہا دینگی اس مسند جاہ پر
رُکا بعض حیا خیالات سی
کسی شخص لایق کو بی در و سر
اوسے کی کرینگی اطاعت ملام
کیا دل میں اندیشہ و غور یہ
نہیں آتی یہ حیا راہ پر
دیا افسرون کو نہ مطلق جواب
ترود کی عالم میں چپ ہو رہی
خوشی کو سمجھے دلیل رضا
کہ ماہ محرم کی تہی تیر ہوئیں
پی فتنہ ہر سمت باندھی کر
کہ نوکر تہی مجموع چودہ ہزار
چلے سوی نواب گردون چشم
لیا ساتھ انہیں جب زور سی

بہانہ کیا پھر سیر و شکار
مگر چونکہ سب لوگ تہی قوم کی
فراہم ہوئی سنکے افسر تمام
یہ اسباب کیون بارہی جا بجا
کہا مان اس وقت جاتا ہوین
ہجوم متناسی مجبور ہوں
کہا افسروں نے کہ اب کی تو ہم
کہا آپ کا کچھ میں قیدی نہیں
کہا سب نے یہ کیا ہماری مجال
یہ الفاظ خدمت میں امی محترم
ہا کیا کروں پھر کہ ناچار ہوں
ہر تم خفا ہوا و دہر پر غضب
افسروں نے یہ ساری فتور
آپ ہو جائیں راضے اگر
کی سرتن سی یک آن میں
پ کو جل کی مسند نشین
جیہ گزرا نہ باقی رہی

و یا حکم اسباب ہو جلد با
نہ دم بہرہ اسرار دل چپ کی
کیا عرض امی سرور نیک نام
ارادہ وہی پہر ہی کیا آپ کا
قدم سوی کعبہ بڑاتا ہوں میں
سفر کرنی میں سخت معذور ہوں
نہیں جانی دینی کی سوی حرم
خطا کوئی ایسی کہی کی نہیں
نصیب عدو کس طرف ہی خیال
فقط خیر خواہی سی کہتی ہیں ہم
عجب شمشکش میں گرفتار ہوں
محمد علی خان والا نسب
مٹا سکتی ہیں دو گہری میں حضور
کرمین قتل نواب کو محیط
ابھی فرشت پچو این ایوان میں
عائد سی دلو این نذرین میں
نہ آپس کی نہ اتفاقی رہی

سر ہزم کرنی لگی پھر چپاڑ
یہاں تک کہ ہر روجای مدیح
اونہوں نے جو دیکھا یہ بہو وہ ہنگ
شب و روز مانند نقش نگین
یونہیں چپ ریت گئی جب گذر
بہی افسروں نے دم بہر بنی
یہ چو ش محبت میں شام و سحر
وہ دربار میں افسروں سے مدام
کہ جو کرتے ہو رات کو تم صلاح
مزد اسکا اک دن چکھا ونگا میں
یہ سن سنی کل افسران سپا
عوض دوستی کی عداوت بڑی
غرض دو طرف کی دل آزدگی
زبس آئی نا اتفاقی سے تنگ
یہ چاہا کہ چپ کر کسی طور سے
عرب میں رہیں چل کے شام و سحر
یہاں تک کہ پوشیدہ الیکرات کو

یہ منظور ہوا افسروں سے بگاڑ
کیا کرتی بہائی کی ہجو ملیح
چلے آئی دربار سے ہو کی تنگ
ہوئی وہ سلیمان خانہ نشین
نہ آئی کسی طرح وہ راہ پر
شب و روز بڑھتی گئی دشمنی
کیا کرتی بہائی کو خفیہ خبر
کہا کرتے اس طرح قصہ تمام
وہ سنتا ہوں بہائی سے وقت صبح
بُری طور سے پیش آؤنگا میں
چلے انسی یہی بدگانی کی راہ
محبت ہوئی کم خصومت بڑھی
ہوئی باعث داغ افزدگی
تہیکہ کیا پہر وہی بیرنگ
نکل چلے اس قوم پر چور سے
طواف و زیارت کریں عمر بہر
چلے آپ حج و زیارات کو

یہ نیرنگ تقدیر کے دیکھ کر
 کسی بات میں لب نہ گویا کیے
 جلای وطن کا اراد کیا
 سنی افسروں نے یہ جسدِ مخبر
 کیا عرض کیوں ای فریدون چشم
 کہ انکی طبیعت ہی سغله پیرت
 سرو نہ مانا مگر آپ نے
 ترو تہا اول میں جسکا ہمیں
 اگر آپ کہنا ہمارا کرین
 اوٹھا دین ابھی انکو سگد ہم
 اگر بل کی لین کبر و پندار
 سنکر موتی چھوٹی بہائی ملول
 منع بجا خیالات سے
 طرح چندی رہی اپنی گہر
 کو شاید تقریر سے
 فی نہ چھوڑا مگر وہ شعار
 سپرستم

رہی دنگ نواب فرخندہ
 دکھایا جو قسمت نے دیکھا کیے
 پی جج مصمم تہیا کیا
 حضوری میں حاضر ہوئی سرسبر
 نہ کہتی تھی غدام والا سے ہم
 کرینگی ریاست کا کیا بندو
 مستایا مقرر یہ گہر آپ فی
 وہی پیش آیا بکھیرا ہمیں
 نواب ہی کوئی شکل میدا کرین
 کرین آپ کو خسرو جسم چشم
 کرین قتل شمشیر دار سی
 نہ درخواست کی افسروں کی قبول
 او نہیں باز رکھا پہر اوسبات سی
 کیا باطل و فسق غزم سفر
 خبر کی پہر اس تازہ تدبیری
 خوانین سے کر دیا آشکار
 کہ نواب سی وہ فریدون چشم

وہیں چھوڑ کر سب رستہ لیا
ولیکن ہوا جسم زخمی تمام
بزرگ دل عاشقِ دردناک
اوسے ظلمتِ شب میں وہ بہاگ
دکھا کر وہ آلودہ خون لباس
کہا چھوٹی صاحب کی ایسا سی آہ
کیا کشتہ لوگوں فی تلوار سی
اونہوں فی جو دیکھا یہ حال خراب
کہا کیون یہ کیسا ہی آشوب و شر
پیر کچ خُلق ہی خلق آزار ہی
جفا و نسی و نرات کی آکی تنگ
یہ تقریر اوسدم غرض چل گئی
محمد علی خان فی وقتِ سحر
علاقہ جو نواب کی پاس تھا
اوسے کر لیا ختم تدبیر سے
ستم بلکہ یہ اور اوس پر کیا
کیا ضبط ہمراہ کہتہ سال کی

مہنور اسکی تہی زندگی بچ گیا
بنا خون سی پیرہن لالہ تمام
سراپا میا نہ ہوا چاک چاک
گیا پیش نواب فخر خندہ فر
کیا حال بیچارگی التماس
ہوئی آج میری یہ حالت تباه
مگر بچ گیا حسن کردار سی
کیا چھوٹی بہانی کی جانب خطاب
کہا میں نہیں اسے مطلق خبر
خلافت تمام اس سے بیزار
کسی فی کیا ہوگا اسکا یہ رنگ
بڑی ساعت آئی ہوئی ٹل گئی
اوسے سفلی کی رامی سی بخطر
اجار می میں بخوف و وسوسہ
دیا کوئی حصہ نہ توفیر سی
کہ مال تجارت بھی اک لاکھ کا
نہ چھوڑا ذرا نام سی مال کی

مجھی ڈر ہی ناحق کا بلوا نہ ہو
وہی علی خان فی سنگریہ بات

کیا بلکہ غمت از بڑہ کراوسی
اوہر دیکھت کہ بعض فسرہ و ہنگ
کہا مار ڈالینگے سقۃ کو غم
مقد ر کئی چار رستم نہاد
پی قتل وہ اکثر اوقات میں
قضا را وہ دن برف باری کی تھی
یہاں تک تھی سردی سی حالت تباہ
محیط ابر تہا زیر چرخ بلند
عوض پاس بانو لکی بالای آب
شب تاریک ناگہان وہ شریر
فقط سوزنی دگلہ پر اوس گہری
گران سرمی جنام سرشار سی
سی دیکھ کر وہ دونوں کی کڑی
اک سمت سی دہریا تیغ پر
سیکاڑون وار تلو ار کے

مبادا کوئی فتنہ برپا
نہ مطلق کیا نشہ میں التفا
دلی اور اعزاز کشادوسی
ہوئی سخت سفلہ پرستی تنگ
کیا مشورہ سبب آخر ہم
ولید و شجاع و ولایت نزا
شب و روز رہنی لگی گہات میں
غریبوں کی بی اعتباری کی تھی
نکل سکتی منہ سی نہ بیکس کے آہ
گاہیں تہیں ظلمت سی آنکھوں میں
گلی کوچی میں پہر رہی تھی حجاب
میان میں نکلا بسان اسر
رضائی تھی اک دونوں جانب
سوجھنا جاتا تھا دربار سی
کین گاہ سی دفعہ آ پڑی
ستمگر کو سوجھتی نہ راہ ف
گہ اپنی نزدیک آؤ نہ بار

پس نکر وہ نواب عالیجناب
مگر سلم سے کر کے ضبطِ نفس
بیان اور سی یہ حکایت نہ کی
اوسیدین وہ فتنہ روزگار
عداوت کا اظہار کرنی لگا
لگاتا بھہاتا نئی آگ روز
یہاں تک کہ الفت میں الاخل
قدم بدگمانی بڑی لگی
گئے آخر اکدن برادر کے پاس
کیا عرض آخر مری حالبہ
اگر آپ ناخوش ہوں بزار ہوں
کوئی عذر و تکرار مج کو نہیں
مگر میری نسبت کسی طور سی
یہ سق جو محبت از سرکار ہی
اسی آپ سمجھا دین یہ وہیم
ہوای تکبر سے مثلِ حباب
برمی دہنگ بیہودہ اطوار

ہوئی آتشِ قہر سے شعلہ تاب
نکلوا دیا اوس پیامچی بس
کہہی بہانی سی یہی شکایت کی
ہوادر پی کاوشِ بیشمار
محمد علی خان کو بہرنی لگا
بڑاتا دمِ تھلپ لاگ روز
گئی صاف وہ چشم و ابرو بدل
دل آزدگی رنگ لانی لگی
شکایت کے کلمی کئے التماس
یہ بی التفاتی ہی کیوں سق
علاقہ سے میں دست بردار ہوں
کی طرح انکار مج کو نہیں
نہ یہ یاد رکھی روا اور سے
بہت بد زبان تلخ گفتار ہی
ذرا حد سی باہر نہ رکھی قدم
نہ یادہ نہ پہولی چنانہ خراب
بہت لوگ ناخوش ہیں بزار ہیں

نہ کچھ نیک و بد دیکھتا بہالت
سر نہم ہوتا یہ اوس کا اثر
عمائد کی جانب وہ کرتی خطاب
چلے جاتے اوٹھ اوٹھ کے دربار سے
وہ سمجھا کی اعمیانِ درگاہ کو
کہ افسر اس انداز گفتار سے
لحاظِ مراتب ہی انکا ضرور
تنبہ تو کیسا وہ اسکے خلاف
کہ میں چوٹی بہانی سی سنتا ہوں
تمڑ کا رکھتی ہو دل میں خیال
وہ یہ سنکی انسی بگڑنے لگے
غرض رفتہ رفتہ یہ نوبت ہوئی
مگر وہ فرود مایہ بی خبر
ہمیشہ پر آشوب مستی رہا
یہاں تک کہ بی حفظِ داب کلام
کہ تھا کرد و ارہ کی توفیر سے
مجھی یا تو ذہ یک دیا کیجئے

جو دل چاہت صاف بک دالتا
کہ نواب جسم جاہ بھی بیشتر
کہ وہ کہا کی سو طرح کی پیچ تبا
گلہ کرتے نواب غسوار سی
خبر کرتے نواب جم جاہ کو
دل آزر دہ رہتی ہیں سرکار سی
زبان اپنی کہنی میں رکھیں حضور
عمائد سے کہنی لگی صاف صاف
کہ تم میری جانب سی ہو سینہ سوز
مرا چاہتے ہو زوالِ کمال
لگاؤٹ کی بدلے اوکھرنی لگی
کہ سقی سی سبکو عداوت ہوئی
نہ آیا کہی آپ میں عمر بہر
خراب می خود پرستی رہا
یہ نواب کو اوسنی پہچا پیام
معافی سے دیہات جاگیر سی
عنایت کوئی دیہ یا کیجئے

بتادون تجھی نام کی اونکی راہ
 اونہیں تیسری دن یہ ایندو
 وہ رخصت ہوئی جبکہ دربارسی
 کہ مینی تو دنیا کی اعزاز و جا
 کیا عرش منزل فی وقتِ سحر
 فقیرانہ پہنی ہوئی ہون لباس
 تجھو سی صحبت ہی آٹھون پہر
 مگر یاد کہ کہنا میری تم یہ بات
 ریاست کی برتاؤ انسی محال
 نہ ملنا بہت انسی رہنا نفور
 امور انکی ہن قابلِ غور
 چنانچہ وہی رنگ پیدا ہوا
 دگرگون ہوئی شکلِ قبال کی
 کوئی سقہ و مسازِ نواب تھا
 ہوئی جبکہ نواب ذی اختیار
 شب و روز خدمت میں رہنی لگا
 شہ یک می و جام مینا ہوا

ملا لفظِ خان بعدِ نصرالہ
 پی نذر لائے برادر کی پاس
 کہا راہ میں اپنی غمخوار سے
 اوسی دن کئی ترک جس و زاہ
 سو عالم جاودانی سفر
 نہ امید رکھتا ہوں دلیں یاس
 فقط میں ہوں یا گوشہ مختصر
 کہ سندر نشین ہوں ستودہ
 یہ جاہ و چشم ہی قریب زوال
 کہ یہ رنگ لائین گی اکدن ضرور
 نظر آتی ہن طور بی طور سب
 مہینا نہ گذرا کہ بلوا ہوا
 یہ تفصیل ہی مجمل احوال کی
 ہمیشہ سی ہمدرد نواب تھا
 بڑا اور وہ فتنہ روزگار
 طرب خیز صحبت میں رہنی لگا
 شریفون کو دشوار چینا ہوا

ان آب و نال غائب ہوا سب سے ۱۰۶

غافل بن میں یہ لاجواب

وہی خود پسندی طبیعت میں

نہیں رہتا عقل سمجھتی ہے

خبر یہی دن رات مشہور ہے

جب آصف اللہ نے فی کمر کی جا

رہی وہاں یہی حسب الطلب

وہاں پیش نواب گرد و مرقا

دل آرزو تھی سب اسی بات

نہیں چاہتی تھی کہ یہ محترم

گئی مل کے سب چوٹی بیانی کی

یہ تہذیب پریشان خیال

فرست کیا ست سی معذرت

نیفت نہ برپا کر سکی ضرور

عائد سی نواب سی دو بدو

او نہیں آپ فی کر کے راضی وین

وہیں آپ فی پہلی دکھ لائی نذر

مگر ایک نواب فرخندہ فر

نہیں تہذیبی میں انکا جواب

ستم پیشگی انکی خلقت میں ہی

ریاست کی قابل سمجھتی ہے

محافل میں ہر سمت مذکور تھی

رچا یا پسر خواندہ کا اپنی بیاہ

رہی کچھ دنوں زیب بزم طرب

امامت مذہب کیا اختیار

نہوتی تھی راضی کسی گہات سی

ریاست سی ہوں مفتخر

یہ اولیٰ ہر ایک فی التماس

ریاست کا انکی سنبھلنا محال

زمانی میں کچھ فہم شہور ہیں

ریاست میں ڈالینگے شیک فتو

رہی دو گھڑی تک یہی

کیا بیانی صاحب مسند نشین

پہر ارکان دولت سی دلوائتی

کہ ورت سی بیٹھی رہی اپنی

مہینی میں لالہ کے تخصیص لدا
 مرا بند و بست اوس میں دائم رہی
 منافع سی اپنی کروں گا گذر
 سووم یہ کہ دن رات مشل پیر
 اراکین دولت کی عزت کریں
 نفر مائین مسدود باب کرم
 ملیں دوستوں سے صحبت کے ساتھ
 متانت سی ہر حکم جاری کریں
 رعیت کی ہر وقت رکھیں خیر
 محمد علی خان فی یہ ہمدرد
 یہاں تک کہ درخواست سی پیشتر
 یہ طی کر کے نواب عالم مقام
 سجا تہا وہ درجہ برنگ عروس
 ویا حکم ارباب اعزاز و جاہ
 تامل ہوا سب کو اس باب میں
 سبب یہ کہ پہلے سی عیان ملک
 جو عمدہ اراکین درگاہ تے

مجھے دیتی ہیں ساری بارہ ہزار
 یہی جمع ہر سال قائم رہی
 نہ بخش کبھی ہوگی باہم نہ شر
 رہیں آپ بھی مہربان خلق پر
 عمر نیرون قریبوں کی خدمت کریں
 کسی پر نہ رکھیں گوارا ستم
 ملازم سے پیش آئیں دولت کے ساتھ
 سخن جہدیم استواری کریں
 رہی عدل و انظمام عمر بہر
 کمی جان و دل سی قبول و پسند
 قسم کہانی کی مہر قدان پر
 ہوی رونق افروز دیوان عام
 کیا آکی بالائی مسند جلوس
 پی نذر حاضر ہوں پیش نگاہ
 پری فکر کے پیچ و گرداب میں
 سمجھتے نہ تہی انکو شایان ملک
 بخوبی طبیعت سی آگاہ سے

انہوں نے نہ مانا دیا یہ جواب
مبارک کبریٰ خدایا آپ کو
یہ سنکر کہا اے ستودہ سیر
کہ جس سے ہوا الفت میں پیدا خلل
اسی وقت ہو جابی وہ امر طی
کہا میں اطاعت میں ہر صبح شام
کبھی آپ کی حکم احکام میں
اگر ایسی باتوں کا ہی دل کو پیا
کہ جسم کوئی مفسد بد شرت
عنایت یہ یتد فرمائی
اگر واقعی ہو گا میرا قصور
نہ فرمائیں گے آپ اگر در گذر
کروں گا وہ تجویز اپنی سزا
دوم یہ ریاست سے ہی ہزار
وہ کمتر سے خویش و برادر کے تنہا
علاقہ جو ہٹا کر وادے کا ہے
میاصل ہی بی شبہ اس کا سوا

کہ اسکی سزا وار تر ہیں جناب
سوا اس سے دی مرتباً آپ کو
قبول اسکو کرتا ہوں میں شظیر
پڑی جسکے باعث سے ابرو میں بل
نہایت مناسب بہت خوب ہی
کہم بستہ حاضر رہوں گا مدام
نہ میں دخل دوں گا کسی کام میں
تو اقول یہ ہی فتا بل التماس
کبھی کچھ مری باب میں خوب شرت
مجھے اوس سی آگاہ فرمائی
تو چاہوں گا میں عفو پیش حضور
تو واللہ میں خود اسی جسم پر
نہوگی سوا جس سی کوئی سزا
جو ملتی ہیں سالانہ بی کار و بار
نہایت ہی قلت ہی اکثر کے ساتھ
سہارا کچھ اپنی گزار ہی کا ہی
زیر قسط سہ کار کے ماسوا

کیا افسروں نے بصد کر و فر
چنچ بدت جو بلو کیا
تمامی ستمگاروں نے بعدین
کتا بون میں یہ حال حیرت اثر
مگر جو کہ نسخہ ہی سرکار میں
رقم اوس سی کرتا ہوں حال کو
کہ نواب جسم جاہ کسری چشم
شجاعت میں ہمیشہ آفاق تھی
تہور کے عالم میں مثل نظر
سُن سال میں یہ سچا نفس
محبت مروت کی غایت نہ تھی
زیادہ عطا وقت کا تھا یہ سبب
نہ رکھتی تھی سر پر میان جہا
قضا کر چکی تھیں وہ عفت مآب
محمد علی خان نے شام و سحر
پس مرگ نواب وقت صبح
بڑی بہائی نے خود بنفس نفیس

بڑی بیٹی کو جانشین پدر
اونہیں خستہ و کشتہ سچا کیا
کیا چھوٹی بہائی کو مسند نشین
کئی طرح منقول ہے بیشتر
سہرا اسی خاص خبار میں
سناتا ہوں تفصیل حال کی
محمد علی خان فرخ شیم
نبرد آزمائی کے مشاق تھی
نہ تھی بہت تنہا اکبھی لاکہ پر
بڑی اپنی بہائی سی تھی دین میں
عنایت کرم کی نہایت نہ تھی
کہ طفلی میں نواب والا حسب
سر و امن مادرِ محرابان
اونہیں زندگی دی چکی تھی جواب
انہیں پالا تھا مثل نورِ نظر
ہوئی بہرِ سند نشینی صلاح
یہ چاہا کہ ہوں چھوٹی بہائی رئیس

بنامقبرہ شان و شوکت کی سات	منقش ہوا زینت و زینت کی سات
سورخ کو سوہی و مہم فکر خوب	لکھا بہر تاریخ لفظ غروہ
لکھا بہر قد حال نواب کا	یہ ہی مختصر حال نواب کا
مفصل اگر لکھے اس کو قلم	بہت کم برسوں یہ تازہ رقم

و کثیر شہسوار فضائی ہمت فارس مضمار نصرت
 تیغ زن معرکہ شہر شہر گیتی صف شکن کار گزار عہد و افگنی
 صاحب شوکت تامہ خداوند صولت عامہ زائر روضہ
 شہنشاہ حقائق جامی حرمین شریفین جہا مستظاہ
 نواب غلام محمد رضا صاحب درخلف الصدق
 حضرت غفران مآب محمد فیض الدین رضا بہادر طاب ثرا ہما

بلاسی ندی جام ساقی مجھے	مبارک ہونا اتفاق مجھی
خوشامد کا مجھ کو نہیں دوسر	عوض می کے پی لوں گا خون جگر
پی بادہ کیون دل کو حسرت رہی	میرا جوش مستی سلامت ہی
اوٹھاؤں ذرا کلکِ ندرت نگاہ	لکھوں حالِ نیرنگی روزگار
کہ نواب کی بعد شام و سحر	رہی یادگار جہان و دوپسر
گرامی ترین باعثِ اعتراف	محمد علی خان والا تبار
دومدہ کہ جس کے لقب میں مدام	مضاف محمد علی لفظ غلام

خصوصاً ایک مسجد ہی وہ دلنیر
 یہی حسن نیت کا اونکی اثر
 نسا زو سمین ہوتی ہی کثر کی ساتھ
 کیا خیر میں گو کہ صرف بقدر
 ہونی کم کسید نہ تو فیر گنج
 رہی سند عزت و جہاہ پر
 بڑی عمر ب شصت و دو سال
 تریٹھ کے اعزاز میں ناگہان
 سو راست پہلو میں زیر بغل
 کیا کالون نے مداوا کر
 غرض بارہ سو آٹھ میں باقیین
 کیا پنجشنبہ کو ترک جہان
 یہاں کا یہیں چھوڑ کر عز و جاہ
 دلون سی گیا تا فلک دو واہ
 الم سے پریشیاں عالم ہوا
 ہجوم قسوق سی خلیق کے دل
 یہیں قرب دروازہ عید گاہ

نہیں جسکا ہنر وستان میں نظیر
 کہ اتنا ہی آباد شام و سحر
 ہجوم حلالیق جماعت کے ساتھ
 ولیکن بہر اتہا خزانہ میں نہ
 ترقی دکھایا کی تقدیر گنج
 اسی طرح شش سال تک جلوہ گر
 دگرگون ہوا حال اس حال سے
 ہوتی صدمی کی ایک صورت عیان
 ہوا کوئی پہوڑا پیام اجل
 کسی کا نہ چارا ہوا کار گر
 کہ ذی حجہ کی تہی وہ اٹھا روین
 روانہ ہوئی سوی باغ جنان
 ہوئی سند آرمی تربت الہ
 ہوا مثل شب روز روشن سیاہ
 ہر ایک صورت زلف برہم ہوا
 ہوئی نالہ و آہ سے متصل
 ہوتی دفن وہ آسمان پاگاہ

ہجوم خلافت میں رقت کی سائے
قسم کہہا کی مذہب کی اعلان
کبھی خطہ فعل زشت و حرام
یہ فرما کے اوس امر دشوار میں
اوسی وقت بند ہوا کی ہر طرح ہمار
اسی طرح کی اور اکشر امور
سوا اسکے ہمیشہ عامل ہی تھی
بندہ رگون سی منقول ہی اک صلوات
تہجی کا لفظ اوسکے اول میں ہی
پڑنا کرتی تھے ہر بلا میں ضرور
سوعلم منطق توجہ تھی کم
سمجھتے تھی کافی وہ جسم بارگاہ
مگر فقہ میں تہا نہایت کمال
تو غل تہا آداب سادات میں
اگرہوتی سید کوئی خطا
اوسی سامنی تک بلاتی نہ تھی
اوسی عہد دولت میں شام و سحر

اوٹھائی سو قبلہ کی بارگاہ
کہا صدق نیت سی ایمان ہی
نہیں دل میں گذر امری لا کلام
ہدایت کی زناؤں ابرار میں
ہوئی داخل قصہ زیبا نگار
ہوئی باعث عمت بار حضور
دعاؤں کی پڑھنی میں کامل بھی
پڑھی جو مصیبت میں پائی بجات
نہایت اثر بخش بل چل میں
بہت اچھی عامل تھی اوسکی حضور
اولیٰ ہوتا تھا تعریف اشیا سدی
فقط قطبی و میر تک دستگاہ
مسائل کی تحقیق تھی ہمیشہ
بڑی تھی بہت حدیسی اس بات میں
عوض اوسکی آتی انہیں خود حیا
سزا کیسے آنکھیں ملائی نہ تھی
جنین مسیہ میں جا بجا بیشتر

ہو او مار بند ہو انیکا اہتمام
 ہوئی سنکی یہ شور و دریا سوا
 جو اعیان و ارکان درگاہ تہی
 خصوصاً شہنشاہ عرفان پناہ
 اسی طرح تہی ساتھ بحر العلوم
 خلائق کا تہا ہر طرف از وحام
 ہر اک کی طرف آپ فی میکہر
 کہ جنی کیا ہو نہ فعل حرام
 وہی پیشتر صرف ہمت کری
 یہ سن سنکی اکثر ستودہ خصال
 جو دیکھی خلائق میں زما دیہ
 مزامطلب اس خاص گفتار
 کہ ہوتی ہوئی قوت و دستگا
 یہ سنتی ہی سر شرم سی جہک گئی
 کٹری رہ گئی جہلہ پیر و جوان
 جب اس قید کی ساتھ وقت ہوئی
 تب او سو وقت نواب والا گھر

یہا تک کہ نواب والا مقام
 گئی تالپ آب مشکل گزار
 وہ سب صورت سایہ ہمراہ تہی
 کمال مجسم جمال الہ
 کہ جو ہندسی شہرتا بروم
 فراہم تہی نامی گرامی تمام
 کیا تازہ ارشاد اس طور پر
 ہوا ہو نہ جس سی یہ بیہودہ کام
 وہی سب سی بڑہ کر بایت کری
 بڑہی جانب آپ طوفان مثال
 کیا عرش منزل فی ارشاد یہ
 فقط یہ ہی زما دو ابرار سے
 ارادہ ہی اسکا کیا ہو نہ گاہ
 جو آگی بڑہی تہی قدم رک گئی
 نہ نکلا کوئی اس صفت کا ومان
 کسی کو نہ بڑہنی کی حیرات ہوئی
 ہوئی خود بخود جوش میں چشم تر

کمالاتِ نوابِ عالی ہمس
 نہو حشر تک ختم پختہ
 حقیقت یہی ہی کہ وہ باکمال
 حسین السی بی پروا می سحاب
 سخاوت میں ابر کرم سی زیاد
 سعادت ہمیشہ رفاقت میں تھی
 شب و روز مشغول حسن عمل
 ورع زہد و تقویٰ سی نکور رہتے
 عبادت میں مانع شمع حرم
 بی صدق و عومی اوٹھا کرتے سلم

اگر لکھی کلاک جو اہر قسم
 ہمیشہ رہی مستدانی خبر
 ہر اک بات میں تھی عظیم المنا
 نہ کہتا تھا تا ب نظر آفتاب
 شجاعت میں میرج کی اوستاد
 ترقی شریک انکی دولت میں تھی
 عبادت ریاضت میں ضرب المثل
 مقامات عالی میں مشہور تھے
 کٹری رہتی راتوں کو تا صبحی دم
 کروں ایک عمرہ حکایت رقم

حکایت

سنائی اوسے عہد میں ناگہان
 خرابی بڑی چپکے سیلاب میں
 دو بالا ہوا جس کا اضطراب
 قیام اک جگہ پر نہ کرتا کہیں
 یہاں تک کہ وہ ڈر کی بلوفان
 خلافت کو پیدا ہوا انتشار

ہوا جوش زن بھر کو سی بہان
 پٹری بیج قسمت کی گرداب میں
 رگِ فتنِ بسمل فی موج آب
 کٹری بہر نہ ساحل ٹھہرتا کہیں
 ہٹا جانے شہر میدان سے
 کیا ڈر سی اکتشہ فی غزم فرار

یہاں تک کہ سنی لاک سی متبیل لاک
سخاوت کرم کی کوئی حد نہ تھی
وہش فی تر آسمانِ دنی
شب و روز نوابِ عالی ہم
نپا تا کسی مین کوئی حرص و آرز
اور او سپر بھی چس کین تہا
خندانہ کیا جمع اتنا کہ بس
بتاتا ہوں اشرفیوں کا مین شما
ہر اک اشرفی خاص جیو رکی
وہ جنگ و جوڑہ مین لائی تھی
جو مشہور ہی چار سو دو دو دو
اونہین کو خوش آئی تھی سیر
اونہین کی توجہ سی آباد سے
ارادہ یہ تھا دور ایام مین
مگر یہ سمجھ کر کہ اک شہر خاص
زمانی مین ہر سمت مذکور ہی
مسمی کیا وقت آباد اسی

ہوئی زر کی تحصیل زیر فلک
عطایِ ورم کی کوئی حد نہ تھی
فقیر وں کو بھی کر دیا تھا غنہ
گہر ریز تھے مثل ابر کرم
ہر اک شکل تصویر تہا بی نیاز
کہ دولت کا ہر سمت انبار تھا
کبھی دیکھ کر چشمِ اہل ہوں
کہ تہین سے لاک بیست و یک ہزار
چمک جسمین خورشید پر نور کی
کہ آئین وہ نوابِ صف کی ما
زمانی مین افغانو نگار امپور
بسا کر اونہین کیا رشاک چین
اونہین کا ہی جو کچھ یہ ایجاد ہی
مرا بھی ہو کچھ نام اس نام مین
ہمیشہ سی رکھتا ہی یہ اختصاص
بہت فیض آباد شہر
فقط مصطفیٰ اور آباد سے

رہی شاہ آباد و حضرت نگر

کہ ہی چاروہ کک چھپت نہزار
وہ تعاد میں ہوں فقط چہرہ
شریک اوسکی ہی انگریزی سپا
یہ مطلب ہوا عہد نامی میں در

نکلو اکی پنجاب کک روپ
خوانین کو دی کی نصبت کیا
سپا پیش کچہ بات صرف جنگ
پی رفع شد صلح نامہ ہم
کہ باہم کی سب جہگڑی ملی ہو چکی
شجاع اودہ فی اودہ کو سفر
پہری عرش منزل سورامپو
ہوئی روز و شب مائل انتظام
زبردست تھی حافظہ زیر دست
ہزاروں چلی جانب رامپو
طرب خانہ اہل خدمت
ترقی حاصل میں پیدا

نہیں کے تصرف میں شام سحر
حاصل سی اوسکی کرین کاروبار
ملازم جو کہ ہیں سپاہ سوار
یہاں آئی ہے جو اودہ کی سپا
عنایت کرین دونوں فوج کا خرچ
ضرورت کو آئندہ خزانہ کہلا
زرقہ کچہ صرف ہمت کیا
حضور شجاع دلیر رنگ
ہوا پانچوین کو رجب کی قسم
گیارہ سو اکاسی ہجرت کی تھی
یہاں سی کیا بمعنان طفہ
دل آسودہ خدم و پرورد
یہاں آکی نواب والا مقام
عدالت سی توام رہا بند بوسبت
ہوا شہرہ حدل جو دور دور
ویرانہ وہ رشک جنت ہوا
رعایا کی کشت دو بالا ہوئی

غلط سمجھوں گا اگلی دستور کو
 سوم یہ جد ہر سند خاص پر
 اگر حقہ آئی گا اون کی حضور
 چہارم مری رو برو تاقیام
 مری اونکی ملکی کوئی گفتگو
 امور ایسی انگریز فیصل کرین
 چہر لیں آئی جملہ پیام
 اونہوں نی کہایہ مجھی سب قبول
 چہر لیں صاحب ہوئی ذمہ دار
 ملی دونوں دریای جود و کرم
 تحائف سی باہم ملاقات کی
 ہوئی میہمانی بڑی دہوم سے
 شجاع اودہ ہی بصد کروفر
 بنا خیمہ سرش منزل تمام
 نظر کر کے سود و زریان غوری
 کہ نواب سرشکر رامپور
 سوا اسکے لین او رہی دو حال

ندون گامین نذر اپن شہر کو
 وہ بیٹھیں گی بیٹھوں گامین ہی اودہ
 تو ہو گا مری سامنی ہی ضرور
 نہون وہ کسی اور سی ہم کلام
 نہ آئی کہہی عمر بر رو برو
 جو تجو نیز ہواہل کونسل کرین
 کہا پیش نواب والا مقام
 کرون گا سر مو نہ النسی عدول
 یہاں آئی نواب والا تبار
 بڑا حد سی جوش محبت بہم
 ادا خوب رسم مدارات کی
 نہ یادہ تصویر سی مفہوم سے
 ہوئی دوسری دن یہاں جاوہ
 شرف خانہ مہر گردون خرام
 کیا عہد آپس میں اس طور سی
 رہیں مالک کشور رامپور
 کرین راہی سی اپنی تحصیل مال

نواب مظاہر خان فیض الحسن صاحب دارالعلوم دیوبند

ادھر کا مرا عزم اصلانہ تھا
زبردستی احباب لائی مجھے
وگرنہ مجھے کیا سروکار تھا
چمک لینے آگے وہ جملہ حال
اونہوں نے کہا آپ پر جاسی
مجھے اون سے اب کچھ صورت نہیں
زیادہ حقوق اون کی ہیں اور سے
چمک لینے آخر گئی پروان
دایہ عشرت منزل فی سکر جواب
مگر کیا ہی بد عہد یوں کا علاج
ابھی کہا چکا ہوں میں اون کا فریب
میری اب ملاقات دشواری
میری فوج کو یہ گوارا نہیں
مرا چل کے رہنا وہاں بی خطر
کوئی نامی انگریز شرکت کری
قسم کہا کی ایک عمدہ افسر بیان
دوم یہ کہ جس دم ملاقات ہو

کستی کی کمک کا ارادہ تھا
مروت فی یہ دن دکھائی مجھے
میں خود قصی جہگڑی سی سیزا رہا
کہا پیش نواب قدسی خصال
ابھی ساتھ اپنی پہان لائی
وہ رنجش نہیں ہی عداوت نہیں
وہ محسن ہیں میری ہر اک طور سے
کیا ایک قلم حرفِ مطلب بیان
نہایت مناسب را پاضواب
کوئی اوسکا چارہ ہوا رشاد آج
مبادا کوئی پہر ہو دھوکا فریب
مجھے اس میں الجھتا نکار ہے
کرون میں خلاف اون کی را نہیں
محول ہی اس شرط واقف دار
حفاظت کی میری عنایت کر
کفالت کری اپنی محبسی بیا
براہر کی رسم مدارات

بقی تہی فوج اوسکی ہمراہ کی
 مہرنا ہوا اونکا دم بہر حال
 سر لین لیکر وہ تازہ آسیر
 تہنایا بیان ابن منصور کا
 نہ ہی ہمت و اوج شانِ کرم
 اوسی دیکھ کر قہر میں لنگار
 رہا کر کے اوس قیدِ جانگاہ سی
 دیا خلعتِ خسروانی اوس سے
 مخاطب ہوئی پہرہ قدسی ضمیر
 کہا جا کی نوابِ جم جہاہ سی
 کہ اب آپ سی کچھ خصوصیت نہیں
 ہوئی ہوئی والی جو قسمت میں
 نہ میرا نہ کچھ آپ کا فائدہ
 خوشی سی معاف اسکی تقصیر کی
 مری میں جو اگلی حقوق آپ پر
 ابھی عفو اسکی خطا کیجئے
 ارادہ ہی میرا بلاشتہ

اوس وقت بیباقی تنخواہ کی
 دیا اپنی شکر سی باہر نکال
 گئی پیش نواب مثل سفیر
 کہا حال قیدی مقہور کا
 وہی تہی غضب میں ہی آنِ کرم
 ہوئی داغ نواب گردون وقار
 کیا مفتخر عزت و جاہ سے
 کیا موردِ محرابانی اوس سی
 کمال عنایت سی سوی سفیر
 یہ کہن ازبان ہو انخواہ سی
 مری دل میں باقی کدورت نہیں
 اسی طرح اوسکی مشیت میں تہی
 اسی قتل کرنی سی کیا فائدہ
 نہ حاجت سزا کی نہ تعزیر کی
 عوض میں کرین آپ بھی درگزر
 وہی پہلی خدمت عطا کیجئے
 اسی راہ سی لون ولایت کی راہ

ہر جنابِ فطری فوج پر
 اودھ پر یہ تقدیم جب ہو چکی
 لیا مہنی بھی ہمسے جو بن پڑا
 اسی آپ تحقیق کر لیجئے
 نہ پہلی شہادت کہ ہر سی ہوئے
 یہ سنکر چہرے لہین رخصت ہوئے
 پہونچ کر بیان خستہ دل دور
 اوہوں نے جو تفتیش احوال کی
 قریب اور فوجین جو مامور تھیں
 نہ رانی بھی واقعی رویدا
 اسی کی طرف سی ہوئی ابتدا
 شجاع اودھ سنکی یہ حال سب
 سیاقید اوس ننگ دارین کو
 لہا پر قدم رنجہ نہ مائی
 یہ کہتی گانواب جم جہاہ سی
 یہ سید اتہار گنہگار ہی
 گرفتار یا قتل اسی کیجئے

پری باڑ پلٹن کی کیون پیشیت
 اجل بہتوں کی جان کو رو چکی
 شکایت ہی بیکار یہ جاگلا
 کہیں اور قصداً بق کر لہ
 یہ بیجا بدایت کہ ہر سی ہوئے
 ادا ساز رسم سفارت ہوئے
 حقیقت کہی ابن منصور سے
 شرارت کہلی اوس بد افعال کی
 کہیں گاہ دشمن میں ستور تھیں
 کیا فیہ منت فی یہ تازہ فساد
 اسی فی نیافت نہ برپا کیا
 ہوئی سخت برہم نہایہ غنہ
 بلایا اوسیا مچہر لہین کو
 اسی وقت اسی آپ لیجاہی
 عوض لیجیو اپنی بدخواہ سی
 مکر سزا کا سزاوار ہی
 مناسب ہو جو کچھ سزا دیجی

پی صلح آیا تھا جو پیشتر
روانہ کیا عرش منزل کی پاس
سفیرانہ آئین و آداب سی
نظر کر کی آغاز و انجام کو
دیا عرش منزل فی اوسکو جو آپ
کیا عہد پر جو تہا رے عمل
اب انگریز جب تک سن لینگی حال
یہ سکر روانہ ہوا وہ سفیر
سنا تھا جو نواب محصور سی
چمکر لین بنکر اوسیدم سفیر
لحاظ مراتب سی آداب سے
پس گفتگوی محبت اثر
سبب کیا ہوا آپ جو روز جنگ
غافل ہو کی آئین و دستور سے
نئی اس قدر فوج میدان میں
عرش منزل فی سچ ہی حال
جیسا ایسی پیمان و اقرار کے

دکھ کر جناب سلطان فیض اللہ صاحب ہمارے والد
شجاع اودہ کی طرف سے
وہ اگر خوانین میں سب سے ہراس
ملا آسمان جاہ نواب سی
کیا عرض خدمت میں پیغام کو
نہیں یہ سفارت قرین صواب
پڑا راست بازی میں اپنی خلل
ہماری تمہاری صفائی محال
کیا پیش نواب روشن ضمیر
کیا التماس ابن منصور سی
گئی خود سونو کوہ گردون غلیب
ملاقات کی جسا کی نواب سے
کہا ای خداوند فرخندہ فر
ہوئی صلح کی عہد و پیمان سے تنگ
لڑی لشکر ابن منصور سے
اوٹھی خون کی موج میدان میں
ولیکن مراہی ہی ہی سوال
ہوئی مرتکب کیون وہ پیکار کے

شب و روز گھیری رہی دور سے
یہ تدبیر کوئی ہوئی کارگر
ملی بڑھ کی اک دن چمکر لین سے
اوردیجی سبیل ہم مادر کر
کروں نذر سرکار والا مقام
کسی طرح یہ کار ممکن نہیں
کری فتح ہم سبیل توپ سی
شنان خوان نبرد آزمائی کی ہوں
نگاہوں میں پہنی لگی شکل یاس
یہ کیونکر مقید ہوں تدبیر کیا
کیا عرض نواب سی دو بدو
کری جا کی دریافت مافی الضمیر
سبب پوچھی اس جنگ پیکار کا
لڑی آپ کی فوج کیوں جان کے
جو فرمایا گیا جابی کا
اسی مشوری پر ہوئی کار بند
اوسی مرد پاکیزہ گفتار کو

یہ دیکھا کہ خالی ہی میں ان جنگ
فقط اک طرف چن دروان کار
غبار اوٹھکی چہا یا ہی بدلی کی طرح
دیا حکم ابھی جا کی لاؤ خبر
اودہر فوج پروار کرتی ہوئی
کیا گرم مہم سے راہوار
کہ اتنی مین آیا وہ خواجہ سرا
کیا شکوہ نواب جم جہاہ کا
کہ مین حسب ارشاد ہر رنگ سے
خوانین کی تیغ چلتی رہی
یہاں تک کہ پلٹن مری کٹ گئی
شجاع اودہ سنکی یہ ماجرا
کہا دل مین افغان سب ایک ہیں
دیا حکم لشکر کو پیچھا کرے
کرمی گہیر قتل اک ایک کو
یہ لیکے غم مرگ انبوہ مین
سمجھ کر اوسے قلعہ کو ہمسّا

نہ پلٹن ہی باقی نہ سامان جنگ
دسیرا نہ ہیں ہم درم کارزار
چمکتی ہی تلوار بجلی کی طرح
یہ کیسے قیامت ہی برپا اودہر
شجاعوں تلوار کرتی ہوئی
بڑی عمرش منزل سو کو ہمسّا
پریشان و مجروح پرخون قبا
کہا ماجرا قتل ناگاہ کا
رہا ماتہ کہینچی ہوئی جنگ سی
اودہر جان تن سی نکلتے رہی
کہیں گاہ مقتولون سی پٹ گئی
ہوئی سخت برہم نہایت خفا
بظاہر مخالف بد و نیک ہیں
ملین جس حکمہ وار اپنا کرے
سلامت پنچوڑی بد و نیک کو
وہ جا کر چہی دامن کوہ ہیں
کہی تو پون سی مورچی استوا

یہ معلوم ہوتا ہی انداز سے
 کہ ہم لوگوں سی دل میں بظن ہیں آپ
 اود ہر حافظ الملک کو وقت جنگ
 وہ کام آتی اون کی سراسر سپاہ
 اود ہر ہم سی یہ کی کہ پیش نظر
 ہنوز انکو نواب عالیجناب
 کہ پہر ایک باڑہ اور آکر ٹری
 یہ تاب آتی پہر اوس فلک جاہ کو
 کہا لشکر عازم جنگ سے
 تہور کے عالم میں خود پیشتر
 یہ فرماتی ہیں ایک عالی تبار
 یہ دیکھا کہ نواب گردون جناب
 اوسی فوج پر جا پڑی مثل برق
 ہوئی سیکڑوں غرق بحر ہلاک
 گھڑی پہرین نواب فی کاٹ کر
 تہی فرزند منصور اوسدن سوا
 یکا یک جو دیکھا اوٹھا کر نظر

ہو یا یہی یہ باہمی ساز سے
 پٹھانوں کی دیر پردہ دشمن ہیں آپ
 دغا دی کی چپ ہو رہی بید رنگ
 ہوئی بہاگ کر کشتہ خستہ تباہ
 تیرپتی ہیں صد ہا پڑی خاک
 بزرگانہ کچہ دی رہی تہی جواب
 اجل حبس کی ڈرسی ہوئی اوٹھا کر
 اوٹھی جوش میں قتل بدخواہ کو
 سمجھ لو اب اس فوج بی رنگ سی
 بڑی سب آگی بشکل نظر
 کہ میں بھی تہا گھوڑی پر اوسدن
 بھی ماتہ میں تیغ المباس تاب
 غضب کی چلی تیغ مشتاق فوج
 ہزاروں گری خستہ بالائی خاک
 وہ پلٹن وہیں ڈال دی خاک
 سر ہو جہ فیل گردون
 ہوا اور سامان اود ہر جلو

بجی فتح کی شادیانی اودھر
 خوانین لشکر ہوا ہو گئے
 ہزیمت کی ماتھوں سے سامانِ جنگ
 یہاں تو یہ عالم ہوا طور یہ
 کہ تھا میمنت ایک خواجہ سرا
 بچیوں کی پلٹن کا سردار تھا
 کیا اوسکی پلٹن فی آکریاں
 کہ دولشکر اس معرکی میں لڑ
 ولیکن نہ رنجک ہماری اوری
 نہ فیرا یکدن بھی دونالی ہوئی
 یہ سنگر کہا میمنت فی کخیر
 اونہوں فی وہیں بغیم پیشیں پس
 مقابل جو نواب کی تھی سپاہ
 پڑی بارہ پلٹن کی جو بخیہ
 دلون میں ہوا سبکے پیدائیں
 کیا عرض کیا اسپین ہرارہیں
 ہمیں ناروا منع پیکار ہے

اودھر ہو گئی فوج زہیر و زہر
 پریشان سب جا بجا ہو گئے
 پڑا رہ گیا روز میدانِ جنگ
 اب آگی سنو تم مزا اور یہ
 شہیر و ستم پیشہ و کج ادا
 کمیدان وہ زشت کردار تھا
 کہ یہ بھی ہی اک گردشِ تہمان
 ہوئی تیغ افشان ملائم کڑی
 نہ ایسی میں بھی چاند ماری اوری
 ہماری نہ بندوق خالی ہوئی
 یہی ہی تو تم بھی کرو چند فیر
 نکالی دل خون شدہ کی ہوس
 اوسے وہ خنثی ہوا مذم خواہ
 پیڑ پنی لگی سیکڑوں خاک پر
 گئی مضطرب عرشِ منزل کے پاس
 یہ کیسی ہم قول و اقرار ہیں
 اودھر سی یہ گولی کی بوچھاڑی

یہ پیغام لیکر گیا جب سفیر
اسی عہد پر دونوں فرخ تبار
مقابل کی فوجوں سی فرما دیا
صف آرا ہوئی دونوں لشکریہ
پس و پیش قلب یمن و یسار
شریک شجاع اودہ وقت جنگ
ہوئی تیسری دن لڑائی شروع
ہوئی تو یون پر ہر طرف بتیان
نہ باقی رہی جبکہ امید خیر
پڑی فوج کی بازو جب فوج پر
شجاع اودہ کی دلاور بڑھی
ہوئی ہوئی تو یون کی دوچار فیر
کوئی گولہ انگریز کی توپ کا
پڑا سینہ حافظ الملک پر
ہوئی رہنما سوی جنت اجل
ہوئی دو گہری تپند افسر
جو بہر کی سوا آتشیں کارزا

کہا پیش نواب آفاق گیر
رہی روز و شب سبقتل استوار
اس اقرار باہم کو سمجھا دیا
دونوں سی کیا استقامت فی رم
کی فوجوں فی مورچی استوار
صف آرا تہی یک سمت فوج جنگ
دیر لڑائی کردی صفائی شروع
ہوا میں دہوان بنگیا آسمان
فوج سی بڑھ کی جنرل فی
اوڑی سیکڑوں مردی بال پر
بی جنگ شمشیر لیکر بڑھی
آئی نظر دفعہ اور سیر
شہادت کا پیغام لیکر چلا
صد می سی جسکے گری خاک پر
اوسیدم گئی روح تن سی نکل
رہی ہمرہ فوج بیدل کٹہری
میزان ہوئی سب ہرنگ شر

طبیعت میں ناحق شناسی نہیں
عنایت کرم سی زرو مال سی
شرافت نجابت سی گذرنا نہیں
بدی مری ولین آنا محال
مجھے دشمنوں سی بگڑنا نہیں
یہی عرش منزل ہے پیجا جواب
لکر کیا کروں سخت مجبور ہوں
بلا ہو گئی وضع داری مجھی
بہت مینی چا یا کنارا کروں
ولیکن نہ ممکن رہائی ہوئی
وزیر الممالک فی سنکر پیام
کہ اچھا مع فوج و طب و نشا
یہاں رہتی دھرت آرام سی
بہم صلح ہو یا کہ پیکار ہو
کہا وضع داری کی یہی خلاف
مگر ان یہ ممکن ہی نہ کام جنگ
بشرطیکہ اسکا او دہر ہی خیا

مجھی عداوت ناسپاسی نہیں
مری آپ محسن ہیں ہر حال سے
میں اتناک وہ احسان ہوا نہیں
مقابل ہوں میں آپ سی کیا محال
کسی طرح منظور لڑنا نہیں
کہ میں ہی نہیں کینہ جوئی جناب
خوشاہ سی حافظ کی معذوری ہوئی
یہاں لائی بی اختیار ی مجھی
رفاقت نہ انکی گوارا کروں
نہ حافظ کی میری جدائی ہوئی
اوسے دم یہ پیجا لکر پیام
چلی آئی آپ اوٹھ کر بیان
نہ کچھ کام رکھتی کسی کام سے
مزاج مبارک نہ بیزار ہو
کہ میں چھوڑ دوں ساتھ روزِ مصافحہ
چلی اس طرف سی نہ تیر و تفنگ
رہی روزِ میدان جنگ و جدال

اسی طرح ہر ایک فی بید رنگ
اونہون فی کیا شکر آراستہ
وہ کل جانشینان سردار کو
دل بعض خاصان در گاہین
کیا عرش منزل سی اکریان
ابھی حافظ الملک کو کم کی قید
شجاع اودہ کی حوالی کرین
دیا عرش منزل فی اونکو جواب
وغا مبدولت کاشیوا نہیں
کیا لاکہ اصرار احباب نے
کیا کوچ باہٹ سی لشکر کے ساتھ
پہونچکر لڑائی کی ارمان میں
مقابل ہوئی دیونین لشکر و بان
شجاع اودہ فی سنی خیمہ
روانہ کیا ایک اپنا سفیر
بجلائی تسلیم آداب سے
کر مجکو خصومت نہیں آپ سی

دیا حافظ الملک کو صرف جنگ
دلون سنی ہوئی بھر برجاستہ
چلے لیکے ہمراہ پیکار کو
عداوت ہوئی جوش زن زمین
اگر آپ دین حکم تو ہم یہاں
بہلا دین فریب و دغا کا روئید
لڑائی نہ گوری نہ کالی کرین
مناسب نہیں ناصواب ہر کام
یہ سفارون کا ہی کام اپنا نہیں
نہ مانا کہ یہ طرح نواب نے
روانہ ہوئی شوکت و فخر کی ساتھ
پٹری لائی کہ پٹری کی میدان میں
نظر آتی سامان محشر و مان
کہیں عرش منزل بھی شاہ اودہ
اوسی وقت خدمت میں پہونچا
کیا عرض پیغام نواب سی
خلاف و عداوت نہیں آپ سے

مری آپ آقا کی فرزند ہیں
اگر لیکے میرا علاقہ مجھے
لڑائی کی صورت میں بدنام ہوں
ہمیشہ خیال اسکا آتا رہے
کہا بگسان ہی جو ایسا مزاج
ہمیں مشوری سی کنارہ کرو
جو اوٹھی ابا کر کے اس باب سے
کہ والدہ جب تک ہی یہ معرکا
کہا میں کہیں اور جاتا نہیں
بلا کر خوانین لشکر وہیں +
ادھر حافظ الملک فی بخیر
سو ابن منصور بھیجا جواب
اوہوں نے پڑھا جب وہ مضمون پوچھ
ولید ان لشکر بڑی بیدارنگ
ادھر حافظ الملک اپنی چار سو
وساطت سی نواب جسم جاہ کے
دنی فتح خان کی پسرانہیں

حافظ نواب خاں

خداوند رحمت کی دل بند ہیں
ندین آپ تو کیا ہو دعوا بھی
کروں وضعی رسی تو ناکام ہوں
مرامک قبضی سی جاتا رہے
تو پھر ہم سے شوری کی کیا احتیاج
جو کچھ دلیں آئی تمہاری کرو
کیا عرض حافظ فی نواب سی
نہ چھوڑو نگا دامن کہی آپ کا
بہانی سی آنکھیں چراتا نہیں
رہی ہمدرد شوکت و فروہیں
سمجھ کر نصار اکو امداد پر
لکھا ناپسندیدہ و ناصواب
اوسیدیم دیا فوج کو حکم کوچ
مسلح چلی سوی میدان جنگ
ہوی نامداروں سی امداد جو
مدد انکی ہر اک فی دل خواہ کی
زیر نقد دو لاکھ سچال میں

کہا آپ پر قرض ہی یا نہیں
 زرقہ رض بہشت ادا کیجئے
 کہا کوئی میرا معاون نہیں
 کہا پھر کشمیر کے سبب نامور
 سری حصی میں جس قدر آئی گا
 عائد ہو تم پر کرو تم ادا
 اسی سزا وارتاج و نگین
 میں تمہاری بھی حصی کا ند
 یہ تو تدبیر اچھی نہیں
 نہیں خوب اظہار افلاس کا
 سوا اسکی کچھ اور ارشاد ہو
 دیا حافظ الملک کو یوں جواب
 او نہیں شہجہان پور و دیہی
 کہا دی تو میں دون مگر خیال
 ہی اگر کچھ غم و ستبر
 ادا کر کے میں قرض ادا نکا تمام
 یہ سنکر منہسی خان والا تبار

ہی تو سب تقاضا نہیں
 وعدہ کیا ہی و
 وں میں سبیل اسکی ممکن
 میں متفق ہو کی تدبیر
 اوس وقت حاضر کیا جای گا
 سوا اسکی ممکن نہیں فیصلہ
 طرح کچھ مجھی ممکن نہیں
 ونگا ادائی طلب وقت پر
 یہ دولت یہ تحقیق ہے نہیں
 مناسب نہیں تذکرہ یاس کا
 بی بی خلش طور ارشاد ہو
 بتادی تامل سی راہ صواب
 پس چند مدت پھر اے مجھے
 ربر دست کو دی کی لینا محال
 مجھی تم کرو وہ علاقہ سپرد
 علاقہ تمہیں سپرد ونگا تا
 اسی فریدیون و

یہ کہ سنی نواب نصرت ہوئی
 اودہ میں پہونچکر سپین خطراب
 یہ حافظ کو لکھا کہ آپ ہتھکڑی
 ادائی زر نقد اگر ہو محال
 وصول اوس سی کر کے میں قرضہ تمام
 اوسی پڑھ کی حافظ فی پروانہ کی
 یہ سمجھے کہ لکھا امرا بالیقین
 خریطی کی نسبت ابھی دوبارہ
 اوسی حال میں ہو کی پراضطراب
 اعادہ کیا حال مذکور کا
 دہم ختم نامہ سپرد قلم
 تعجب یہ عدل سرکاری
 کرین آپ کی خیر خواہی تمام
 بلا کر ادھر شاہ آباد سے
 دکھایا وہ خط ابن منصور کا
 کہا کوئی تدبیر بتلائی
 زلیس بد وفطرت سی تھی حق

روانہ سو قرض دولت ہوئی
 روانہ کیا اک خریطہ شتاب
 زر قرض ادا کیجئے جلد تر
 مجھے دیجی آپ کوئی محال
 اوٹھا لوں گا قبضہ فقط والسلام
 نظر اصل مطلب پر اصلاح کی
 ابھی تک گورنر کو پہونچا نہیں
 نہیں پیش آئی کوئی گفتگو
 روانہ کیا پھر خریطہ شتاب
 ارادہ لکھا ابن منصور کا
 کیا یہ بھی مضمون حسرت رقم
 کہ ہم حسن اخلاص سی پیار سے
 بٹائیں مخالف ہمیں صبح و شام
 کہا حال نواب باداوسے
 سنایا الم شہجہان پورہ کا
 مناسب کچھ ارشاد فرمائی
 نکر تی رعایت کو مطلق پسند

تردوسی آیا نہ آنکہ ہونین خواب
گورنر بہادر فی وقتِ سحر
ہوئی جمع حکام شہر و دیار
گئی ابنِ منصور شوکتِ سائے
ادا کر کے رسمین ملاقات کی
لحاظِ مراتب سی آداب سی
دمِ جنگ سرکارِ فرخندہ فر
جو لکھا گیا عہد نامہ بہم
بیان آپ فی کینہِ شیطین تمام
خریطہ دیا ابنِ منصور کو
نہیں ہی اگر صلح نامہ غلط
کہا واقعی راست تقریر ہی
مگر اوس زمانہ میں سرکار
لڑائی تھی بکسر کی میدان میں
جو لوگوں فی دیکھا مگر اوس
نہ تھی اوس میں تاریخِ تحریر کی
کوئی بات آخر نہ جب بن پڑی

رہی رات بہرِ مرم اضطرار
سجا اک مکان اپنی انداز پر
بچہائیں گئیں کرسیاں زنگار
گورنر ملی اوٹھ کی عزت کی ساتھ
ہوئی بحثِ ملکی مہمات کی
گورنر فی پوچھا یہ نواب سی
ہوئی آپ سی صلح کس عہد پر
ہوئی اوس میں کیا کیا شرائط
گورنر فی سنکر پس خستہ تمام
کہا دیکھئے اپنے مسطور کو
تو پھر کیا بلا ہی یہ مضمونِ خط
یہ پیچھی ہوئی میری تحریر
نہ تھی صلح اس شرط و اقرار سی
میں تھا ساتھ لشکر کی میدان میں
ہوئی منفعل دل میں پڑہ کر اوس
غلط تھی بنا جملہ تقریر کے
گورنر یہ کہنی لگی اوس گہری

غضب کا ہوا دلین چہ ہراس

دُکھِ بنی جب نہ تدبیر سی

گئی وقتِ شب میرنشی کی پاس

کوئی تدبیرِ بشلای

اوسنی گونبدہ پر باد ہو

کہا اوس سی نواب فی حال سب

اوسیدم خریطی منگا کرتا

اوسی دیکھ کر منس پڑا وہ دلیر

جو پوچھا شجاع نکو کیش فی

دیر آپ کا تھا بہت ہوشیا

وہ خستم تحریرِ مطلب کہین

گورنر اگر آپ سی دو بدو

تو کہید بکھی گاہی بر ملا

اون دنوں ایسی صورت تھی

منصوت ہر دم سر و کار تھا

مری آپ کی جنگ بکسرین تھی

ی ابن منصور شاد

رہی ہوش برجانہ قاتم حوا

ہوئی رہنمائی یہ تقدیر سی

پریشان و آشفتمہ و بدحواس

مری کام ہی آج کچھ آئی

بجالاتی جو حکم ارشاد ہو

سنایا تردد کا اپنی سبب

پڑی پیش نواب والا مقام

واہ و اکیون نہو میری شیر

منشی دور اندیش نے

نظر کر کے آغازِ انجام کار

ہمیں کی تاریخ لکھی نہیں

خریطی کی نسبت کرین گفتگو

بلا شک ہی میرا یہ بیجا ہوا

بہم راہ و رسم محبت نہ تھی

عداوت کا ہر وقت اظہار تھا

بہم دشمنی و دونوں لشکر میں تھی

وہاں سی پہری خسر و بامرا

شجاع اودہ کی ہی دل میں فتور
یہ سن سنکی نواب گردون چشم
کہا حافظ الملک سی چند بار
کرود و دل سی در اندازیان
گمروہ نہ باز آئی اس بات سی
پہان تک کہ نواب فرخندہ فر
انہون نی پس شادی بقیاس
اوسی دیکھتی ہی وہ فرخ سیر
اوسی وقت لکھا کہ جلد آئی
کسی وجہ سی اون دنوں پہنچ
مح چند خاصان عالی وقار
کیا آب دریاسی جسد م عبور
ترودین بیٹھی تھے ابن وزیر
حضور ہی میں چاغر ہوا راہ سی
کرین اوسی کہ کہہ لیا بی پری
پہونچکر بنارس میں آیا خیال
پڑا جس گہری رنگ فق ہو گیا

کوئی فتنہ برپا کرنیکی ضرور
ہوئی دل میں آزدہ و پیرالم
ریاست کامٹ جای گا اعتبار
نہیں خوب فیتنہ پردازیان
رہی شاد اپنی خیالات سی
چلے آئی آزدہ ہو کر ادھر
خریطہ وہ بھیجا گورنر کی پاس
ہوئی آتش قہر سی پر شر
ضروری ہی کچھ کام سن جائی
گورنر بنارس میں تہی جلوہ گر
چلے ابن منصور فرسخ تبار
ہوئی خیسر داخل کانپور
کہ اک عرش مندر کا پوچھا سفیر
خریطہ دیا عزت و جاہ سے
سفر کے ترودین آگی بڑھی
کہ دیکھیں تو کیا ہی خریطی میں حال
جگہ خنجہ غم سی شوق ہو گیا

یہاں تک حافظ کی تحت جگر
عنایت مع لفظ خان نام تھا
شجاع اودہ کی وہ نوکر ہوئی
انصار اسی جہدم کیا قصد جنگ
مناسب یہ سمجھے کہ اس راز کو
رقم کر کی آخر یہ راز نہان
سمجھ کر ہم آواز و ہمد از دل
انہوں نے جو پایا یہ موقع محل
طلب کر کے نواب جم جاہ کو
کہا جو سلوک ابن منصور
سوائے ضرر صرف بیکار زر
یہ مانا کہ فکر گزشتہ محال
غرض اس سے یہی کہ پہر آج کل
یہ تحریر ہی ابن منصور کی
سمجھ کر شفیق و پر ارمان بھی
ارادہ ہی میرا یہی بی ہراس
سرافراز ہوں خیر خواہی ہی تیرے

حضور میں حاضر ہوئی بخیلر
جوان بخت فخر خندہ فرجام تھا
کسی فوج کی خاص فسر ہوئی
قرب آگیا وقت تیر و تفتنگ
لکھیں اپنی یاران دمساز کو
خریطہ کیا سوی بنکش روان
کہا خفیہ حافظ کو یہی ساز دل
محبت باہر گئی پہر نکل
دکھایا مضامین دلخواہ کو
کئی آپ نے بڑھ کی مقدمہ دہی
ہوا کیا نتیجہ ملا کیا ثمر
ناسف ہی بیکار حیا خیال
ملا ہی وہی وقت و موقع محل
نگار شش ہی نواب مغرور کی
خریطہ یہ پہچا ہی پہان بھی
اسی پیچہ و نون گورنر کی پاس
بچوں انکی جو رو تباہی سی میں

وہاں سی سمجھ کر تمہیں مہربان
 دیا مای تمہی بھی ایسا جواب
 یہ حافظ معاون نہ تم چارہ گر
 کہا خان بنگش نے میری صلاح
 چلی جائیں تنہا گورنر کی پاس
 ابھی ہی عملداری انکی جسدید
 رعایت ہی ہر وقت بنظر
 تعجب نہیں آپ سی دو بدو
 اگر سب نہیں کچھ تو ملک حضور
 بسر ہوگی پھر جاو و اقبال سی
 سمجھ کر وہ اس پند کو سو مند
 منگا کر سبکسیر اک را ہوا
 گورنر سی جا کر ملاقات کی
 کیا مسترد ملک اون کو مگر
 دین میر منشی فی لیکر قلم
 سرکار بنگش کی خیر خواہ
 بہت گورنر کریں

مصیبت کی عالم میں آیا یہاں
 کہ جس سی دو بالا ہوا اضطراب
 بتاؤ کروں کیا میں جاؤں کہ ہر
 یہی ہی کہ کل آپ وقت صبح
 اسی طرح بی خوف و بیم و ہراس
 حکومت میں چند ان نہیں ہیں شدید
 مدار ریاست ہی تالیف پر
 گورنر کریں صلح کی گفت گو
 کسی شرط پر چوڑ دینگی ضرور
 بدل جائی گا حال اس حال سے
 ہوئی بی غم این و آن کا رہ
 ہوئی این منصوبہ رہنہا سو
 اونہوں نی بہت کچھ بد رات کہ
 کئی شرط پر چند اقرار پر
 کیا عہد نامہ یہ با ہم رقم
 رہیں این منصور شام و گیارہ
 دوامی مصارف کا ذما کریں

ہوئی سکی فی الفور بنگش سوا
 اوار سہم تسلیم کی دور سے
 لی آئی اراکین دولت کی سائے
 تواضع میں لطف و مدارات میں
 دم صحبت تخلص یک بیک
 کہا خان بنگش نے اسی جم و قاف
 مگر کیا کروں سخت مجبور ہوں
 نہیں میری قابو میں نوکر مرے
 دم جنگ جلیوں کی آثار ہیں
 بدی دل میں ہی ضعف ایمان میں
 یہی باعث عذر و انکار ہی
 و گرنہ میں حاضر ہوں حال سی
 کہا و امی بی اعتبار مجت
 نصار کی لشکر فی دیکر شکست
 زمانہ کی ماتھوں پہو کر تباہ
 او نہوں نے وہ کی کج آدائی کبر
 جواہر مری پاس تھا جب قہر

بڑھی پیشوا لی کو با صبر و وقار
 ملی ابن نواب منصور سے
 اوتار اٹری شان و شوکت سائے
 دقیقہ نہ چھوڑا کسی بات میں
 شجاع او وہ فی طلب کی کمک
 کوئی عذر مجبور نہیں زمینہار
 ستمذیدہ فوج مغرور ہوں
 سپاہی مری ہیں نہ افسر مری
 مجھی قتل کر نیکو تیار ہیں
 مبادا داغ دین یہ میدان میں
 اسی سی یہ بی لطف گفتار ہی
 مار دگا رہوں جان سی مال سے
 دکھا یا فلک فی عجب روز سخت
 مکر مملکت کا کیا بند و بست
 گیا پاس حافظ کی بہر پناہ
 نہ باقی رہی دلیں کوئی ہوس
 وہ سب لیکے باندہ ہی مکر قتل پہ

پہونچکر یہاں خرم و تازہ
کیا جمع اعیانِ درگاہ کو
حقیقت کہی ابن منصور کی
وہ سنکی یہ حالِ فرزانگی
کئی روز تک کل پیادہ سوار
کہ لائین نہ حافظِ حصار کہین
تر و تکرنا پڑی وقتِ جنگ

ہوئی داخل لشکرِ جنگ جو
کہا سب مضمونِ جان کاہ کو
سنائی دغا خانِ مذکور کی
ہوئی آفرینِ خوانِ مردانگی
رہی اپنی اپنی جگہ ہوشیار
غضب میں ہوں لشکر آرا کہین
مقابل بھی فوج ہو بید رنگ

رفتن وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ بہادر
سمت فرخ آباد از اعانت جناب علی القاب نواب
فیض اللہ خان صاحب بہادر ستقبال نمودن
احمد خان بنگش و مہمان داشتن بخانہ ولکاش

میسر کہان مجھ کو ساقی شراب
نہیں چین دنیا میں دم بہر مجھ
کہوں کس سی میں درو بیچارگی
کہ جب ابن منصور فرستہ۔ ہنر

جفای فلک سی ہوں غامخ خراب
پہر اتاہی گہر گہر مقدر مجھے
سناؤں کسی حالِ آوارگی
ہوئی فرخ آباد میں جاوہ گہر

کہا میری نزدیک بگش کے پاس
 کہ جہان نواز اونسی بہترین
 یہ ٹہرا کی وہ دولون والا گھر
 دلیرانہ ایک سمت پر چپک ٹہری
 او نہیں قبضہ تیغ سے توڑ کر
 لگا رکھی تھی تین گھوڑی وہاں
 کیا ایک پر وہ نہ نقد بار
 وہاں سی چلی مثل عمر روان
 کی ساتھ دو معتبر جان نثار
 کہا وقت رخصت کہ اسی چشم
 نگاہ عدوسی بچائی ہوئی
 تنکے یا مری راہ میں را ہوار
 اوسے چھوڑ کر دوسری پر
 نہ را شرفی بی غم خود و ببرد
 یہ نقد امانت کو پیش حضور
 امید انسی محک و غاکی نہیں
 غرض وہ گئی فرخ آباد کو

قدم رنج نہ رہائی بی ہراس
 پہونچ کر وہاں پہر کوئی ڈر نہیں
 سنبھالی ہوئی اوٹھی تیغ و تبر
 نظر آئی روزن میں شیشی جڑی
 نکل آئی باہر وہ فرختہ فر
 ہم آہنگ وہم و خیال و گمان
 ہوئی دولون دو برق و ش سوار
 نگاہ حلائی سہی ہو کر نہاں
 دلیر جہان رستم روزگار
 نہ حافظ اب گہر کو جاتی ہیں ہم
 چلے جائی باگ اوٹھائی ہوئی
 نہ دم لیجے گا کہیں زمینہار
 عنان تاب ہونا دم خطہ را
 انہیں کیجئے گا برابر سپرد
 حفاظت سہی حاضر کرینگی ضرور
 توقع وقوع خطا کی نہیں
 یہ راہی ہوئی شاہ آباد کو

مگر کچھ عجیبی اسکی پروا نہیں
اسی واسطے صرف آیا ہوں میں
یہ ذمہ ہی میرا کہ اس قید سے
نہ آفت کوئی بحال پر آئی گی
پی صرف اک لاکھ کی اشرفی
وزیر الممالک اوسی دیکھ کر
کہا اسقدر اشرفی کیا کروں
اوٹھاؤں یہ بارگران کس طرح
تکلف مجھی کچھ نہیں آپ سے
اگر ہو سکی حافظ المملک سی
کہا اس میں میرا نہیں اختیار
خوشامد سی تدبیر سے جو رسے
تکلف مناسب نہیں آپ کو
زیر اشرفی لین عنایت کریں
جہاں آپ تشریف لیجاؤں گی
کہا ابن منصور فی ہر بلان
سیکو نہیں پاس احسان کا

کوئی فکر و اندیشہ اصلاً نہیں
ضروری سب اسباب لایا نہیں
چہڑا لیچلوں گا کسی کی سے
ہوگا بھی نہ گرو آپ کی پائی گی
اوس وقت نواب فی پیش کی
ہوئی چشم تراپنی افلاس پر
کہاں انکو میں صرف بیجا کروں
میں لیجاؤں انکو کہاں کس طرح
بہت شاد ہوں میں حشرین آپ سے
جواہر مری تم دلا دو مجھے
سین کی نہ حافظ مری زمینہاں
یہ ممکن نہیں ہی کسی طور سے
یہ اصرار واجب نہیں آپ کو
ہماری قبول آپ دعوت کریں
مری معتد اسکو پہنچا دیں گے
میں اس وقت آفت میں جاؤں گا
زمانہ ہی دشمن مری جان کا

کیا منع نہ گامہ عام سے
 یہ رہ جای گا سب دہر طاق میں
 اوس وقت وہ خسرو نامور
 کیا گرم اسپ سبک گام کو
 پی غسل نواب جانی کو تہے
 پہونچ کر گہری دو گہری پیشتر
 جب آئی وہاں ابن منصور ہی
 محبت کی ہونی لگی گفت گو
 کٹیہر کے نواب جسم پاسبان
 کہ حضرت ہیں کس رخ خوب گوشین
 ارادی یہاں دل میں کچھ اورین
 نکلتا اگر ہو نکلیے اسے
 شجاع اودہ سنکی ششدر ہوئی
 کہا کیا کروں سخت معذور ہوں
 نہ اس باب کوئی نہ سامان ہی
 نکلتی کی تدبیر کیونکر کروں
 کہا گو کہ اس امر کو جان کی

دور یا عداوت کی انجاسام سی
 ہمیں ہون گی بدنام آفاق میں
 ہوئی جلوہ گر پشت رہو اس پر
 کو مان پونچی اوس دم کہ عام کو
 ہو اوار اپنا منگانی کو تہے
 یہ ٹھہری کسی موقع خاص پر
 ملی بھی ہوئی دل میں سرور ہی
 دلون سی نکلتے لگی آرزو
 یہ کہنی لگی اون سی راز نہاں
 سنہلے ذرا آبی ہوش میں
 دعا کی نیت ظلم کی طور ہین
 یہاں سی مری ساتھ چلیے ابھی
 نہایت پریشان و مضطر ہوئی
 میں اس وقت ہر طرح مجبور ہوں
 فقط میں ہوں یا اک مری جان
 راوای تقیر کیونکر کروں
 عدو ہونگی حافظ میری جان

تمہاری ہزاروں بین دشمن بیان
 میں بدنام ہوں کو بکودہر میں
 یہی راہی ہی چننا فسر مرے
 شب و روز خدمت میں حاضر رہیں
 خبر رکھیں دنرات ہر سال کی
 یہ سن سنی نواب آشفقت ہوش
 وہاں سی یہ دلسوز بن کر آئی
 نکل کر طلب چننا فسر کے
 جو اہر جولائی تھے وہ دور سی
 اوسی حالت رنج میں روز و شب
 یہ عادت تھی نواب مجبور کی
 کہ جاتی تھی ہر روز حمام کو
 یہ حافظہ نہ چاہا اون ایام میں
 کلا گھونٹ کر اون کو بجان کریا
 کسی کو خبر نہ اس بات کی
 یہ مہمان پرست کے چور و جفا
 ہوا غم کہ اس بات میں دوڑ

مبادا کہ ہو کوئی ایذا رسان
 قیامت کا ہنگامہ ہوشہر میں
 قیامی ہوا خواہ نوکر مرے
 ہمیشہ اطاعت میں حاضر رہیں
 حفاظت کریں جان کی مال کی
 رہی شکل تصویر بجان خموش
 ہوا خواہ نواب مضطر آئی
 اوس وقت پتہ ہی مقرر کیے
 وہ سب لی لی مکرسی زور سی
 نظر بند رہنی لگی بے سبب
 شجاع اودہ ابن منصور کی
 دیا کرتی انعام خدام کو
 کہ اک دن دم صبح حمام میں
 زمانی میں یہ کام پنہان کریں
 خاش دور ہو جای دنرات کی
 موئی عرش منزل نہایت خفا
 جو حافظہ سی ہمسی ہوئی گفتگو

کتیہر میں تشریف فرما ہوئی
 ہوئی حافظ الملک کی میہان
 کرینگی غرض میری احسان کا
 ابھی پاس سی دیکھی چالیس لاکھ
 یہ ہیں شوکت و جاہ و اقبال سی
 یہاں حافظ الملک فی بیدنگ
 یہ چاہا کہ تن سی جدا کرین
 او دہر ہمسائی انگریز مسرور ہوں
 کہا جب یہ مضمون نواب سی
 ہوئی سنکے برہم وہ عالی تبار
 دغا سی اگر پیش آوگی تم
 تمہیں چاہتی پاس احسان کا
 تمہیں اونکی مرضی خوشی چاہتی
 سوچھا یا بہت کچھ شیب و فرار
 وہاں سی خفا ہوئی انجام کا
 اوسی حالت طبع ناشادین
 وہاں حافظ الملک نے زور سے

اکیلے اوہر جاوہ پیسا ہوئی
 فقط اس نظر سی کہ یہ بیگمان
 ملک کا لڑائی کی سامان کا
 مرہون میں اونکی بڑائی ہی ساکھ
 کرینگے مدد جان سی مال سی
 کیا بدلی احسان کی اور ڈھنگ
 ابھی جا کی نذر گورنر کرین
 اوہر قرض کی آفتین دور ہوں
 کیا مطلع اون کو اس باب سے
 کہا یہ مناسب نہیں زمیندار
 رئیسوں میں کیا منہ دکھاوگی تم
 قیامت ہی قتل ایسی جہان کا
 نہ تکلیف و محسن کشی چاہئے
 مگر وہ نہ آئی ارادی سی باز
 چلی آئی نواب والا تبار
 ہوئی خیمہ زن شاہ آباد میں
 کہا ایک دن ابن منصور سے

۴۴

سید طیفین ابن منصور

شہر کی دل میں خیال وگما۔

وہ انکی بیوی سب طرح سی کفیل
خزانی سی اپنی وہ مقدر راز

وہمونیہ النعمی طلبہ ترکیہ

آیا زمانه و تقویر میرسی

سردار والاحباب

نہ باقی رہی مخیر نام آوران

نه دود و نه دمی خان کار فرمای

راست سی دنیا کی منہ موڑ کر

ریاست ملی کویتی
مہوئی دست بردار و امن کشان

ہوئی دست بردار نہین
مگر کہ کریں اونکو پروا نہین

راہستہ کی سامان سی شہر میں

ریاست کی سامان کی خریداری

اونہوں نے جی جو پایا یہ کس
 اجنبہ ری میں شہ کی ہوئی بارہ۔

میں کا ہاتھ

تکلیف مفرد

بسمِ ظلمِ رایانِ مغرور سی

پچھن حکم
روانہ کی درخواست بہر امان

• ایک لکھوالی بی قالہ۔

مٹون کو دیکر کیا دفعہ

مقبول کو دیکھ کر یہاں
قصہ یہ جب گزرا کہ شریک

یہ قصہ بہت دلچسپ ہے اور
سب مٹ گئی نقشِ تصویر

سب مٹ لئی حسین
سب تہ خاک مرست خوا

ہوئی سب تہ فانی سرسبز
نیک پیرانہ سحر التجا

فلک قدر نواب سید عبدالکدر
نور محمد خان شکرآرا

شیردار خان سید

فتح خان فی عدمہ

تصرف سی نواب فیصل المدحا
نہایت ایک اصلا نہیں

نظر جانب ملک اصلاہین
کے اوقاف پر، روہین

فقط ایک حافظ رہی دہرین
سی شہرین

موسیٰ سپهرین
ملی اہل و عیال و عیال و عیال

موقع محل
حافظ الملک ناصر

شیخا او د صورت تنه

سمجھ کر مالک کی پشت و پناہ
عنایت کرم لطف و احسان
دیا انکو ملک اٹا وہ تمام
انہوں نے اوسے حسن کردار سے
نہفت نہ نہ ہنگامہ باقی رہا
اوسے وقت میں راجگان دکن
شب و روز بخوف و بیم گزند
ہو ماوہوجی خاص درگاہ کے
انہوں نے پس ارتحال نجیب
کچھ ایسا بہر شاہ جم جاہ کو
سوا بطلہ خان والا تباہ
سمجھ کر وہ مالک سے بیکار جنگ
اوہین ابن منصور نے دی پناہ
اوہر سنی راہان ملک دکن
غیر و حمایت میں بکر عدو
اگر صرف شکر کشی دیجیے
تو ہم ملک سے دست بردار ہوں

کیا عمر میں منزل کا اعزاز و جاہ
کیا شاد ہر ایک عنوان سے
مرہٹوں کا تائید کرین انتظام
کیا پاک ہر مردم آزار سے
نہ وہ شور نا اتفاقی رہا
مقرب ہوئی نزد شاہ زمین
حضور میں مین رہنی لگی راحم چند
بنی ملک و مردم شہنشاہ کی
کیا ایک ہنگامہ ہر پاعجیب
کہ سمجھ دے دشمن ہوا خواہ کو
روانہ کیا شکر بے شمار
اودہ کو روانہ ہوئی بید رنگ
روانہ کی سرحد پر اپنی سپاہ
ہوئی جب رئیسوں سے پیمان شکن
یہ کی حافظ الملک سے گفتگو
چہل لک مبالغہ ادا کیجئے
مراحم سر موند نہ ہزار ہوں

بہار نور اللہ ۱۷

فوجوں کی قوت کی سآ

پلی خوب تلواریں میدان میں

ہزاروں کہا کہا کئے زخمیں

می لاش پر لاش جب نہ

مکر کثرتِ فوج بدکار سے

عدو کی نہ تہہ بیکار مل ہوئی

یہ تجویز آخند کو پائی قد

ہیں خسرو آسمان جاہ

پوری کہیں شرط اقرار

غرض رای سی ابن منصو

یہ سنتی ہی وہ شاہ عالم پنا

پہنچا پریشان شوکت و جاہ

مٹا کر غم ویر میر کشان

بیان چپ دوستی پی اتل

شاہ دیہلی نے جب انتقال

سی مشرق میں سکندر

جو دیہلی میں پہنچا شہر تہی

کئی چہنگو پر چلی جہرات سآ

پہا خون کو سون بیا بان میں

زندگانی سے قطع

وہ شورش تو گونہ ہوئی ہر طرف

ہجوم سپاہِ متم گار سی

نی فتح ایسی نہ حاصل ہوئی

نوابِ جسم جاہ کسری وقت

یہ ابدالیوں کی شہنشاہ کو

اوٹھائیں ادھر باگ رہواری

بکفیت جنگِ مذکور کی

ہو اعازیم ہند لیکر سپاہ

مقابل ہوا فوج بدخواہ سی

اوٹھائی ولایت کی جانب عنا

رہی خیمہ زن حکم سی صبح

ہوا سلطنت کا دگر گونہ حال

روانہ ہوئی شاہ عالم

ہوئی زمینِ افراہی تلی

معاون اراکین دولت ہوئی
 خبر سنکے یہ اہل دربار سی
 او وہ میں دستور سابق ملا
 حکومت میں اونکی نہ آیا خلل
 اوسے وقت میں راجگان کن
 خصوصاً سرسر کشان جہان
 سمجھتی تھی خلقت ہلا کو جسی
 ہوا ضعف جب سلطنت پر
 یہ چاہا کہ میں بادشاہی کروں
 ہوئی سلطنت کی تمنا اوہی
 کسی اوسنی غارت گری پھر
 نجیب آخر اک روز سحالی میں
 شجاعت کی جو ہر دکھائی بہت
 مگر شکل غلبہ نہ پیدا ہوئی
 یہاں سی بیرونوں گرامی گھر
 مع ساز و سامان لشکر گئے
 پہونچکر وہاں پر بہت دور سے

خوانین مصروف ہمت ہوئے
 رہا بادشاہ باز پیکار سے
 رہی ابن منصور والا مقام
 کیا پرنہ دستور غلطی بل
 ہوئی شورش انگیز و پیمان شکن
 ستمگار و نااہل و نامہ زبان
 زمانی میں کہتی تھی جنت کو جسی
 کیا اوسنی بھی دعویٰ خسرو
 اوارسم عالم پناہی کروں
 بڑا بادشاہی کا سودا او سے
 اڑھایا بگولی کے مانند سر
 لڑی اوس سے جا کر سکر تال میں
 سپاہی و مان کام آئی بہت
 مدد کی اعانت کی پروا ہوئی
 پہاڑوں میں نشین پڑے
 اراکین دولت کو لیکر گئے
 طلب کی مدد ابن منصور سے

سجایان بواب تلوار سے
 کی جلی ایسی کہ انجم کار
 دم چندین جملہ اہل ہوس
 وہ سردار بواب فرخندہ فر
 ملا و سکو و ولہ پہا و خطاب
 پس رخت صف در نامدار
 ملی چنہ خاصان در بار سے
 اوسے عہد میں ای سراپا تمیز
 پس مرگ احمد شہ نیک بخت
 عمار و اسکی دست و پا غظم ہوئے
 سپہدار بنگش سی کچہ کر کے سا
 بڑہین فوجین ہر سمت بہر جنگ
 لکھا ابن منصور کو شاہ نے
 کہ تم ملک سی دست بردار ہو
 پہلائی تہباری اطاعت میں
 یہ فرمان پڑہ کر ہوئی بدحواس
 چلے لیکے ہمراہ فوج گران

لڑی دشمن زشت کردار سے
 مخالف کو سوچی نہ راہ فر
 ہوا ہو گئی مثل خیل گس
 ہوا عزت و جاہ سی مفتخر
 ہوا نامارون میں عالیجناب
 بڑی ابن منصور والا تبا
^{جناب شجاع الدین شاہ}
 او وہ کی ہوئی صوبہ سے
 وہ شہزادہ حبس کا لقب تھا غیر
^{نور الدین شاہ}
 ہوا جلوسہ افروز بالائی تخت
 کفیل جہات عالم ہوئی
 او وہ پر خیر شاہ عالم نواز
 نظر آئی وسعت گہ و ہر تنگ
 یہ فرمان بھیجا فلک جاہ
 زمین بوس در گاہ سرکار ہو
 خدابی تامل کی حالت میں
 مدد کی لمبی کی ادھر الہام
 بآیتہ بواب سعد الدین

پی صرف سامانِ طبیب و نشان
 گریب تقسیمِ شام و سحر
 کہ جب محرابِ پیش آتا کوئی
 تو اگر یہ سب عرشِ منزل کی پائ
 سمجھتے تھے مختار اپنا انہیں
 بغیر انکی دشمنی لڑتی نہ تھی
 نہ ہی شان و تمکینِ عذوقا
 تحملِ ندیتی کہی ہاتھ سے
 شریک انکی ہوتی ہر حال میں
 چنانچہ یہ افسانہ مشہور ہی
 کہ جب گورکانی ہوئی تنگ حال
 وہ شہ نام میں جسکی شام و پکاح
 مدد کا طلب گار مہم ہوا
 نجیب ایک نامی خوشنوا تھی
 طلب کر کے اونکو پی کارِ فوج
 کمک کی لی شوکت و جاہ سے
 ہوئی فوجِ نوابِ صفا درہ جنگ

کیا نذرِ نواب فیض الہ خان
 رہی جملہ سرکش اس انداز پر
 انہیں زور اپنا دکھاتا کوئی
 مدد کی لی کرتی تھی التماس
 بناتی تھی سردار اپنا انہیں
 کسی قصی جہکڑ میں پڑتی نہ تھی
 کہ با این ہمہ وہ فلکِ اُقتدار
 نہ رک رہتی بدخواہ کی ساتھ سی
 مدد کرتے جنگِ عدو مال میں
 زمانہ میں ہر سمت مدد کو رہے
 پڑا سلطنت میں فتورِ زوال
 مقدم ہی احمد موخر ہی شاہ
 یہاں عہدہ لشکرِ فراہم ہوا
 ریاست کی کاموں میں مختار تھی
 کیا چھوٹی بہائی فی سردارِ فوج
 وہ جا کہ ملی لشکرِ شاہ سی
 کیا نامداروں نے میدانِ تنگ

نہ باقی رہا بیایون میں تپاک
یہ تجویرِ تہہری کہ ہر سپہ
مگر سب زبانی یہ تقدیر تہی
کئی افسرون فی ہزاروں ستم
یہ آخر حیف تہی کہ جس سے وہ گہر
دیو العزم نواب سعد الدین خان
کیا اوں کو راضی کہ چرسال میں
سوار و پیادہ کی افسر میں
محالات اوچھپائی کی سرسبز
مقرر ہوئی حسبِ رائیِ جہان
جو باقی رہا ملک تقسیم سے
اوسے آپ ہر ایک فی بی خطہ
بریلی بریلی کی جملہ محال
بنی سہنیا کوٹ کی حکمران
بدایوں اسہیت انولی میں دم
رہیسانہ اضاف میں واد میں
رامپور اور اوسکی محال

کہ ورت سی اوٹنی لگی لکھن خاں
بہم کر لین تقسیم ملک پر
حقیقت میں کچھ اور تدبیر تہی
کہاں تک کری اوں کو خامہ رقم
ہوا مسکن فتہ و شور و شر
کہ تہی صاحبِ فوج و طبل و نشان
ملی ہشت لاک روپیہ سال میں
امید خوانینِ شکر رہیں
کہ تہی پنج لاک حبس کی تحصیل زر
پی صرف نواب عبدالعزیز خان
بچا اہلِ عذرانہ و تکریم سے
بہم کر لیا حصہ اس طور پر
ہوئی ملکِ حافظہ میں بی قیل و قال
نمکچارہ دیرینہ سردارِ خار
رہی فتح خان حاکمِ خاص
یہ ووندی خان سلیم آباد
کہ تہا پنج لاک جسکا مخصوص

بادشاہ فی کہ اس عہد پر
 سعید بمصد شوکت و شہزادہ
 مان و حکام کو یک قلم
 باخوانین مغرور کو
 باب عزت سی اعیان
 سر بیان سی سپاہ گران
 ست نہ چھوڑی گی بدخواہ کو
 ت محبت سی اخلاص سی
 انہ فہرما کی لطف و کرم
 بین جہد مہ والا گہر
 نیک نواب ^{مستند نشین}
 لئی جمع افسر سمیت ^{پہلوانان و سپاہی}
 مں پر جاکے باہم ملے
 ماتہ ارکان و اعیان خاص
 ولی مین وہ فرخندہ فر
 تنیق فتنہ پرداز لوگ
 کان و لون طرف ہند

کمک سی ہنوگی کہی در گذر
 بی رسم مہمانی و حفظ راہ
 کئی میرمنشی بی نامی رقم
 اراکین نواب مغفور کو
 جو پھیری گاہ ^{پہلوانان} انکی فرمان
 نہ کہی گی باقی کسی کا نشان
 مٹادی گی سب شوکت و جاہ کو
 خلع کیا خلعت خاص سے
 کیا انکو رخصت بجاہ و چشم
 ہوئی رونق افسر و زملک پر
 بجالائی شکر جہان آفرین
 گئی پیشوائی کو لشکر سمیت
 محبت سی دونوں مکرّم ملے
 ہوئی رونق افسر و زایوان خاص
 بہم مل کی مانند شیر و شکر
 موافق ہوئی چند غماز لوگ
 کہ الفت سی خالی ہوئی دل جگر

ولایت میں نزویک بر خاص و عام
 بہت خوش ہوا وہ شہ جسم و قار
 پس چند مدت سو بہت چپ
 گئی سامنی عزت و جاہ سی
 کیا عرض امی بادشاہ زمین
 و لیکن ہی موقوف میرا سفر
 اگر آپ اقرار اسکا کریں
 اطاعت سی میری کریں کشتی
 لکھون آپ کو حالت تنگ میں
 کمک آپ او سو وقت فرمائیے
 کہا شاہ فیہ چھی سب قبول
 پس گفتگوی سوال و جواب
 کہ جب لشکر شاہ گیتی ستان
 دم جنگ تک روز ہر صبح و شام
 میں پونہچاؤ نگا خرچ فوج حضور
 اسی طرح جب لشکر بادشاہ
 تک مسارو کا ہو گا کفیل

ہوا باعث نیک نامی یہ کام
 کہا آفرین مرحب کر کی ہمار
 ہوا قصہ نواب والا حسیب
 اجازت طلب کی شہنشاہ سی
 ارادہ میں رکھتا ہوں سو وطن
 عنایات و لطف خداوند پر
 کہ جو لوگ شہ نجسی ہیا کریں
 نہ ہو مجھ کو یارای لشکر کشتی
 مدد کا طلبکار ہوں جنگ میں
 مع فوج تشریف خود لائیے
 مگر صرف کس سی کروں گا حصول
 کیا عرض نواب فی حساب
 اٹک سی بڑی سوی ہندوستان
 پی کوچ لک نصف بہر مقام
 نہ واقع کہی ہو گا اسمین قصور
 پھر گیا پس قتل بد خواہ جاہ
 بجالاؤ نگا شرطی قال و قیل

یہ تھی شرط نیری سی تلوار سے
 دم جنگ فوجوں کا حملہ نہو
 نہ ہی ہمت و شان مردانگی
 لڑی اوس سی نواب والا تباہ
 تباہ اوس وقت اوس ماہ اقبال کا
 کیا وار اوس سپہ جو سردارنی
 مگر زخم کی کوئی پروانگی
 کیا وار ایسا کہ وہ بد گہر
 ہوا امر دیکر یہ نواب سے
 کوئی قلعہ تھا جانب سبزوار
 نہایت بے بسک دیوار تھی
 وہاں بنا چڑھنی کی ہر راہ تھی
 ہر اک راہ میں اوسکی وقت گذر
 بڑی قلعہ داروں کی جب کشی
 ولیکن بشکل دل غم پرست
 ولایت کی نامی گرامی تمام
 کیا فتح نواب فی وہ حصار

لڑی ایک سردار سردار سی
 مددگار کوئی کیکا نہو
 کہ سلطان سی لیکے پروانگی
 فقط گہوڑی پر اپنی تنہا سوار
 ہر اک طرح سن چار دہ سال کا
 لیا بوسہ شانہ تلوار سے
 عدو پر علم تیغ مردانہ کی
 گرا پشت رہوار سی خاک پر
 کہ رستم سی ہوتا نہ سہرا ہے
 حصارِ فلک کی طرح استوار
 رسانی نظم کو یہی دشوار تھی
 حکمت تصور یہی کوتاہ تھی
 تصور کو ہوتا تھا دوران سر
 تو کی بادشاہوں فی لشکر کشی
 دم جنگ پائی برابر شکست
 اسی غم میں رہتی تھی ہر صبح و شام
 ہوئی زیر فرمان صغار و کبار

سپر داون کی خدمت یہی تھی ہمارا	کہ استعارہ نواب والا مقام
لکھا کرتی تھی ایک دیوان میں	یہاں تک کہ اوس تازہ عنوان میں
فہرہ ہم ہوا اس قدر انتخاب	کہ عالم میں نکلے نہ جس کا جواب

دکتر خیر جناب مستطاب نواب فیض الہی خان
صاحب بہادر عرش منزل
نور اللہ مرقدہ و ہر والد مضجعہ

کہاں تک کرین ساقیا انتظار	جو دیتا ہی دی بادۂ خوشگوار
میں تاب کی دہر دم بہر چلین	نہیں تو اجازت دی ہم گہر چلین
رقم ہی کہ نواب فیض الہی خان	ولایت میں جب تک رہی مہمان
مراتب مناصب میں شام و سحر	ترقی نمائش رہی جاوہ گر
کتنی کم سنی میں وہ کار بزرگ	کہ میں آج تک یادگار بزرگ
اگر اس جگہ لکھتی تفصیل حال	تو یہ مختصر ہو مطلق کمال
مگر کچھ بطور مناسبت قلم	مفصل کو کرتا ہی مجلس رقم
کہ تھا تو رنج اک سپاہی و مان	میں نحوٹ کب سی سرگران
قوی ہیکل و شیر دل پل زور	ستم پیشہ و برق خور عد شو
بہت پہلو انون کی ظالم فی سر	گرا می تھی شمشیر سے خاک پر

نور اللہ مرقدہ و ہر والد مضجعہ

ہونا گہان ایک مودی دمان
اک خضومین کر گیا نہ ہر اثر
نہ منتر نہ افسون سا بحر چلا
اسی کیفیت میں اسی حال میں
صفر کا ہینا تھا یوم الاحد
گیا ہر سو اگاسی ہجرت کی تھی
کہ دنیا سی وہ آسمان اقتدار
سرایِ جہان سی مسافر ہوئی
اگات ہو کی دنیا کی جنجال
سناہی کہ وہ آسمان پایگاہ
طبیعت تھی از بس نزاکت پسند
تھا سوئی ترتیب دیوان خیال
زل کو نہ پہر دیکھتے بہا لتی
اصل میں ہر روز ایجاد تھا
شعر میں لفظ عاصی رقم
مرگ سی پیشتر ڈیڑھ سال
کی وہ فرزند مشہور تھے

شہادت کی اونگلی من ایذا
رہی کچھ نہ اپنی پرانی خبر
کسی کا نہ کچھ نہ ور آخر چلا
جوانی میں چھتیسویں سال میں
ہوا پانچویں کو غم لائق
یہی سال تاریخ رحلت کی تھی
ہوئی رونق افزای دارالقرار
اوسی گاؤں میں دفن آخر ہوئی
وہیں سو رہی فارغ البال سے
کہا کرتی تھی شعر بھی گاہ گاہ
سخن میں بھی کرتی تھی دقت پسند
طبیعت میں تھی بی نیازی کمال
جو کرتا طلب آپ وی ڈالتی
کہی بہی مبتلا گاہ آزاد تھا
تخلص نہ تھا ایک زیب قلم
ملازم تھی اک شخص صاحب کمال
سرو دل و جان مغفور تھی

خوانین کو جب یہ پوچھی خبر
گئی پیشوائی کو افسر تمام
شریکِ خاوندِ نعمت ہوئی
وہاں سی لحد شوکت و ہتھما
وہیں دونوں وہ نجم عالم فروز
ریاست کی رونق بڑھاتی رہی
نہر آخندِ چرخِ سراسر
در انداز و مفسدِ فراہم ہوئے
کچھ ایسی لگائی ایدہر کی اودہر
محبت مروت نہ باقی رہی
یہاں تک کہ اعیان و ارکانِ ملک
خدا بی نمودار کرنے لگے
نہایت کو لو اب عبد القدوس
ترودین آشفۃ و سینہ سوز
پہرا و چہیانی میں شکلِ شمس
وہاں مشغلہ کوئی ایسا نہ تھا
ابو اشوق شیرانِ خوشنوا رکا

ہوئی خدم و شادمان ہر گھر
ملی قربِ امر و ہمہ جا کر تمام
سرافرازِ پابوسِ خدمت ہوئے
پہونچ کر کیا آنولی میں قیام
رہی مسند آرا بہم چپ در روز
حکومت کا سکے بٹھاتی رہی
ہوا در پے اتفاقِ بہم
عبث و شمنِ لطیفِ باہم
کہ پیدا ہوا دل میں دونوں
رہی بھی تو نا اتفاقِ رہی
گہشانی لگی شوکت و شانِ ملک
قساوت کا اظہار کرنے لگے
ہوئی تارکِ مملکت ناگہان
رہی فرخ آباد میں چپ در روز
رہی جسلوہ افروز شام و سحر
کہ جس سی بہلتی طبیعت ذرا
بڑا مشغلہ صحبتِ مار کا

دینی خوش عنان گرم روشنی برق
ضروری جو سامان در کار تھا
عنایات سی چاہ سی پیاری
برائی مراعات آرام را
خصہ صارفینان ذی جاہ کو
کی نامی اپنی طرف سی قسم
کوئی امر ہو گا جو انکی خلاف
یہاں سی تدارک کیا جاسی گا
پہونچ کر دلیران رستم قتال
غرض جب وہ رخصت ہوئی شاہ
شب و روز ملتان ہوتی ہوئی
رہ گنجپورہ سی مالیر سے
کی روزین حرم و پیر سرور
وہاں کی جو ذی رتبہ سردار تھے
ملقب نجیب اور ولت سی تھے
بجالاتی وہ شرط خدمت تمام
وہ سمجھے ولی نعمت اپنا انہیں

کی گھوڑی خاصی کی زیورین غرق
جو اہل چشم کو سزاوار تھا
کیا ساتھ سب اپنی سرکاری
پی حفظ آداب اقبال جاہ
غمو ماخو انہیں درگاہ کو
کہ آتی ہیں یہ دونوں فرخ شیم
کہ یگا اطاعت سی جو انخراف
غرض سب کشتی کا لیا جاسی گا
کہین گی سر سرکشان پایال
چلی ہند کو شوکت و جاہ سے
رئیسوں کی جہان ہوتی ہوئی
بچاتی ہوئی راہ کو پہیر سے
ہوئی آکی زینت دہ و ما پور
ستودہ صفت نیک کردار تھی
کشمیرین ارباب عزت سی تھے
بہی سامنی دست بستہ مدام
کی روز محمدان رکھا انہیں

پلا مجھ کو ساقی می خوشنوار
 نئی رنگ و رنگ سکی ہیں کہیں
 ولایت میں جسوقت پونہ پونہ
 گئی ہر گنگشت ریحانِ غلہ
 ہوئی مشا و ابدالی از بس دواس
 بلا کردل و جانِ نواب کو
 بزرگانہ لطف و عنایات ہی
 عطا وقت سی الفت بھی مثل پدر
 کسی کو کسی دم جو پاتی اوداس
 دل افسردگی کا سبب پوچھتی
 پیرانی لکھانی میں شام و سحر
 سوا علم کی تیغ رانی کے فن
 زبیں حسنِ فطرت خدا داد تھا
 کیسی وہ فراست لیاقت سی کام
 سو ہفت جہدم اراد اہوا
 شہنشاہ نے اپنی ایوان سی
 اعز ایہ پہنائی خلعت انہیں

کہ ہنولون گہری بہرِ غم روزگار
 کہیں کہیں کہیں کہیں کہیں
 کہ آن دونوں والا گھر کے پر
 پسند آئی یہ خیابانِ غلہ
 نہ بر جا رہی غم سی ہوش و حواس
 تے دی ہر ایک بیتاب کو
 کیا حیدم و شاد ہرات سنی
 انہیں رکھتی و ہرات پیشِ نظر
 محبت سی رہتی نہ قائم حواس
 بہت وجہ رنج و تعب پوچھتے
 کیا کرتے تاکیں بسٹل پر
 سکھاتی تھی خود شاد و فخر میں
 ہر اک بات میں لطف ایجاد تھا
 کہ ایک ہی جس سے ولایت میں نام
 وطن کی طرف شوق پیدا ہوا
 کیا زحمت انکو بڑی شان سے
 کی جی جی کلفی عنایت انہیں

لو لو العزم اوس عیش و راحت میں ہے
سوار آپ ہوتی اگر اسب پر
نہوتا کسی وقت صد مقلق
مگر حیف چرخ ستمگار نے
ندی اتنی مہلت کہ دل کہو لکر
بڑھی تھی فقط بست پر نفیث
شمارِ گل باغِ معبود میں
کیا ترکِ عیشِ سخاۃ خاک کو
پریشان سب دروغم سی ہوئے
یہ روزِ قلع دیکھ کر انگہ سے
خصمِ صبا جو نواب کو غم ہوا
نہ باقی رہی عیشِ منزل کی ہوش
غمِ مرگِ نوابِ مخفور سے
ملق میں برادر کی شام و سحر

مشقت کی خوگر امارت میں تھے
برابر چلے جاتی شام و سحر
نہ تھکتی نہ آتا بدن پر عسرق
جفا کیشی و ہر غدار نے
نکالین تنہا ی جان و جگر
کہ مسلول ہو کر وہ فرخندہ فال
گئی خلد کو وقتِ معہود میں
بسیا سب رایِ ظربناک کو
گریبانِ ٹکڑی الم سے ہوئی
بہر و روی کل نوحہ گرا نگہ سے
زمانی میں ایسا بہت کم ہوا
محبت سی کہا یا کیا خون جوش
پڑی زخیم سینہ میں ناسور
نہ موقوف رونا ہوا عمر بہر

کے خیر و غرور و دمانِ بہت و بختیاری
سراغِ خاندانِ شوکت و تاجِ دراری جناب
اب عبد اللہ خان صاحب بہادر بر والہ مضمحل

مولا عجیب می نیا اتفاق
 بزمی و مبدع اہل خدمت میں پہون
 کرونگا میں تفصیل آگی رقم
 جو نواب فی دیکھا سبکدہ رنگ
 قریب آنولی کی جو مشہور ہے
 ومان جاکی نزدیک بحر آر
 سجا ایک ہمرنگ فردوس باغ
 اوسی قصہ میں وہ گرامی گہر
 جو ہمیشہ گانی بجانی تین تہے
 نہا کرتی خدمت میں حاضر دام
 کوئی مغربہ کہ پیش آتا اگر
 تہود کی غلام میں دم ہر درنگ
 غرض منزل کی کرتی ضرور
 لحاظ مراتب اطاعت کی ساتھ
 حقیقت میں یہ نہ ورجم شرم
 سخاوت میں ہمیشہ آفشاں تہی
 ورنہ عجب جوان حسین

ہوئی کار پرداز محو نفاق
 پڑی باہم ارکان دولت میں پہون
 یہاں پہی معذہ و میرا قلم
 ہوئی اپنی دارالریاست تنگ
 او تر چہید می ایک دیہ معمولی
 ملوکانہ بنوائی اکث محل
 جتنی دیکھ کر خلد ہو داغ داغ
 زہی راحت و عیش سی عمر بہر
 عیدم النظیر اوس زمانہ میں تہی
 شہر و ترکہ ہستی مسرت سنی کام
 اوٹھاتی اوسی وقت تیغ و سپر
 ترکہ ہستی رواں دوزخیدان جنگ
 ادب سنی نہ باز آتی پیش حضور
 دل و جان میں رکھتی محبت سنا
 کریم جہان تہی جہان کرم
 کمال شجاعت کی مصداق تہی
 نہایتک ہوا ہی نہ ہوگا کہین

ریاست کا عمدہ کیا انتظام
 ملازم دعا گوئی دولت رسے
 اوسے عہد میں فرخ آباد پر
 ہوئی فتح نواب جہم باہ کی
 جو کچھ اسکی روداد ہی یک قلم
 مکر رہبان ذکر بیکار سے
 غرض جبکہ یہ فتح حاصل ہوئے
 بڑی عزت و شوکت و جت شام
 اولوچرم کہلائی آفاق میں
 مکرم معظم گرامی ہوئے
 یہاں تک کہ نواب گردون چشم
 قوی دست و پشت و پناہ پناہ
 بہت خوش ہوئی سنکی سچال کو
 کیا میر منجھل کو جلدی طلب
 اونہیں روکی ستارہ بجا شتاب
 طلب انہی سرستہ و ستاری
 بہم یاس و الاتباری کیا

رعایا بریا رہی شاد کام
 رضامن را عیان شوکت رہی
 ہوئی جنگ اک خاص بنیا و پر
 ملی خاک میں شان بدخواہ کی
 تواریخ میں ہی مفصل رقم
 عبث فکری سود گفتار
 مقابل کی تدبیر کامل ہوئی
 ہوا اور یہی نامداروں میں نام
 دہرا رہ گیا نام جہم طاق میں
 ہر اک سمت مشہور و نامی ہوئی
 جگر بند منصور عالی ہسم
 شجاع اودہ بل شجاع جہاں
 دعاوی محبت سی اقبال کو
 کہا اوشی اس فتح کا حال سب
 سو شہر نواب عالی جناب
 خصوصیت اس طرح و ظہا کی
 اخوت کا سررشتہ جاری کیا

تر بس ہر طرف تھا ہجوم سپاہ
کئی دن میں زیرِ سپہرِ لب
ولایت کی فوجوں نے پانی شکست
ہوئی چند حملی اسی طور سے
مگر جس لڑائی میں دستورِ شاہ
پہونچکر میانِ صفِ کارِ زار
ہوئی ایسی ابدالیوں کی شکست
کسی میں نہ باقی رہی تابِ جنگ
منظفر ہوا لشکرِ شاہِ مہند
اوسے حالتِ بد میں سر ہند پر
کیا قبضی میں مال و اسباب کو
مع ساز و سامان و فوجِ تباہ
یہاں بعدِ نواب والا تبار
کہ چند ہی کو نواب محمد اللہ خان
ولایت سی جب شکلِ شمس و قمر
پہرا و سو وقت شور کیا جا یگا
غرض ابنِ نواب رحمت قرین

ہوا یہی نہ پاتی تھی چلنے کی راہ
ہوا لشکرِ مہند فیروزِ من
غفر کی عوضِ ماتہ آئی شکست
نہ فتنہ ہوا کم کی طور سے
ہوئی فوجِ دشمن بھی زخمِ خواہ
دلِ دلاش کی جان اپنی نثار
کہ جسکا نہ پہر ہو سکا بند و بست
ہٹتی چوڑ کر حملہ اسبابِ جنگ
پہرا منفعیل گہر کو بد خواہ ہند
گرا آکی وہ شاہِ شوریدہ سر
لیا دو لونِ فسر ز نیرِ نواب کو
اوسے رات کو لی ولایت کی راہ
یہ تجویز آپس میں پائی قمار
ممالک میں اپنی رہیں حکمران
یہاں آئین گی دو لونِ نورِ نظر
مناسب جو ہو گا کیا جا یگا
ہوئی رای سی سبکی مسندِ نشین

الم سہی ہوا رنگ چھری کا فاق
ولیکن نہ حکمت کسی کی چلی
ہزار و صد و شصت و دوین غرض
سوم روز تھا ماہ شوال کا
جدا جسم سی ہو کی جان میں
سمجھ کر یہاں کی ریاست فضول
کیا بیکسی فی گریبان چاک
نگاہ حقائق میں دونوں جہاں
کیمی نالی دلہا می ناشادنی
قلق میں ہوئی سبکی حالت رہی
تہ اسمان ماتم عام تھا
عزیزوں کی بعد رنج و محن
زبس آنولہ حرم و شاد تھا
یہاں تک کہ تہین سترہ سو دہائی
وہیں دفن وہ رشک خاقان ہو
پس رحلت سرورِ نامدار
خزانہ میں تھا نقد زر سکہ کرو

اولٹنی لگی یوسفی کی ورق
مقدور کی لکھی نہ دم بہر ٹلی
اجل کا بہانہ ہوا وہ مرض
کہ رخصت ہوا اوج اقبال کا
روانہ ہوئی سوی خلد پرین
کیا تخت ایوان جنت قبول
اوڑانی سرو پیر مصیبت خاک
بنا حلقہ ماتم یکا
لیلی چرخ کی بوسی فریاد
سید پوش لشکر عالم سرنگوں
جدہر دیکھی ایک کہرام تھا
بہم ملکی تجویز گور و کفن
کمال اوس زمانہ میں آج
فقط مسجدین جنین ہوتی
وہیں چشم عالم سی پنهان
ملازم تھی ایک لاکھ پیل
جسٹنی لکھ کر چشم حاسد ہو کر

نہیں ہی جو تسلینِ دل نام کو
شب و روز سرگشتہ و حشت میں جو
جنون میں محبت کے سامان ہیں
ابھین گریہ اشکِ گلفام ہی
بہی اُف کہی نوحہ جان گزار
پیری وہ خرابی خدا بات میں
نہ ترخی سی شیشہ نہ پیمائے
کسی کو صبح کی پروا نہیں
کہیں آہ و زاری ہی شیون کہیں
رقم ہی کہ نواب والا نرادر
غم و محنت کا سرکار سی
کیا ایسی طبیعت ہوئی نادرست
زیادہ جو زحمت سفید میں ہوئی
یہاں تک تپ ناگہانی بڑھی
کتیہ برین جب رونق افزا ہوئی
تارِ آبِ فی خستہ حالی کہی
بواسیر کی نہایت جگر میں دم

ترستا ہوں دم بہر ہی آرز
بگولامین صحرائی غربت میں رہا
بغلگیر دامنِ گریبان ہیں
کہیں شکوہ بختِ ناام
دریغ کہی گاہ و احسرتا
کہ سب ٹٹ گئی بات کی بات یہ
دل زائد خشک می خستہ
پڑا ہی کہیں جامِ مینا کہیں
کہیں گریبانِ دامن کہیں
پہری جب کہ سر ہند سی بامرا
اجم تردوسے افکار سے
کہ رہنی لگی آپ دنرات
حرارت سی پیدا جگر میں ہوا
کہ قوت گہٹی نا تو انی بڑھی
قد مبوس اگر اطمینان ہوئی
طبیعت کی بی اعتدالی کہی
کیسی یک قلم سل کی نشیمنی قسم

نہایت قوی دین اسلام میں
فرائض سن کا پہلا ذکر کیا
تجد کو اوٹھتی پہ رات سے
نہ کی ترک انوارِ عرفان کی دید
غرض ہر طرح وہ گرامی گہر

شریعت کی پابند ہر کام میں
مازہ نوافل نہوتی قضا
پڑھا کرتے کچھ پیشتر رات سے
ہوئی قادری سلسلے میں مرید
ستودہ ہنشن تہی خجستہ سیر

ذکر وفاتنا مسید مظاہر العالی محمد خاں صاحب آباد شاہ

اوٹھا شیشہ و جام ساقی شتاب
جو پیتا ہوں بی یار اک دور ہی
وہ اگلی سی صحبت وہ مستی کون
ہر اک کو خوشی کی عوض غم ہی آج
خلش حنا غم کو رگ جان سی
دل غمزہ شاد ہی درد سے
موشی مری آہ و زاری میں ہی
بِ جام اگر ہوں تو خاموش ہوں
یشانیان ویکہر آنکھ سے
ون پر مری شکوہ بخت ہی

کہ ہی آگ میری نظ میں شراب
بھڑکتی ہی دل کی لگی او رہی
وہ رندی کہان می پرستی کہان
طربخانہ میں شور ماتم ہے آج
لہو جوش زن موی مڑگان ہی
جلی جاتی ہیں لب دم سرد سی
مڑہ مرگ کا دلفگار دی میں ہے
جو مینا ہوں قلقل فراموش ہوں
چپک پڑتی ہیں اشک ہر آنکھ سے
جگر کو غم صدمہ سخت ہی

لکھی مسجد کی جنگ کی کوئی کیا
 زبیں بخت و دولت سی تھی کامیاب
 جد ہر باگ اوٹھاتی شجاعت کی سا
 عدالت میں بمثل آفاق تھی
 شجاعت جلالت جو خلقت میں تھی
 کوئی معرکہ ہوا وہیں غم نہیں
 سمندر سبک خیز وزیرین لگام
 سخاوت میں رکھتی نہ اپنا نظیر
 عطا کا یہ عالم کہ جواہر فن
 دیا او کو اتنا کہ پیر عمر پیر
 حمیہ صفت آپ کثرت سی تھی
 یہ فرماتی تھی بیشتر گاہ گاہ
 گیارہ سو اٹھارہ میں وہ جناب
 گر جب پڑی چودھویں سال کی
 ریاست میں عسلی شام و سحر
 مزی شریعت و سروری کی رہی
 وجہ یہ گمانہ ریاضت میں تھے

تہترشی تعداد میں ہیں سوا
 خطر بمعنان تھی مدد ہر کاہ
 عدو خاک اوڑھاتی ہزیمت کی سا
 اولی الامر منکم کی مصداق تھی
 غضب کی جسارت طبیعت میں تھی
 کبھی خاطر پاک برہم نہیں
 خوانین سی آگی رہت امداد
 تو انگریز تھی او کی بدولت فقیر
 ہوا آگی ہم جلوہ انجمن
 عنیکہا کبھی طالب سیم و زر
 پسندیدہ خود بد و فطرت تھی
 ستودہ منش جنس جنت آرام گاہ
 ہوی جلوہ گر صورت آفتاب
 ترقی ہوئی جہاد و اقبال کی
 امارت سی کی زندگانی بسر
 خیالات نام آوری کے رہی
 جلیہ زمانہ عبادت میں تھی

سمجھتا تھا بیکار اور بنگ و تاج
و مان فوج لیکر جو نواب آی
پڑی گھیر کر فوج فیروز مند
یو رش کر کی جا پونچی اوں قلعہ
در قلعہ پر یہ ہوئے تیغ ران
کنہ رن سی طی کر کی راہ حصار
شتابی در بند کو کہول کر
در آئی دلیرانِ خنجر گزار
یہاں ہی بہت کچھ غنیمت ملی
اسی طرح اکٹھے لڑائی ہوئی
ہوئی فتح فوج عدو مال سے
کسی جاسوہ صرف زہار کی
رہی سرکشوں کو نہ تاب نہ بد
شہادت سی باز آئی جملہ شیر
بڑیا کسی فی نہ حد سی قدیم
پس فتح نواب عالی جناب
پہونچ کر کیتھہر مین باکروفسد

نہ کرتا اطاعت نہ دیتا خراج
چھپا قلعہ مین راہی برگشتہ رای
ہوا درسی محصور حصن بلب
بہادر فصیلون پر آئی نظر
کہ خندق مین دریای خون تہاروان
گئی قلعہ مین دو میل نامدار
ہوئی فوج نواب کی راہب
ہوا فتح وہ قلعہ استوار
لانا مال و اسباب دولت ملی
ہزاروں سی تیغ آزمائی ہوئی
دبی مدعی زور اقبال سے
کوئی منہ چڑھا پھر نہ تلوادر کی
ہوئی آتش فتنہ ہر سمت سر
ہوا ملک سر ہند فرمان پذیر
اطاعت مین رہنی لگی دم بدم
پہری ملک سر ہند سی کامیاب
کیا قبضہ پہراہنی ہر ملک پر

کہو جس کی نواب ذی جاہ سی
مگر دونوں بیٹوں کو چھوڑیں یہاں
نہ تکلیف ہوگی کسی طور سے
پہنکر غرض غایت زر نگار
ملی فوج سی شوکت و فکے سات
سکھوں کا علاقہ تہا پاک راہی پور
آکھیا ومان ایک سردار تہا
شجاعانِ نواب فی گہیر کر
دیرون کی آگے قدم بڑھ گئی
تہو رہیں یکبارگی گہس پڑی
یکڑ کر آکھیا کو تدبیر سے
افتخار و قلعہ کو ہمار
س قدر مال بدخواہ کا
سی پھری ہمعنانِ ظفر
تہا بیان راہی کلا کی تہی
سا غارت سی اسکی تباہ
سیانِ اعظم سی تہا

کمرین پاک سر ہند بدخواہ سی
سراہل شہر جاکی تو زین جان
رہیں گی شب و روز اسی طور سے
ہوئی تو سن برق و شہ پر و
چلی سوی سر ہند لشکر کی سات
بغاوت سی نزدیک اطاعت پیور
تمام اہل فتنہ کا غمخوار تہا
کیا پہلی حملہ اوسی قلعہ
بنی سایہ دیواروں پر چڑھ گئی
لڑی جیسی مضطر کی قسمت لڑی
کیا کشتہ تیغ و تبر تیر سے
کیا سرکشوں فی ومانسی فرا
رہا غم کسی کو نہ تنخواہ کا
کیا کوٹ کلا کو زیر و زبر
شب و روز شامت رہا یا تہی
نگاہوں نین تہا روز روشن سیان
مخالف شہنشاہ عالم سی تہا

کہ جب ملک سرہند میں جا پہنچا
 رئیسوں کی شاہ سی سرکشی
 بنایا تمہارے دسی بالائی کوہ
 جو ناظم گیا فوج لیکر اور
 عمائد تمام اس سی حیران
 وزیر الممالک فی انجہام کار
 کہ بہترین سرہند کا انتظام
 پہونچکر مع فوج صولت کی ستا
 سزا دین شریر و نکو تلو اور
 وہاں فتنہ اصلاح پاتا رہی
 پس قتل رایانِ نخوت مآب
 تو اعزاز و خلعت دیاجائی گا
 اگر سرکشوں فی انہیں دی شکست
 پریشان ہو جائی گی انکی فوج
 جو کچھ اسمین ہوا ابالی نہیں
 یہ تقریر سنکر شہ خوش خصال
 کہا یہ بہت خوب تدبیر ہے

ہوئی فتنہ پروانہ پر خاش جو
 نہ کام آئی دولت نہ لشکر کشی
 ہر اک راجہ فی قلعہ پر شکوہ
 پہرا اولی پاؤں بشکل نظر
 اور اکین دولت پریشان تھی
 کیا عرض پیش شہ جم و قار
 کہ میں جا کی نواب عالی مقام
 کہ میں حکمرانی سیاست کے ساتھ
 مٹا دین معاند کو گہرا رہے
 کٹیہر کا جہگڑا ہی جاتا رہی
 وہاں سی پیرنگی اگر فتحیاب
 مناسب ہو ہو گا کیا جای گا
 تو چاہی ننگی جو صلی دل کی لپٹ
 نہوگی یہ شوکت نہ یہ اوج موج
 کوئی بات حکمت سی خالی نہیں
 نہایت ہوئی شاد خرم کمال
 مناسب نہیں اسمین تاخیر ہی

پانی مسلح تدبیر کرنے لگے
پس گفت گوی مشیران کار
کہ نواب ہمارا دوسرا کار ہوں
ہشیمان ہوں اپنی تقصیر سے
زمین چلکی دہلی میں شام و سحر
وزیر الممالک فی نواب کو
وہ شرطوں کو پڑھ کر ہوئی کچھ
پس ترک بنکر وہ عالیجناب
گئی ساتھ دہلی کو دو لختِ دل
جو تہی اور فزنتہ و لبند چار
وہین شان و شوکت سی ہنی لگی
یہ جب ہو چکی برہمی آشکار
یکایک خد اوند کون و مکان
کرم کی نگاہیں ادھر جو گئیں
بناد و ست چرخ ستمگار پہر
زرقی پرا قبال آئے لگا
نواب ہوں تفصیل اجمال کی

نواب علی محمد خاں صاحب

لڑائی میں تاخیر کرنے لگے
یہی بات آخر کو پائی قرار
ریاست سی اب و سنت بروا
کرین عذر شاہ جہاںگیر سے
اطاعت سی پہرین سر مو نہ سر
لکھا شہر طہا می جگر تاب کو
مکر شاد و ناشاد کر لی قبول
ہوئی لشکر شاہ کی ہمرکاب
پدہ سی رہی روز و شب متصل
ہوئی آنولی میں اقامت گزار
شب و روز راحت سی رہنی لگی
عدو بن چکی گردش روزگار
ہو احوال نواب پر مہربان
مستحبت کی گہڑیاں بسر مو گئیں
ہو اطلاع خفتہ بیدار پہر
بلندی مقدر و کہانی لگا
تفصیل ہی - اوج اقبال کی

ہوا آخر اکر دن یہی اتفاق
لگائی بھائی کی ایسی کہ شاہ
طبیعت کا بدلایہ غصی مین رنگ
سنی جب کہ نواب فی خیر
کوئی قلعہ تھا آٹولی کی قریب
بلندی متانت مین مانند کوه
ز بس شہر سی فرسخون دور تھا
وہاں جا کی نواب عالی ہم
لگ رہ گئی ساتہ لیل و نہار
بہم ایسی نا اتفاق ہوئی
ہزارون تو نکلی نہ نگاہ سی
ملی قلعہ مین انکو جاسی پناہ
اسی طرح مدت گئی جب گذر
یہ چاہا کہ تیغ آزمائی کریں
چلے تیغ فولاد میدان مین
ادھر عزم یہ تھا کہ ناگہ او دھر
ہوئی مضطرب سب اس آہنگ سی

کہ نواب صفدر فی ذال اتفاق
پیشیان ہوئی صورت دود آہ
چلی سوی نواب خود بہر جنگ
ہو ادل تر دوسری تیر و نہر
نہو دخل جبین ملک کو نصیب
حصار فلک سی سوا پیر شہ کوہ
زمانی مین بگڑہ وہ مشہور تھا
ہوئی جلوہ افروز طبل و علم
سوار و پیادہ فقط دس ہزار
کہ آوارہ وہ فوج باقی ہوئے
ہوا ہو گئی سیکڑون راہ سی
پڑی گہیر کر ہر طرف فوج شاہ
ہوئی تنگ نواب والا گہر
لکھکر صفوں کی صفائی کریں
شجاعت کی دین داد میدائیں
اراکین شاہی کو پونچھی خبر
ڈری آتش افروزی جنگ سی

ادھر سی جو حاصل فرماتے ہو
 نامل ہوا دل سی برخواستہ
 دیا حکم فوج ہمایون ٹہرے
 گذر کر رہ سخت و دشواری
 خبر پاک کی یہ راجہ بد گھر
 جو کچھ مال و اسباب تہا رہ گیا
 کیا غازیون فی پسِ ترک تاز
 لٹا کر زر و مال و اسباب کو
 پشیمانی جہدم تحریر کی
 تحائف روانہ کی بی شمار
 پڑنا خط تو حضرت کو جسم آگیا
 امان او سکودی کراوسی آہ سی
 پہونچکر گھیر میں فیروز مند
 مگر یہ غضب تہا کہ سرکار میں
 کوئی یار و مساز انکا نہ تہا
 جو اعیان دولت تہی ہر بات میں
 رہی نہ ہو نہ کیا کرتی تہی موقع محل

سراپا او دھر صرف ہمت ہوئی
 کیا ایک دن لشکر آراستہ
 سو رای کوہ کماؤن ٹہرے
 چڑھی کوہ پر قصد پیکاری
 گریزان ہوا دوسری کوہ پر
 یہیں جا بجا سب پڑا رہ گیا
 سو مال و دست غنیمت دراز
 لکھا غدر راجہ فی نواب کو
 تمنا لکھی عفو و تقصیر کی
 عنایت کرم کا ہوا خواستگار
 غم و غصہ سب دل سی جاتا رہا
 پیری شوکت و مدت و جاہ
 شب و روز رہی لگی بی گزند
 سوائی و نہیر اہل و عیال
 طلبگار اعزاز انکا نہ تہا
 رہا کرتی تہی روز و شب گہات میں
 کڑوا لیں ریاست میں انکی نخل

غنیمت سی غازی تو انگور نبوی
 اوڑی شہر دہلی میں جب یہ خبر
 خصوصاً جو مفسد تھی و براہین
 رباویر تک عیۃ الملک و نگ
 سنا کہ اس احوال جانکاہ کو
 دیا حکم شہنی پی انتقام
 اوسے روز ہمراہ فوج گران
 بظاہر پی جنگ رخصت کیا
 کہ آپس میں تیغ آزمائی نہ ہو
 وہ آئی یہاں جہاں و عزت ستا
 کئی روز باہم رہی گفتگو
 کیا و لون فی صلحنامہ رقم
 جو تھی خیمہ زن فوج شاہی یہاں
 فراغت سی نواب والا مقام
 غم فکریجہاں باقی رہا
 گریان غم قتل و او و خان
 یہی آرزو دل میں رکھتی مدام

جو محتاج تھی صاحب زرہ ہوئی
 ہوئی متعل سنے ارباب شر
 جنہیں دخل تھا کارِ سرکار میں
 اوڑا رخ سی نواب صفدر کی رنگ
 منحصر کیا خاطر شاہ کو
 بجالائی دستور والا مقام
 کیا اپنی نور منظر کو روان
 مگر وقت موقع یہ سمجھا دیا
 جہاں تک ہو ممکن لڑائی نہ ہو
 ہوئی خیمہ زن شان و شوکت ستا
 ہر آئی ولی ایک دن آرزو
 ہوئی و وروہ مفسدی کی قلم
 ہوئی سوی دار الخلافہ روان
 ریاست کا کرنی لگی انتظام
 کوئی قصہ جہگڑا نہ باقی رہا
 شب و روز رہتا جگر میں جہاں
 کہ راجہ سی اب لیجئے انتقام

حسد رشک سی سخت مضطر ہوا
 یہ دو لون و لون میں ہم کر کے سا
 یہاں کی نظامت بڑی شانسی
 وہ دہلی سی ہمراہ حوج گران
 شہیرون کی اغوا سی ہر ایک
 عدو ہنکے نواب سی روز شوب
 کچ اندیش پایا جو بد خواہ کو
 کیا لشکر آراستہ بہر جنگ
 لی ساتھ اپنی یمن و یار
 ہوئی پشت رہوار پر جلوہ گر
 پہونچکر سرفوج پر اکہان
 ولیدون فی تلوار پر رکھ لیا
 پڑا فرقہ جسم من ہر کہین
 بنسے زخم انجم پر خاش پر
 سہی لاکہ سختی مگر اوس گہری
 وہ ہر مند ہی وقت پیکار کے
 جو لوٹا زرو مال اسباب کو

شریک امین نواب صفدر ہوا
 ہوئی راجہ ہر مند سی ربط ساز
 اوسی سبب دلوا کی سلطان
 یہاں آکی جسم ہوا حکمران
 تخت کی لینے لگا بد گھر
 خلش دل میں رکھنی لگا بی سبب
 نہ تاب آئی نواب جم جہاہ کو
 پی قتل باندی کر چست تنگ
 سوار و پیادہ پیادہ سوار
 چلی جانب ناظم بد گھر
 گرمی صورت برقی آتش نشان
 کسی کو نہ مطلق سمیٹنے دیا
 گراتن کہین خاک پر سر کہین
 اجل روئی ہر ایک کی لاش پر
 سواہا گنی کی نہ کچ بن پڑی
 ہوا کشتہ ساتھ اپنی سردار کی
 ترقی ہوئی اور نواب کو

پی از دیاد شکوہ و چشم
 ہوئی پھر یہ نوبت کہ نوبت ملی
 محبت سی پھر بعد اسم جناب
 سرنام اقدس لطافت کی سات
 ملا منصب خاص بی صرف گنج
 عرض یہ مناصب یہ خلوت خطاب
 یہ نقارہ نوبت یہ قبہ علم
 پھر الیک کی دہلی سی جس دم سفیر
 عطیات شاہ قلک احتشام
 وہ سامان جہا و چشم دیکھ کر
 بچا کہ مصلی بعد انکسار
 اوسیدن سی اقبال بریتا گیا
 انہیں کا کثیر ہرین لیل و نہار
 یہاں تک کہ جملہ رعیت سپاہ
 یہ اعزاز پڑشاہی جو افزون ہو
 سوا ایک دستور اعظم کی سبب
 خصوصاً بد اندیشہ و ناصواب

نواب علی محمد خان بھادر فدوی حضرت شاہ بادشاہ

کیا مرحمت طلب و قبہ علم
 پی ضرب سکہ اجازت ملی
 بڑنایا بہادر برای خطاب
 لکھا لفظ فدوی اضافت کی سات
 مقدم ہزار سی سی تہا جسمین پنج
 یہ بلوس شاہ سلیمان جناب
 یہ ماہی مراتب یہ جہا و چشم
 کیا پیش نواب قیصر نظم
 کیا پیش کشتی مین رکھ کر تمام
 ہوئی شاہ نواب والا گھر
 کیا سبب شکریہ پروردگار
 نیا ملک ہر سال بڑہتا گیا
 ترقی دکھا تارنا اعمت بار
 سچھنے لگی مستقل بادشاہ
 ہزاروں کی دل شیک سی خون
 ہوئی ہمدرد بخش بی سبب
 کہ تہا محمد الملک جس کا خطاب

بہم یونہیں کچھ دم لڑائی رہی
تہو را را وون کو چھپڑا کیا
ہر اک سمت پیاس اہل بچا کی
نایش عداوت کی ہونی لگی
جدا تی ہوئی جسم میں جان میں
زبس نجب نواب والا گھر
پڑا تفرقہ قوم سادات میں
لڑی خوب بڑے بڑے کی تلوار سی
دم چنر میں جملہ اہل فساد
یہاں پر جو تیغ آزمائی ہوئی
فقط فوج نواب فی دی شکست
پس فتح نواب عالم مقام
یہاں آگی عسراہ فوج کشیر
مع ہدیہ و نذر شاہ جہان
وہاں بادشاہ فی پس قتل دار
جو دیکھا رفیقان نواب فی
و فور عطفوت سی ملبوس خاص

دلیر و ن میں تیغ آزمائی رہی
بڑا خوبصورت یہ کہ جملہ اکیا
بچہ بانی لگی آب تلوار کی
لڑائی قیامت کی ہونی لگی
گری سہ ہزار وون کی میدان میں
شب و روز تہا زیر چرخ اوج
گریزان ہوئی بات کی بات میں
مگر ہٹ گئی تہک کی پیکار سی
ہوا ہو گئی صورت گرد باد
بلا شرکت فوج شائی ہوئی
اسی فی کیا سر بلند وون کو سپت
پہری آنولی کی طرف شاد کام
کیا ووندی خان کو مقرر سفیر
کیا سوی دربار دہلی روان
عنایت کیا خلعت زر نگار
تو بائیس پائی گئی پارچی
عطا کر کے افزون کیا اختصار

کہ خواجہ سہرا تہا نہایت شیر
غرور نظر است میں مثلِ جباب
غرض سمتِ نوابِ حم جاہ سی
علاقہ کی ناظم بعد کمر و فر
پہان آکی مثلِ پدر صبحِ شام
پس چند سادات فی جلیظ
خدا بی کا اندیشہ جاتا رہا
معیت میں ایک عمدہ سردار
بن آئی ادھر حسنِ تقدیر سے
ہوا جلوہ بخش آکی فرمانِ شام
مدد فوجِ شاہی کی جا کر کرین
کمال اس سی نواب خوشدل جو
جو بارہ کی سرحد میں رکھا قیم
مقابلِ پی جنگ آکر ہوئے
چلی دونوں جانب سی تیر و تنگ
ہزاروں جوانانِ سینہ سپر
اجل مرنی والوں تنگ آ گئی

نمودی میں نہ کہتا تھا اپنا نظیر
او بہر کر ہوا حد سی افزون خراب
نکالی کرد ورت دلِ شاہ سی
ہوئی عظمتِ الٰہی خان کی پس
نظامت کا کرنے لگے انتظام
بغاوت سی باند ہی کمر شاہ پر
ہوا مسکنِ شور و شر بار بار
روانہ ہوئی فوجِ سرکار کی
کہ دوسرے تو برا غلام کی تدبیر سی
کہ نوابِ حم جاہ دولت پناہ
یعنی نواب علی محمد خاں بہادر ۱۲
مناسب جو سمجھ میں برابر کرین
اوسیدم شرفِ بخش منزل ہوئی
بڑھی آگی سادات والا شتم
صف آرا برابر برابر ہوئی
ہوا عمرِ حدِ شرمیدانِ جنگ
تڑپنی لگی ہر طرف خاک پر
پڑی بہتر ایسی کہ کہہ داکھی

مین تو پون پر ہر طرف بتیان
وہ جوان چپا کیا چار سوشل میخ
حیلے بسکہ کثرت سی تیر و تفنگ
یہی شکمش چن ساعت رہی
ہوئی صبح نکلا ابد آب و تاب
دبیدانِ نواب والا گھر
چلی گٹھکی جو تیغ اک آن مین
نہنگانِ بحر و غما کا لہو
تہو رسی نوابِ جم جہا کے
دین پھینک کر تیغِ طویلِ علم
جو سردار نامی تہی ماری گئی
وہ خواجہ سردا ہی زمانِ فرار
ہوئی فتح نوابِ جم جاہ کی
ارادہ نیا رنگ دکھلا گیا
ہوا فتح کا شہرہ ہر شہر مین
خدیو جہان کو جو پونچھی خبر
اگر یا کی موقع دم التفات

ہوئی اڑو ہی منہ سی آتش فشان
چکنی لگی صورتِ برق تیغ
ہوا پر ہوا تنگ میدانِ جنگ
قیامت کی بریا قیامت رہی
یہی تیغِ برقِ شعاع آفتاب
ہوئی حملہ آور بندہ کرو فر
ہوئی کشتون کی شستی میدان
کہیں تاکر تہا کہیں تا گلو
قدم اوٹ گئی شکر شاہ کی
کیا بزدلون فی مقابل سے دم
وہ تیغ کی گھاٹ اوتار گئی
ہوا کشتہ رخنہ آبدار
لمحہ خاک مین جان بدخواہ کی
علاقہ وہ قبضی مین کل آگیا
مچی دھوم آقبال کی دہر
جبیں سی ہوئی نانو شہی
بنائی یہ دستورِ اعظم فی

پہونچکر یہاں وہ شیراز
 شکایت لکھی اس قدر روز و شب
 ہوا عظمیٰ الید خان پر عتاب
 یہ خدمت جو اوسکو ملی بی محل
 تکبر سی فرعون ثانی بنا
 غرور نظامت میں وہ روسیہ
 گزر کر رہہ ورسم آداب سی
 عداوت شب و روز رکھنی لگا
 وہ آیا کیا منہ ہر اک بات میں
 نہ باز آجیب وہ پریشان خیال
 بگڑ کر ہوئی مرتعہ جنگ پر
 یہی ساتھ مردان لشکر شکن
 پٹری پہ خبہ اوسکی جگہ نین
 صف آرا کیا لشکر بشمار
 اوہر تہا یہ سامان طبل و غل
 بہم دونوں لشکر صف آرا ہوئی
 بڑی آگی مردان جنگ آزما

تیسون سی کرنی لگا دل میں بل
 کہ سلطان عالم کو آیا غضب
 کیا اس گدہی کو نظامت مآب
 ہوا اور یہی سرزمین پیدا خلل
 خرمین خسروانی بنا
 سمجھنی لگا آپ کو بادشاہ
 ہوا برسر کینہ نواب سے
 جگر آتش افروز رکھنی لگا
 یہ ٹالا کی اکشر اوقات میں
 ہوئی تنگ نواب قدر خصال
 چڑھی صدم پشت شہر ناک
 چلی جانب ناظم نیمزن
 ہوا مستعد وہ بھی میدانین
 کسی جا پیدا وہ کسی جا سوار
 کہ آپونچی نواب گردون چشم
 قیامت کی دھنگ آشکارا ہوئی
 پکاری اجل ویکہ کہ مر حبا

ہوا ہر طرف شور و ماتم بلند
عجب عالم اہل عالم ہوا
خصوصاً موید من اللہ کا
ترقی تھی ہر چہ اقبال میں
اوسیدن تمام افسران سپاہ
فراہم ہوئی غنچہ گل کی طرح
پس مشورت بی تکلف وہیں
وہ منہ گامہ عنہم ہوا ہر طرف
ہوئیں نذرین اعیان درگاہ
ریاست کو آباد کرنے لگے
خبر سنی یہ عظیم الشان
بہت لطف سی پیش آتی رہی
اسیوجہ سے چن شاہی محال
اوسے عہد میں انولی کی قریب
منونہ تو مشہور اکشر میں تھا
ہو تھی عہدۃ الملک شاہی ندیم
یہی بند و بست ایک خواجہ سرا

بنی آہ بام فلک کی کھمت
ہر اک صورت زلف برہم ہوا
جگر بند سردار ذی جہاہ کا
مگر آپ تھی چودہویں سال میں
اراکین دولت خوانین جہاہ
ہوئی گفت گو ساز بلبل کی طرح
کیا ابن سردار کو جانشین
مسرک لکشہ جہا ہر طرف
چلین تو پین اوس آسمان چاہ کی
رضایا کو دلشاد کرنے لگے
نہایت ہوئی خرم و شادمان
قدیمی محبت جستانی رہی
رہی انکی قبضی میں بی قیل و قال
علاقہ تھا کوئی نہایت عجیب
مغلظم نگر نام وقت میں تھا
وہ موضع تھا جاگیہ انکی قدیم
مغلظم نگر میں مقیم رہا

ملا پہلی راجہ مدارات سے
گرفتار بندِ عقوبت ہوئی
نہیں آئی برگشتہ تقدیر سی
ستمگر فی آخر اوس کی کوہ پہ
لہو سی ہوا لالہ گون پیر مہن
کیا بیکسی فی گریبان چاک
سدا آسمان خم الم سے ہوا
جد ہر جوشِ غم میں اوٹھائی نظر
سیہ پوشِ شب داغِ مہتاب تھا
خطِ کہکشان دی راتِ تہا خبر

کیا قیدِ آخر کسی گہات ہی
اسیرِ کشتِ مصیبت ہوئی
کوئی کام نکلا نہ تدبیر سے
کیا قتلِ سردار کو بھیلر
بنا غیبتِ ارغوانِ نثر
اوڑائی بگولون فی اوٹھ کی خاک
پشیمانِ ظالمِ ستم سی ہوا
خدائی مصیبت میں آئی نظر
ستاروں کی آنکھوں میں خونِ تہا
کہ صد ہی شوق ہی فلک کا جگر

مندر نشین شدن نواب مستطاب علی القاب
خورشیدِ علم گردون چشمِ جناب نواب علی محمد خان صاحبِ باو طاب

جو دیتا ہی دی آج ساقی جھی
زمانہ برنگِ دلِ بقیہ دار
محبتِ پراسکی پیرو سا نکر
سنی گوشِ دل سی جو میرِ بیان
کہ جب قتلِ او و خان کی خبر

نہیں کل کی اسیرِ باقی مجھ
بدلتا ہی دم بہرین پہلو ہزار
وفادوستی کی تمنا نکر
سناؤں نمی رنگ کی داستا
ہوئی چار سود ہرین مشہر

رف آور سردار او دنان دیندستان ۲۶
ون راجہ فی ایجا م کار

مراعات اعزاز دل خواہ کی
برایا یہ واؤ و خان کا وقا

تہی اوس عہد دولت میں ناظم ہیا
اونہیں کم آیا یہ سرکاری

ہوئی دونوں جانب سی لشکر کشی
پیرائی دیہ دونی آگئی قدم

اجل پر پڑی بہتر میدان
ہوئی مدعی فوج شاہی سی

ہوا اوسکونٹن صورت جسم و جان
مخالف سی رکھتی ہیں درپردہ سنا

سمجھتی ہیں جیسا عبث تی ہی
سمجھ کر چپ ہو رہا بد گہر

گیا داغ دل سے نہ اسبات کا
پس بدت چند وہ نابکار

کچھ دلو لے شوق جانکاہ کی
جلی آہری سردار واؤ و خان

دہ سوار

بلا مع موافق مراتب کی تنخواہ کی

دیا اپنی نکل فوج کا اختیار
امی نش عظم الید خا

سر کاٹو راجہ کا تلوار سی

لائی انجہام کو سرکشی

چلی منچلے لیکے تیغ دوم

ہزاروں فی دی جان اگلی

ون کی راجہ فی پائی شکست

موافق بین ناظم سی واؤ و خان

ورور باہم ہی قومی نی

لڑائی میں کرتے ہیں پہلو تہ

نہ کم کی کوئی رسم ظاہر

رہا منتظر وقت کا گہر

ہوا خود ملاقات کا

بلا یا جہانی سی تنخواہ

سرقلہ کوہ گردون

بلکہ اس قدر انکار تباہو
ہزاروں خوانین رستم نظیر
شب و روز خدمت میں رہنی لگی
دیو و ندی خان کو وہ جاہ و قوا
انہیں کی عنایت سی اگر بیان
ہوئی فتح خان لسان ماہم
چھپ آکی خدمت میں نامی ہو
اوسے عہد میں اک زمیندار تھا
دلاور قوی صاحب فہم و رای
شہریک اور جو اوس ریاست میں
لکالی کی سردار مذکور سے
نہ لائی وہ اسکی لڑائی کی تاب
ظفر یاب ہو کر یہ میدان سے
تحائف کئی پیش و نقد کشیر
اسی طرح بڑھتا گیا اقتدار
سجھ کر ریاست کی پشت پنا
خصوصیت انظار کرنی لگی

کہ گہر گہر ولایت میں شہر آباد
ہوئی ہند میں آکی فرمان پذیر
اطاعت و رفاقت میں رہنی لگی
کہ عالم فی اذن کا کیا اقتدار
بڑھی حافظ الملک سردار
بنی صدر خان جان نثار قیام
مکرم معظم گرامی ہوئی
بجائی خود اک عمدہ سردار تھا
اوسے کہتی تھی سب مدار اسہا
سوا فوج و سامان و قوت میں تھی
ہو جب گنج خضم مغرور سی
ہر میت کو سمجھے مناسب صواب
پہر اشوکت و جاہ نسی شان سی
رہا تابع حکم مہنت پذیر
ترقی دکھاتا رہا روزگار
بڑھائی رئیسوں فی خود رسم و راہ
و مخلص و الفت کا بہرہ لگی

غرض میں ہوں اولادِ آلِ رسول
 یہ سب نکی وارو داؤد خان
 کہا تکو فہر زہد اپنا کیا
 موثر مقدم کیا نام میں
 اوسیدن سی یہ ور دِ عالم ہوا
 تنعم میں و نرات پلنے لگے
 معلّم اتالیق نوکر ہوئے
 بلند ختری بسکہ قسمت میں
 یہ عالم تہا ذہن خداداد کا
 " بین جو درسی زمانے میں بین
 سال میں وہ فلک اقتدار
 اسکے جوفن دلیر و نکی بین
 وہ سب ختم تہی آپ کی ذات پر
 فن شہسوار ی میں تہی بی نظیر
 علم چار سو نیزہ بازی میں تہی
 او ہر سنی ٹمیں قدم کا بیان
 ترے شب و روز ہونی لگے

علی سیکر داوا بین دادی قبول
 نہایت ہوئی خرم و شادمان
 جگر بند دل بہت اپنا کیا
 محبت سی حسان ضم کیا نام میں
 فراہوش وہ اسیم غظم ہوا
 ارادی نمو کے بنکلنے لگے
 پُر مانی پُر انکی مقدر ہوئی
 غضب کی رسانی طبیعت میں
 کہ دم بند تہا منطق استاد کا
 شب و روز پُرمہنی پُر مانی میں بین
 ہوئی پُره کی علامہ روزگار
 بہادر جوانوں کی شیر و نکی بین
 جہکاتی تہی جنگ آزماسنکی سر
 لگاتی ہمیشہ عالم سے تیر
 جمید جہان ترک تازی میں تہی
 کہ ثروت میں سردار کونا گہان
 نانش دل افروز ہونی لگے

ہوئی سیکڑوں کشتہ تلوار سے
ہوا حدسی افزوں جو باہم قتال
کہہٹی ہمت اوس قوم مجبور کے
او ہر غسل ہوا فتح کا چارسو
ہوئی حبس طرف جسکو ممکن امان
بڑھی آگ سردار والا گھر
گنہ راک جگہ میں جو اونکا ہوا
یہ دیکھا کہ اک طفل یوسف حال
برنگ قہر شعلہ شمع طور
جس میں سے بشکل مہر ناتمام
تکلم میں تفصیل جہاں کی
نہ لشکر کی دہشت نہ کچھ خوف جان
یہ عالم جو آیا نظر ناگہان
محبت کے پیدا ہوئی ولولے
کہا کہہٹی کیا نام ہی آپ کا
کہا کہتے ہیں ای شفیق دلی
پرکا والا ور علی نام ہی

گرمی خاک پر پشت رہواری
کیا ایک کوچہ نی پائیکال
بڑھی فوج سردار داؤد کی
او دہری کی بہاگی شکست آبرو
گمیزان ہوا مثل عمر روان
ہوئی داخل اوس دیہ میں جھپٹیر
عجب رنگ قدرت ہویدا ہوا
جو ان طالع و پیر خود سال
منظر میں سراپا سراپای نور
بزرگی کے آثار پیر اتمام
ہر اک بات میں بات اقبال کی
قیافہ سی ظاہر اولو العزمیان
ہوئی دنگ سردار داؤد خان
کیا پیار اوسکو لگا کر گلے
پتاویجی اپنی مان باپ کا
جھی لوگ سید محمد علی
یقینی سی اس عمر میں کام سے

۲۲ داراؤد خان دیندیا
 بزرگشہ افی آور
 ملوکانہ تدبیر سی صبح و شام
 از اکین دولت رعیت سپاہ
 اویسی عہد میں رُوہ سی ناگہان
 مع ساز و سامان و راہ
 پند آئی دل کو جو وہ سرنیہ
 ز بس اختہ رنجت بیدار تھا
 رلو العزمیان دل میں پیدا ہوئے
 بڑی حوصلی شوکت و جاہ کی
 رئیسوں میں حاصل کیا اعتبار
 ریاست کی سامان پیدا کئی
 خارجہ ماحصل سی افزون ہوا
 جو بانگولی اک قصبہ مشہور
 خصہ میں اوسمیں سادات کثرت سی
 پرتنگ اکی سردار فی خیل
 ہوا غل تو ہشیار غافل ہوئے
 ہوا گرم ہنگامہ کارزار
 ہی دیر تک برقی تیغ

۲۲
 کا اپنی انتظام
 دیا سب کو اعزاز و آرام جاہ
 ہوئی وار دہند و او و خان
 میں اگر ہوئی جلوہ گر
 رہی چند مدت اقامت گزین
 ترقی کا ہر شی سی اظہار تھا
 بلندی کی شکلیں ہو پید ہوئیں
 ارادوں فی بوسی لپی ماہ کے
 بہت کچھ دیا نجت فی اقتدار
 ہزاروں سلحشور یکجا کئے
 دل اس فکر و اندوہ سی خون
 شریفون نجیبون سی معموری
 یہی لوگ اوسوقت عزت سی تھے
 حملہ ایک دن اوسمی دیہ پر
 دلیرانہ جہد کر مقابل ہوئے
 بنی خون سی رزمگہ لالہ زار
 فلک مٹنے چہا تار مار زیر

جوانی کا اپنی ہی ماتم سمجھے
 سبک رخصت زندگانی سی ہوں
 لب گور ہوں کیا مرا اعتبار
 ملائی ہی میری نشی خاک میں
 خیال سخن آفرینی کہان
 لب خشک مایوس گفتار
 شراب حیات دو روزہ پیوں
 ہمیشہ رہوں میں اسی شہر میں
 فلک رتبہ کلب علیحان کچن
 دعا گوئی دولت رہوں صبح و شام
 موافق ہیں باہم زبان و قلم

ہی اب سوگِ عشرت کا ہر دم مجھ
 گمراہ جان کی ناتوانی سی ہوں
 دم چپ رکاہی فقط انتظار
 خرد میں نہ قوت نہ ادراک میں
 اس آفت میں باریک بینی کہان
 خموشی کو نام سخن بارے
 فقط آرزو ہی کہ جب تک جیوں
 نہ مارا پیروں چار سونو و ہر مین
 نہ چھوڑوں قدم ظلِ سبحان کی میں
 بجالا کی شرطِ غلامی مدام
 یہاں سی ہی آغازِ مطلب رقم

ذکرِ شریف آوردن سردارِ او و خان و فرغ یافتن در ہندوستان

کہ ہوں آج ہم بزم کا و سہ کی
 لکھوں حالِ سردارِ او و خان
 کہ تھا شاہ عالم بھی او کا خطاب
 ہوئی تلج و تخت خلافت کی زیب

پلا مج کو ساقی کوئی جام می
 ذرا موج می سے جو تر ہو زبان
 کہ جب دم بہا و رشہ کامیاب
 محمد معظم بن اورنگ زیب

بہر حال کی ختم یہ مثنوی
 دل و جان ہوئی فکری مطمئن
 ہوئی دل سے رخصت ہر اگندگی
 زبان آشنائی خموشی ہوئی
 قلم کو کتابت سی فرصت ملی
 تنہا ہی جب دیکھیں اربابین
 جہان پائین طہر زبان کچھ غلاف
 کہ شاعر نہیں مین سخنور نہیں
 نہ دعوائی شیوا زبانی مجھے
 نہ میں قابل اعتبار سخن
 یہ پیشہ کچھ آبائی اپنا نہ تھا
 اب و عمری سنی ہوتی تھی تنگ
 مگر میں طبیعت سی مجبور تھا
 اسی فن میں گزری جوانی مری
 وہ عالم نہیں اب وہ سودا نہیں
 نہ گرمی طبیعت میں باقی رہی
 ضعیفی سی جربا نہیں میں حواس

بجایا ارشاد کیخسرو سے
 گئی کاہش و رنج پیہم کے دن
 پریشان دماغی فی کی بندگی
 جدا فکر کی گر مجبوشی ہوئی
 رقم کو تہامی کی رخصت ملی
 یہ گلہ ستہ تو ہمارے سخن
 مجھی رکھیں طعن زبان سی معا
 زبان دان نہیں نکتہ پرو نہیں
 نہ لاف کمال معانی مجھے
 نہ خوابان جاہ و وقار سخن
 بزرگون کو اس سی علاقہ نہ تھا
 سمجھتے تھی ہرزہ خیالی کوننگ
 یہی میری قسمت کو منظور تھا
 ضعیفی ہوئی یا جربانی مری
 وہ شوقِ دل نظم پر نہیں
 نہ وہ صحبتِ جام و ساقی رہی
 نکاہوں میں پہرتی ہی تصویر

کم و بیش کا پاس ہر دم رہی
 سنا جب یہ ارشاد معجز اثر
 خبر کیا مجھی واقعی حال سے
 ہو احکم تمکو ملیگی کتاب
 چنانچہ پس مدت چند روز
 اوسی مینی دیکھا تو آیا نظر
 اوسی نثر کو میں نے موزون کیا
 تصرف سر ہو کسی جا نہیں
 مگر بان ضرورت سی دوچار نام
 گرمی حرف تقطیع سی بیگان
 مقام کنایہ اشارہ نہ تھا
 سی جا کیا نظم تنہا خطاب
 رض مجکو انجام تک ہر کہیں
 سب و روز کہا یا وہ خونِ جگر
 فکرمین صبح تک شام سے
 سرمہ چشم دو وچ پر مرغ
 پانی دن رات کرتا رہا

ہر اک بات صحت سی تو ام رہی
 کیا عرض ای خسرو داد گر
 کروں کسکی تفصیل اجمال سے
 بہت معتبر منتخب لا جواب
 عنایت ہوا الشیخہ دلفروز
 سراپا صحیح و ہمہ معتبر
 جگر کو دم فکرم پر خون کیا
 کم و بیش کا دخل اصلاً نہیں
 کئی نظم بی قاعدی لا کلام
 نہ بن آئی کچھ مجسی وقت بیان
 سوا اسکے کچھ مجکو چارہ نہ تھا
 کہیں دل سی ترکیب دی لا جواب
 یہی وقتین پیش آتی رہیں
 کہ رگ رگ مین ہی ہستلا کا اثر
 نہ سویا کہی شب کو آرام سے
 یہی فکرتی خانہ سوز و مانغ
 ہیون نہ جیتا نہ مرتا رہا

پہرین اس ریاست کی دشمن تباہ

رہیں لطف و آرام سی خیر خواہ

وہ بیان سبب تالیف کتاب مستطاب

سنہیل بیٹہ اسی ساقی سست نا
 نہان رو برو اور عالم ہی آج
 ومان ہوں جہان رعبت فرو کیا
 نکلتی ہی پیش خدایو جہان
 مجھی ناز ہی اپنی تقیر پر
 مزہ دیتی ہی یاد اس حال کی
 کہ اکدن قدیموس کی آرزو
 بجا لا کی آداب و ربار میں
 دم صحبت و کسر شعور سخن
 سلطوت سی پاکر ارادہ قوی
 اوسمی آپ نی جابجا دیکھ کر
 کہ تو اس ریاست کی احوال کو
 تقارب میں کر نظم آغانہ سی
 خلاف حقیقت سی وقت رقم

ابھی سی نہوا سقد رہی نیاز
 سرور می ساغر جم ہی آج
 بشر کیا فرشتوں کی جلتی بین پر
 زیادہ جوس سے تمنا سی جان
 فلک آفرین خوان ہی تدبیر پر
 ساؤن میں تفصیل اجمال کی
 جچی لی گئی شاہ کی رو برو
 ہوا جاگزین قرب حضار میں
 کیا مینی کچھ قصہ اظہار فرم
 اوٹھا اور کی نذر اک شنوی
 کیا مجسی ارشاد یون مختصر
 اکابر کی اعزاز و اقبال کو
 سخن ساز ہو فکر و مساز
 رہی پاک منلق زبان قلم

ز بس یک فنی مشق ہر فن میں ہی
 طبیعت میں ہی قدر دانی کمال
 یکمی جمع عالم جو اس شہر میں
 وہ ہمیشہ شاعر ہیں نوکر بیان
 فصیحون کی تندرید اور نکاح کلام
 غرض آج زیر سپہر بلند
 محامد ہوں سب مجہد سی کیونکر بیان
 اوہاؤں میں ہاتھ اب عالمی لئے
 ابھی ہی جب تک سپہر بلند
 اوگاتی ہی جب تک زمین چمن
 گلستان میں جب تک نسیم ہوا
 فروزہ زندہ جب تک ہیں شمع و قمر
 زمانہ میں جب تک سحر گاہ و شام
 ہمیشہ رہی سند و سند و جاہ
 بزرگ سمن شاہ نازک و ماغ
 عدو کی لپی شادمانی ہوشم
 رہی اختر نجات عالم فروز

یکانہ علوم و ہنر فن میں ہے
 چلے آتی ہیں سیکڑوں ذی کمال
 نہیں شتر قوسی غرب تک و ہرین
 ویر فلک حبسی سیکھی زبان
 سند معجزہ کی طرح لا کلام
 نہیں کوئی ایسا شہر ارجبند
 نہ اتنی طلاقت نہ ایسی زبان
 کہیں قدسی آئین خدا کی لپی
 نقوش کو اکب سی چنے پرند
 گل و لالہ و سنبل و یا سمن
 دکھاتی ہی غنچوں میں چپکے اوبہار
 نظر آتی ہیں روز و شب جلوہ گر
 فلک کو ہی گردش میں کو قیام
 قدیموس سلطان گیتی پناہ
 رہی گلشن دہر میں باغ باغ
 خوشی میں ہو بالیدگی سہی دم
 جلی رشک سی دشمن تیرہ روز

بنی حسان پر زندگی جو حسد ام
گذرتا ہی آگی سے وقت عتاب
میسر کر سیکو یہ سلطوت کہان
غلط تھا جو عالم میں مشہور تھا
لوازم ریاست کی ہیں جس قدر
شب و روز ہر دم یہی فکر ہے
عدالت پر اوسکی ہی عالم کو نیاز
شناخوان دعا گو ہیں شام و سحر
نرالی ہی داد و ستد متصل
و فور تر رسم کی تاثیر سے
گوارا نہیں اس قدر یہی محن
نقشہ میں پروانی مجبور سے
بشکل رسولان عالم پناہ
نکو دی خود پسندی کی عداوت ہیں
اولی الامر ہی اہل اسلام کا
بتا تا ہی راہ شریعت ہمیں
جو مومن سلطان عالم نہیں

اطاعت کو سمجھے عبادت ماہ
لرزا ہوا چرخ پر آفتاب
یہ فیروز مندی یہ شوکت کہان
نہ مہر ترنبہ قیصر نہ فغور تھا
برابر ہی ہر بند و کل پر نظر
تغافل تساہل کا کیا ذکر ہے
جغای فلک سی ہیں سب بی نیاز
فلک پر فرشتی زمین پر بشر
دعا لیتی ہیں دی کی آرام مل
مزاج آشنا عفو تقصیر سے
کہ بلبل غم گل میں ہو نعرہ زن
جلین آتش شمع پر نور ہے
نہ پروای تاج و نہ شوق کلاہ
کہ بین نام کو بوی نخوت نہیں
مزج ہی قسانی احکام کا
عبادت ہی اوسکی اطاعت ہیں
حقیقت میں وہ ابن آدم ہیں

نظیر آپ کا زہیر چرخ برین
 شب و روز ہیں جستجو میں خراب
 عدالت کی جیب سی سنی استا
 سمجھتے ہیں مردانِ عالی ہسم
 زمانی میں اندر کہی مدام
 پی انتظامِ جہانِ خراب
 دیارِ اوسا مانِ دولت تمام
 شب و روز دوستِ کرم ہی دراز
 کسی کو غمِ خستہ خالی نہیں
 ہوا زرفشانِ حبیبی دستِ کرم
 دل آباد علمی خیالات سی
 شہِ کشورِ اعمتِ بارِ سخن
 ادب میں معانی میں معقولین
 برابر ہی نسبتِ دل پاک کو
 شکوہ و تمن کا وہ رنگ سے
 تہور جو دیکھے دمِ کارزار
 گرمی وہ عدو پرچہ شکر کشی

کسی کو کسی سمت ملتا نہیں
 اوہ راہِ تابان اوہ ہر آفتاب
 سیرِ فتنہ ہی مسرتِ خوابِ گران
 جہانِ شجاعت سپہِ کرم
 سخاوت کا اونکی بدولت ہی نام
 مشیت فی اوسکو کیا انتخاب
 کیا خوگر جو وہ ہمت تمام
 رعیت ہی آسودہ و بی نیاز
 کہیں جو بڑی اعمتِ عالی نہیں
 عرب بھی ہی ممنون مثلِ عجم
 ہمہ دانی ادنی کمالات سے
 وقارِ سخنِ افتخارِ سخن
 اصولِ مسائل میں منقول میں
 کہیں شک نہیں فرجِ اوراک کو
 کہ کوہِ گران سنگِ پاسنگ ہی
 دل و جان سی ترکِ فلکِ نشان
 وبالِ سربِ ہو سرکش

کردن چشم پر آرزو کونهای	پرو چکر و مان مضطر خسته حال
نکالون دل تنگ کی حوصلی	لگا کر حرم حرم کو گلی
غبار در روضه پاک هون	وین دفن مرگین غمناک مون
لیٹ کر سردامن پاک سی	او ہون حشر کو پہلو خاک سی
طفیل محمد علیہ السلام	رہون زندہ بیتک و آن صبح شام
بجھاؤن لگی جان بیتابی	زیارت کروں قبر اصحاب کی
تمنای دیدار کامل کروں	منور دل شوق منزل کروں

مدح حضور پر نور گو ہر تاج ابہت شہریاری با قوت اکلیل مملکت و
تاجدار حجازی خرمین شیر فیضین سر روضہ شہنشاہ خافقین معالی القاب
حامی دین محمد نواب کلب علیخان بہادر دام اقبالہم ملکہ

کہ صبح تنہا ہوںی جلوہ گر	خبر دار ہوساقتی بچہ
کہ چمکی سخن بزم جمشید میں	پلا آج می جام خورشید میں
دہن چشمہ آب کو شر کروں	زبان و لب خشک کو تر کروں
کروں بیچ کلب علیخان رقم	اوٹھاؤں دم فکر مضمون قلم
پناہ جهان و جهان پناہ	جسی کہتی ہی حلق شام بچہ
تو منہ نیروی اقبال سے	برو منہ نخل زروماں سے
جہکاتا ہی سدا سمان خاک پر	عروج بلند رفتہ ہی دیکھ کر

نپایا کہی سایہ فی قرب نور	لہو رنگی سے تھی طبع والا نفور
کہ صبح ازل تھی نہ شام ابد	تھی اوس دم سی دانای را بر صدر
زیارت سی حضرت کی تہا بہرہ	تفاوت سی مہر فلک ہر شجر
نہیں طالب سیر باغ نعیم	مقیان کوی رسول کریم
شفیع اعمق قدم وہ اکملان	شہ انبیا خاتم مرسلان
جسی کہتی ہیں سب غلام جناب	جگر خستہ تسلیم خانہ خراب
پشیمان اپنی تمنا سی ہے	دل آشفستہ آشوب کو نیا سی ہے
جو ہوتی تھی چشم کرم کی نگاہ	مری حال پر خواب میں گاہ گاہ
خوشی غم کی جان مضطر کو تھی	تسلی دل و دیدہ ترکو تھی
دل و جان کو وجہ تسلی نہیں	بہت دن ہوئی ابتو وہ بھی نہیں
دکھاتی ہی نیزنگ تقدیر کیا	ہوئی کیا خطا مجسی تقصیر کیا
اوٹھاتا ہوں حسرت کی صد ہاستم	شب و روز ہوں نا امید کرم
مری آرزو مجسی ہی بدگمان	غم کم لگا ہی کی سنکر بیان
مسلمان ہی ہوں نہ کافر ہو نہیں	مضوری کی دولت سی قاصر ہو نہیں
طفیل جناب حسین و حسن	تمنا ہی امی رحمت ذوالمدن
زیارت سی دلشاد فرما تھی	مجھی بھی کہی یاد فرمائی
روانہ سور و وضع پاک ہوں	ہم اندیشہ شوق بیباک ہوں

کھلتے جد ہر یاد اللہ میں
 ہوا ختم تنہا از سی جلوه گر
 بتا کر رو راست قرآن سی
 چہرہ رخ ہدایت کیا جلوه گر
 جد ہر ٹہپتی وہ لیکے تیغ و دو دم
 او نہیں کا رضا جو خدا کی جہاں
 زمین و فلک عرش و کرسی تمام
 کسی اور میں یہ فضیلت کہاں
 کہیں آپ کا کوئی ہمسر نہیں
 میجا ہی تہی کلمہ گو صبح و شام
 کمالاتِ اعجاز کی محسوس و ماہ
 لیاقت میں بلغا ر تک چین
 شہنشاہ تبلیغ احکام کے
 نبوت پر شرف بخش بیت الحرم
 برکتِ تہ شاہ گداز گاہ کا
 اگر تیرے ہر صرخہ پر صفا
 نبوتِ رسالت سی پایا شرف

بچا دیتی آنکھیں ملک راہ میں
 وہی مبتدا تہی وہی تہی خبر
 مشرف کیا سب کو ایمان سی
 ضلالت سی لائی ہمیں راہ پر
 غفور و رحیم کر چوم لیتی قدم
 دعا کا طلب گار اثر ہر زمان
 کیا دم میں ملی بی قیام و مقام
 میسریشان نبوت کہاں
 زمین پر نہیں آسمان پر نہیں
 ہر لک بات اعجاز تہی لا کلام
 فلک پر زمین و نرات اچھا گواہ
 غلام او کی بہت سلاطین سے
 مقنن قوانین اسلام کے
 فلک پر صفِ انبیاء کی امام
 ضیا بخش خورشید کا ماہ کا
 تصدیق ہو صبح ازل کی ضیا
 وہ ہیں افضل انبیاء سلف

امیرِ عرب شہر یارِ عجم
 کیا جلوہ گر نورِ اسلام کو
 محمدؐ کہ ضامنِ شفاعت کے ہیں
 او نہیں سی ہوئی محفلِ فرشتیاں
 فروغِ کمالِ مستور سی
 ہو واجب سی ملکِ عرب جلوہ گاہ
 زمینِ مدینہ ہی غنیمتِ سرشت
 شبِ قدر و البتہ گیسو کی تھی
 عروجِ آسمانِ شریعت کی تھی
 خلاصہ حقیقت کی عرفان کی
 دکھایا شجاعت فی جہدِ کمال
 شریک و جدا عینِ کثرت میں تھے
 عدو و خسر و گوہرینِ تاج کے
 زبانِ آتشِ حریفِ اسرار سے
 کششِ دل کی حرف و حکایات میں
 فلک سا تباں اونکی ایوان کا
 دم شوقِ بالارومی برقِ دم

جہانِ کرامت سپہرِ کرم
 دیا حکمِ پامالِ صنام کو
 وسیلہ گنہگار امت کی ہیں
 زیارت گہ دیدہ و نشان
 حقائق کی دل بہر دی نور
 وہاں کا ہر اک ذرہ ہی مہر و ماہ
 وہاں کی خس و خوارِ رشکِ بہشت
 کلیدِ جنانِ جنبشِ ابرو کی تھی
 فروغِ آفتابِ طریقت کی تھی
 شرفِ دین کی فخرِ ایمان کے
 ہوئی سرکشِ جہانِ پامال
 وہ ظلِ آتھی حقیقت میں تھی
 کسِ بیکانِ دوست محتاج کے
 عیانِ شانِ اعجازِ گفتار سی
 اثرِ اسمِ عظم کا ہر بات میں
 زحل پر گمانِ ایک و ربان کا
 زمین و فلک گردش یک قدم

کہہ دے تیرے جسم میزان میں
گزر جائوں میں پل سی مانند برف

پہنوں قید زندان محشر سی میں
کروں عرض ای داو و دین پناہ

جگر تفتہ خورشید محشر سی ہوں
بیشہ بین موج خگر گہر چھی

وہان سی طفیل حسین حسن
وہ عالم ہو میرا وہ سامان ہو

رہوں خلد میں خاص بند و کی
یہ امید یار جو کثرت سی ہے

یگر نہ مری یہ حقیقت کہاں
خطا کار ہوں پر گناہوں میں ہوں

جہ کہ بہ شرم حاصل نہیں
تجہ کہ بہ شرم لغو و فضول

کہ یانہ یہ حسن قسمت ہیں
امت یہ ہے میری عمر کے ہیں

نجل کر نہ محشر کے میدان میں
نہوں سبیل طوفان آتش میں غرق

ملوں ساتی جام کوثر سی میں
شفیع تہدید گناہ گناہ

علا مان اولاد حیدر سی ہوں
عنایت ہواک جام کوثر مجھے

سو باغ رضوان بڑ ہوں خندہ
فرشتہ ہی دیکھی توحید ان

جلانی سی میری ہود و زخ کو یاس
نقط تیری حسان و رحمت سی ہی

کہ ہوں طالب رتبہ صالحان
ذلیاوں میں ہوں بسو یا ہوں

تجہ منہ دکھانیکہ قابل نہیں
کری گانہ و زخ ہی مجھ کو بوا

بہانی کرم کے عنایت کی
حمایت میں ساتی کوثر

علا و علی آلہ
آخوند محمد مصطفیٰ

پیشین

<p> نہین آجتک مجکو اپنی خستہ کہ اعمیٰ سی سیر گلستانِ محال کہ ظاہرین ہوں سخر و دل سیاہ سوا تیری جو دل میں ہو خاک ہو رہائی دکھائی اسیری مری اجل کی کشاکش سی رکھ بی نیانہ نکل جائی بن کر تری آرزو ملون مثل نقشِ قدم خاک میں کفنِ رشکِ دامانِ گلچین بنا غبارِ زمینِ نگہتِ باغ دی ہر اک ذرہ ہمتِ تابِ خورشید ہو نہ سوئی دی میرا مقدر بچھے طلب ہوں قیامت کی میدان میں زمین لہری اوٹھوں سخر و غبارِ بیا بانِ محشر نہوں لگائی گلی تیری رحمت بچھے مجھے چوڑ دی میری ایمان پر </p>	<p> بنایا ہی قسمت فی خود بین مگر تری معرفت کا کروں کیا خیال دورنگی کا میسر ہی لالہ گواہ لگا آگ ایسی کہ دل پاک ہو دم مرگ کر دستگیری مرے اوٹھاؤں نہ میں سخت جانی کئی تن خستہ سی جان مانند بو نہ لیجاؤں دنیا سی غم خاک میں کنارِ لحدِ عطر آگین بنا گلِ خلد کی بو گلِ داغ دی تجلی کہ نورِ جاوید ہو جگامی جب آشوبِ محشر چھے صبرا آتی بر خیز کی کان میں برنگِ گل و غنچہ مشکبو گناہوں کی شامت سی مضطر نہوں سمجھ کر شہیدِ محبت بچھے نہ توڑ آسمانِ غضب جان پر </p>
---	---

رو شوق مین سوز بی سزدی
 هوا می جو سرتیری سجدی بن خم
 بلند می سرجیه سائی کودی
 عطا کرده دل یا آلهی — بچھے
 ستم دیدہ جس میں دنیا نہو
 شکیب آزمای مصیبت رسے
 تری شوق مین کہا کی سوچ و تاب
 همیشه برنگ گل نارون
 سنائی نہ اپنی خبہ گوش کو
 زخود رفتہ تنگدستی رسے
 نہ بہولی سے رخ سوی گلشن کری
 خودی بخودی کا نہ کچھ ہوش ہو
 همیشه برنگ گل آفتاب
 تری راہ مین مثل نقش قدم
 نہ پابندیم و جب کا رسے
 اگر شاد پروای دنیا سی ہو
 مین بیکس جون یار تو بیکس نہو

برنگ شدہ ربال پرواز دی
 لکراؤ کو پا مال راہ صدم
 رسانی مری نار سائی کودی
 جودی مژدہ بیگنا ہی مجھے
 بلا کیش عرض تمنا نہو
 پر آشوب شو قیامت رہی
 پہری روز و شب صورت موج آب
 رہی اپنی ماتم مین خونین کفن
 دعائین دی لبہای خاموش کو
 شہاب می فاقہ مستی رہی
 تری دماغ سے سینہ گلخن کرے
 غم دین دنیا فراموش ہو
 رہی تیری دیدار سی کامیاب
 رہی پائمال جفا و مہم
 طلبگار تیری رضا کا رہی
 پشیمان اپنی تمنا سی ہو
 اوٹھاؤن کہا تک مصیبت کی ناز

بلا ہو گئی میری ہستی مجھی
بتوں کا دل و جان سی ولسوڑ
اسیر ہوا می رہائی ہوں میں
اگر لطف دی رخصت نیم
طلبم فریب بتان ٹوٹا
تری لطف سی تیرا شیدا ہوں
ملوں جلوہ حسن پر نور سے
اگر توندی شادمانی مجھی
تری یاد میں خود فراموش ہوں
نہو حاجت می پرستے مجھی
سبکدوش ہو کر پہرون چار سو
پریشان ہوں صحبت گل سی میں
تری شوق میں مثل مصر پہرون
مری چاہ میں موج سان سرسبز
غم شوق الفت سی دل شاد رکھ
فسخ محبت کے قابل بنا
ضلالت تری صدقہ میں دوڑ

نہیں چوڑتی بت پرستی مجھی
انہیں کافرون کاشف روز ہوں
طلبگار شکستائی ہوں میں
ادھر پہی ہو کوئی نگاہ کرم
دل رشتہ برپا مرا چھوٹ جائے
تجھی سی طلبگار تیرا ہوں میں
کرون دیر کو بت رگی دور سے
مبارک ہو آشفہ جانی مجھی
کرون دل کو گویا میں خاموش ہو
مزدہ دی مرا جوش مستی مجھی
نہ دم بہر ہی دم لون کہیں مثل
گمیزان ہوں فریاد بیل سی میں
اوڑاتا ہوا خاک سر پر پہرون
رہی جگو ہر دم وطن میں سفر
ہمیشہ مجھی محشر آباد رکھ
مری دل کو خورشید منزل بنا
یہ ظلمت کدہ عالم نور ہو

بنانا مٹانا ترا کام سے

تجہی شغلِ آغاز و انجام سے

کہہ ہی تج کو بی اختیار ی نہیں

گناہ زمین گل سے بہر تہا ہی تو

تری عشق پر سوز میں کہا کی خوش

تری شوق میں سبزہ بوستان

تری بجلی دیوانہ سینہ چاک

پڑا ہی بیابانِ جانکاہ میں

نایش تری شان کی دیکھ کر

سہا تیری جتنی ہیں فانی ہیں سب

بس ای کلکِ تسلیم شوریدہ بغیر

تو خس ہی رہ محمدتِ برق دم

غنیمت سمجھو۔۔۔ میں جاہلات کو

مناجاتِ بھرت قاضی الحاجات

ابھی بیانِ زبان دی مجھی

تری حمد و ن رات کرتا رہوں

بہت دن سی شمعِ منم غائب

زبانِ فصاحت بیان دی مجھی

یوں نہیں صرف اوقاتِ کبر تار دی

ترا ہو کی دلسوز بیگانہ

تری نوقی میں ہو کے پڑا شطراب
 ہونے سے تیرے میں شام و صبح
 بچے کے گھر میں کی شان میں
 جو تو چاہی گھر میں شام کی
 تر اعلیٰ ہو دست و پیر میں
 نہ بچا نہ خالی نہ خالی نہ
 فقیر اختیار ہی جو دو تو ہیں
 ایسے جدا ہی نہ بچا نہ
 تری ساتھ عالم کی ہستی ہی
 فنا کو وہ ثابت ہی جاوے گی
 یہاں رنگ حسن و خوبی
 میں کوئی رنج و غم نہ ہو
 شاد و محبت کی تاثیر سے
 معاف ہی نہ داؤد کوئی لگان
 میرا ہی ہستی ہے ہی ہی تو
 یہاں ایک نام نہ فنا کی
 نہیں تجھ میں گنجائش کیف و کرم

اوہماتی میں پانی سی گرون حساب
 روان تھا افلی موج کی بنی خاطر
 گولی میں رقصان سیا بان میں
 کوی پرورش شعلہ سیما کی
 ترا ذکر شیخ و ہر مہن میں ہی
 کہیں توحید ماہی کہیں ہی ختم
 رہی نور شعلہ و ہی نور ہرق
 نہ تو شاد ہی نہ ہیگانہ سے
 تہاں تک بلند ہی ہی ہستی ہی
 حرارت کو جو رب و مہر شیبہ ہی
 زبان اور انداز میں اور سے
 قیامت ہی کرکنا ہر برق و
 نہیں چاہا سنا نہ تقریر ہی
 وہی ذات میں تیری ملک کہان
 منور ہی چوٹی و چست ہی ہی تو
 کہ تو پاک ہی ویک وادراک ہی
 تری قرب ہی دور ہر پیش و کرم

بہا بہ کرم سی تری کہا کی جو ش
 عجب جلوہ حسن کی شان ہی
 کہہیں بلوریل کی تجلی ہی تو
 بغل میں کہہی دل کہہی جان ہی
 کہہی مای ہوئی خرابات ہی
 کہہی گل کی پردی میں گل کی انگ
 کہہی آمد موسم نو بہار
 کہہی خبر می خندہ گل کی ہے
 یہ دل تجسی ہم وسعت صد جان
 فزونی کی لی کام اگر کم سے تو
 مٹائی جو شاہون کی تو شان کو
 مہرا سحر سی بری شام سے
 تری خوان نعمت سی روزیہ دار
 وہ فردوس جو سب کا ممول ہے
 جہنم ہی پیش حققت نگر
 بنائی پی دیدہ چرخ پیہر
 طلب میں تری پی طلب چاروہ

زمین گلستان ہی جنت فروش
 جد ہر دیکھ ہی عقل حیدر ان ہی
 کہہیں غمزدون کی تسلی ہی تو
 کہہی جان و دل کا تو ایمان
 کہہی شور اہل مناجات ہی
 کہہی بو کہہی شوق پرواز رنگ
 کہہی رخصت نالہای ہزار
 کہہی آبرو اشک بلبل کی ہی
 جہان اسیق رت سی تیری نہا
 بڑھادی جہنم کو شبنم سی تو
 کرمی مورعہ اجز سالیان کو
 الگ قید آغاز و انجام سی
 غریب و امیر و صغار و کبار
 تری باغ صنعت سی اک پہول
 تری آتش قہر سی اک شرہ
 مہ و مہر سی عینک دلنیر
 روان سر کی بل روز و شب بچو

گدایا کوئی صاحب تاج ہی
 کیلکی کسی وقت ہستی نہیں
 زمانہ ہی بچا رہ تو چارہ ساز
 خلافت کو کن سے ہو یا کیا
 جہاننداری و تیغ شاہو نگوئی
 عطا کی غریبوں کو بچا رگی
 کی حلق دور اندانِ قدیم
 دلِ خلقِ عالم رخ تیرہ خاک
 بتائی ہر اک کورہ ستقیم
 حکیموں نے پیرا کی دہرین
 صنعت میں عقلِ کامل انہیں
 تو سلطانِ آفاق ہی بی وزیر
 تری بادشاہی ہی وسعت کے ساتھ
 ازل سے ابد تک ہی سرحد تری
 پھر تجھ سے کیا کوئی گم کردہ راہ
 تری زیر فرمان زمین و فلک
 کیا آبِ دریا روانِ سنگ سے

تری در کا ہر ایک محتاج ہی
 تری آگے کچھ اوج و پستی نہیں
 تری سب ہیں محتاج تو بی نیاز
 مشیت فی تیری چو پانا کیا
 شکست و ظفر کچ کلاہوں کو دی
 دلِ افسرگی دی جگر خوارگی
 بنی بہر دین بہر دنیا حکیم
 کیا انبیاء فی ضلالت سے پاک
 دکھائی بہارِ فضا ہی خیم
 معیشت کی اسباب ہر شہرین
 کیا سوئی ایجا و بائل انہیں
 نہ ہمدرد ہی کوئی نہ کوئی مشیر
 بڑی حشمت و شانِ شوکت کے ساتھ
 تصور سی باہر ہی ہر حد تری
 نہیں دونوں عالم میں ممکن پناہ
 تری تابعِ حکمِ انس و ملک
 لیا کارِ فیاض دل تنگ سے

بسم الله الرحمن الرحيم

آهی ہی تو پادشاہ جهان
ہر اک پر ترا لطف و نرات ہی
تو قطری کو ہم موج دریا کری
تری یاد سی دل میں تنویر شرق
کیمی جلوہ گر تو فی پیش نگاہ
تری کلک قدرت سی کوں مکان
قدیم سی تری کم زمانی قسم
سزاوار ہی بادشاہی تجھی
نہیں فلین ماہی سی تا اوج ماہ

تجھی سی ہی پشت و پناہ جهان
خداوند عالم تری ذات ہی
تو ذری سی نور شدید پاکری
تری غم سی سینہ ہم آغوش تیری
سپید و سید روز و شب مہر ماہ
نظر میں ہی اک نقطہ امتحان
ازل نیم لحظہ ابد نیم دم
مسلم ہی عالم پناہی تجھی
کہیں تیری تیغ غضب کے پناہ

بِعَوْنِ خَالِقِ سَخْلٍ وَبِإِذْنِ رَبِّ آسَمَاءَ وَجِلِّ جَلَالِهِ

شعوبی دل حسب کم حضرت سیدنا خلیفہ حانی حضور طلب علیا صیاد امام اہل بیت علیہم السلام

تصنيف في تاريخ السلاطين
مصطفى ابوعبد الله محمد حسين خان

مطبع حسن محمد خان واقع مسوئلو طبع

